اس کتاب مین

جھیرہ کے ایک نامی رئیس شیخ نصیر کے خاندانی حالات کے سلسلہ مین

المجاہد فی دین اللہ مولوی محمد مجاہد جھیروی

ملقب بہ

المجاہد

کے کارنامون کا تذکرہ

علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ العباسی

وکیل عدالت ضلع گورکھپور

مولف و مصنف

ترجمہ قرآن مجید بزبان اردو - تاریخ الاسلام - زاہرہ - مجموعۃ الارامل - تاریخ حکماے یونان

مجموعۂ رسائل مفیدہ

نے

نہایت خوبصورتی سے بیان کرکے عورتون کے حقوق کی حفاظت کی طرف جہان تک اُسکو رات سے تعلق ہی قوم کو متوجہ کیا ہی - اور ایک دلچسپ قصہ کے پیرایہ مین بہت سی مفید باتین - آیات قرآنی اور احادیث کے انضمام کے ساتھ بیان کی ہین

اسدی پریس گورکھپور مین منشی سیتلا بخش شایق نے چھاپا اور یہین سے شایع کیا

اول بار ایک ہزار جلد سنہ ۱۸۹ء قیمت فی جلد دو روپیہ

تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپنا بھی وبال جان ہوتا ہی۔ مین نے تاریخ الاسلام کیا لکھی خود کو جنجال مین پھنسا
عین صحابہ کرام کے وقت کی روشنی تلاش کرتی ہین۔ اس انحطاط مین عروج
کی شعاعین ڈھونڈھتی ہین۔ اور بالآخر حسب دامن گلچین کی طرح خزان کے نام کو رو کر
رہجاتی ہین تو دل اندر ہی اندر مسوس کر رہجاتا ہی۔ جہل کتنا ہی برا ہو آرام سے بیٹھنے تو دیتا ہی
یہ علم کس کام کا کہ اسکے سبب سے زیست بار ہو جائے۔ دوسرون کی بہبودی کے لیے
ذی علم تمام عمر تفکرات مین مبتلا رہے۔ مین تو طفل دبستان ہون اور کسی شمار مین نہین
ہون۔ بڑے بڑے بہی خواہان قوم کو دیکھا کہ وہ دوسرون کے لیے مرتے دم تک مبتلاے
آلام رہے۔ اسی کوچہ مین مین نے بھی قدم رکھا ہی۔ ابتداے عشق ہی۔ جی ڈرتا ہی لیکن
قدم آگے بڑھتے چلے جاتے ہین۔ میری نیک نیتی درگاہ باری مین پسند آگئی تو پھر کیا کہنا
تمام محنت وصول ہو جائیگی۔ اور نہین تو کمین کا نہ ہون گا۔ الاعمال بالنیات کے بھروسہ
پر اپنی سی کیے جاتا ہون۔ شان عبودیت کا یہی مقتضا ہی۔

تاریخ لکھتے وقت جتنی کتابین میری نظر سے گزرین انکے بیان کی ضرورت نہین۔ ہر ایک
سمجھ سکتا ہی کہ کتنے پھولون سے تاریخ الاسلام سا عطر کھنچا ہوگا۔ تفسیر۔ حدیث اور سیر کی اتنی
بہت سی کتابین پڑھنے اور گزشتہ مسلمانون کے حالات جاننے کے بعد مجھ سے اگر مین
چارپایہ بر و کتابے چند نہین ہون وہی امید رکھنا چاہیے جو ایک معمولی سمجھ کے مسلمان سے
جس نے اتنی سب کتابین دیکھی ہون ہوسکتی ہی۔ یہ کب ممکن تھا کہ مین کتابین دیکھتا اور انکو
نہ سمجھتا۔ یا سمجھتا لیکن اُنسے متاثر نہ ہوتا۔ اب آنکھیں وہی باتیں خارج مین دیکھنا چاہتی ہین
اور سخت اُلجھن ہی کہ نہین دیکھتین۔ اسلام کا جو مفہوم کتابون مین ہی وہی عملی طور پر مسلمانون
کے دماغ مین بھی ہونا چاہیے۔ لیکن تعجب ہی کہ ایسا نہین ہی۔ افسوس زمانہ حال کو زمانہ
گزشتہ سے کوئی مناسبت نہین ہی۔ کتاب اللہ اور کتاب الرسول مین کوئی فرق نہین آیا۔
تمام مسلمان انکو مانتے ہین لیکن انپر عمل کرنے سے گھبراتے ہین یہی بڑی حیرت ہی۔ عقاید۔ عبادات
اخلاق۔ تمدن کن کن سے بحث کیجائے۔ ہر ایک بجاے خود محتاج اصلاح ہی۔ دل چاہتا ہی
کہ مسلمانون کی اخلاقی حالت تو درست ہو جاتی۔ زیادہ نہ سہی تبع تابعین کا وقت تو دیکھنے مین
آتا۔ اور زمانہ کہتا ہی کہ اس کاروان کو گزرے ہوئے بارہ تیرہ سو برس ہوئے۔ آگ کب کی بجھ

گئی۔ ع کریدنے ہو عست خاک مین دھرا گیا ہی۔ محبان اسلام کے دلون پر یہ مایوسیان
وہ کام کرتی ہیں جو برق خرمن پر کرتی ہی۔ لیکن صرف اتنا سہارا کہ مسائل اسلام کتابون مین
موجود ہیں اُنکے دلون پر اتر کر جائیں۔ قومی بہی خواہون کو تھکنے نہین دیتا۔ اِن چند سطرون مین
نہ معلوم مین کیا کچھ لکھ گیا اِسکی تشریح کے لیے ایک دفتر درکار ہی۔ افسوس اتنی فرصت نہین
کہ دنیاوی مشاغل ساتھ رکھ کر اِن باتون مین زیادہ وقت صرف کرون اور نہ زمانہ مساعد ہی
کہ انھیں کامون کا ہو رہوں۔ مین نے کہا اور سمجھا نہ سکا تو مجذوبون کی بڑ سے زیادہ وقعت میرے
کلام کو نہیں ہو سکتی۔ سر دست مین اس کتاب مین دکھاتا ہوں کہ عورتون کے حقوق کی نگہداشت
میں شرع نے کہانتک مبالغہ کیا ہی۔ اور مسلمان کہانتک اس سے غافل ہین۔ ہم میں جہان سب
نحوستین ہین وہان ایک یہ بھی ہی کہ بعض بعض گھرون مین ماؤن بہنون۔ بیویون اور لڑکیون کی
حالتیں لونڈیون سے بدتر ہیں۔ اس زمانہ کے بہت سے مسلمان اُس وقعت کا اندازہ بھی
نہیں کر سکتے جو اُنکی ماؤن اور دادیون کو زمانہ سلف میں حاصل تھی۔

مین نے زاہدہ میں عورتون کے حقوق سے کم و بیش بحث کی ہی۔ "محسنۃ الارامل عقد بیوگان"
یہ ایک مستقل رسالہ ہی۔ یہ چھوٹی سی کتاب ہی لیکن قوم کا جہل رفع کرنے کے لیے تمام ضروری باتین
اسمیں موجود ہیں۔ اب جا بجا عقد بیوگان کا چرچا ہو رہا ہی۔ روشن خیال نوجوانون نے عورتون کی تعلیم
کی طرف بھی توجہ کی ہی لیکن میرے نزدیک بہی خواہان قوم نے اُن فاسد خیالات کی طرف
توجہ نہین کی جنکی اصلاح ہوئے بغیر یہ سب تحریکین بیکار ہین۔ یہ کوئی راز نہین ہی۔ کھلی ہوئی باتین
ہیں کہ بعض متمول گھرون مین عورتون کو محروم الارث قرار دینا باعث ننگ یا خلاف شرع سمجھا
نہیں جاتا۔ گویا عورتون کو نوع انسانی سے خارج سمجھتے ہین اور اُنکے حقوق انسانی تسلیم نہین
کرتے۔ جب عورتیں قوم میں اس درجہ ذلیل ہیں تو اُنکی تعلیم کی طرف قوم کو توجہ دلانا عبث ہی۔
پہلے قوم کو یہ بتانا چاہیے کہ لڑکیان تمھاری اولاد ہیں اور تم پر اُنکے حقوق ہیں۔ جب قوم اسکو پوری
طرح سمجھ جائے تب عورتون کی تمدنی حالت درست کرنے کی طرف توجہ درست اور کارآمد ہو سکتی ہی
مین نے اس کتاب میں عورتون کے حقوق سے بحث کی ہی اور قوم سے درخواست کی ہی
کہ وہ شرعی قیود کے ساتھ لڑکیون کو بھی اپنی اولاد سمجھیں۔ مجھے اپنے تمام ملکی بھائیون سے وہ مسلمان
ہون یا ہندو ایک خاص ہمدردی ہی۔ مذہبی پیرایہ چھوڑکر اخلاقی اصلاح مشکل تھی۔ مختلف
مذاہب کی رعایت مدنظر رکھنے سے اصلی غرض فوت ہو جاتی اسلیے مین نے ایک مسلمان
خاندان منتخب کیا اور اسلامی احکام کی رعایت سے اُسپر نظر ڈالی۔ اگر میری تحریر نے مسلمان
عورتون کے حقوق کی حفاظت کی۔ قوم مین اُنکے اعزاز کا خیال پیدا ہوا تو اثر صحبت سے
میری تمام ملکی بہنین کہانتک مستفید ہونگی۔ خدایا تو اپنے بندون کو خیر کی توفیق دے اور توفیق
میں استواری دے۔ آمین ثم آمین۔

احسان اللہ۔ گورکھپور ۱۵ دسمبر ۱۸۹۶ء
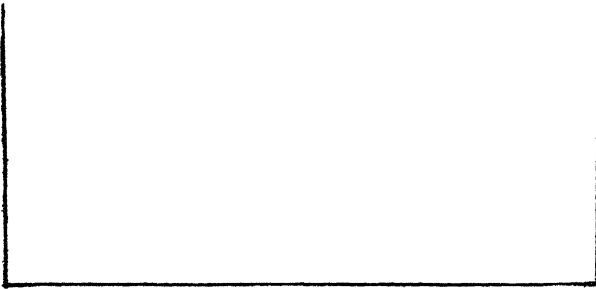
بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی

باب ۱

تمہید بیان

تیرھویں صدی کا آغاز بھی اہل ہند اور بالخصوص مسلمانان ہند کے لیے کس تباہی اور بربادی کا زمانہ تھا۔ سلطنت ہاتھ سے جا چکی تھی۔ غیر قوم کی حکومت شروع تھی۔ ہنود اور مسلمانوں کی خودمختار ریاستوں کو طوائف الملوکی سے زیادہ وقعت نہ تھی۔ شہنشاہی کا استحقاق تاجروں کی جماعت نے حاصل کر رکھا تھا۔ طرز حکومت کچھ سنبھل چلا تھا پھر بھی غیر قوم کے تاجر دفعتاً کیا کر سکتے تھے۔ منادی پکارتا تھا "ملک خدا کا۔ بادشاہت شاہ عالم بادشاہ کی اور انتظام سرکار کمپنی بہادر کا" خطبہ میں نام کسی کا تھا سکہ کسی کے نام کا جاری تھا۔ نظامت کا انتظام ایک کے ہاتھ میں تھا اور تحصیل مالگزاری کا حقدار کوئی دوسرا تھا۔ کہیں شرع پر عمل تھا اور کہیں شاستر پر۔ جا بجا انگلستان کا قانون بھی دخل در معقولات کر رہا تھا۔ مفتیوں کو شرعی فتوے سناتے وقت انگریزی قانون کی رعایت مدنظر ہوتی تھی

نہ پورے طور پر شرع کی پابندی پر عمل تھا اور نہ انگریزی قانون پر۔ رعایا اپنے حقوق بھول گئی تھی۔ جہالت ہی کا نام علم تھا۔ جہالت میں جسکا درجہ بڑھا ہوا تھا وہی گویا بڑا عالم تھا۔ ہر جگہ طوفان بے تمیزی برپا تھا۔ اکبر کے زمانے میں جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے میل جول کی ابتدا قایم ہوئی تھی اُسکے زہریلے اثر سے اسلام کی رنگت مسلمان گھرانوں سے زایل ہوتے ہوتے نام کو باقی رہ گئی تھی۔ حکومت ذرا عیب پوشی کرتی تھی۔ اسکا جانا تھا کہ عیوب ظاہر ہونے لگے۔ کوئی پرندہ عرصہ تک قفس میں رہ کے نکلے اور اُسپر ہر طرف سے بلائیں ٹوٹ پڑیں۔ یہی کیفیت حکومت چھین جانے پر مسلمانوں کی تھی۔ نہ مزدوری کر سکتے تھے نہ تجارت کرنا جانتے تھے۔ اُنکے پاس جو علم و ہنر تھے اُنکی قدر نہ تھی۔ زمانہ کے موافق بننا انکو ایسا ہی مشکل تھا جیسا کہ ٹوٹے ہوئے برتن کو پھر برتن کی صورت میں آنا۔ کچی مٹی سے اچھے سے اچھا برتن بن سکتا ہے لیکن ایک مرتبہ برتن بنکر ٹوٹ جائے تو پھر اُسکو برتن کی صورت میں لانا غیر ممکن نہیں تو محال ضرور ہے ؂

کسی نے مول نہ پوچھا دل شکستہ کا
کوئی خرید کے ٹوٹا پیالہ کیا کرتا

سادہ کاغذ پر سب کچھ لکھ سکتے ہیں لیکن کچھ لکھ کر بگڑ جائے تو پھر دوبارہ لکھنا مشکل ہوتا ہے یہاں مسلمانوں کی ترقی یا تنزل سے بحث نہیں ہے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ اُسوقت کے مسلمانوں کی تمدنی اور اخلاقی حالت کیا تھی اور آیندہ کے لیے کہاں تک نا امیدی پھیلی ہوئی تھی۔

اب اس حالت میں مسلمانان ہند کی وہی کیفیت ہونی چاہیے تھی جیسا انسانی طبیعت کی کمزوریوں سے امید کیجا سکتی ہے۔ خیالات لبتہ تھے۔ حوصلے پست تھے۔ ہمتیں قاصر تھیں اور نیتیں خراب تھیں۔ بیچارگی و بیکسی میں وہ واجب الرحم تھے۔ اور عبرت زمانہ تھے ع فاعتبروا یا اولی الابصار کی جا تھی۔

مسلمانوں سے زیادہ دوسری قوم اِن خطابات کے لایق نہ تھی۔ یوں تو سبھی ایک درجہ میں تھے۔ ایک سے ایک بڑھکر گمراہ اور ایک سے ایک زیادہ تبہ حال۔ ضلالت کچھ مسلمانوں ہی

بدعت مین مبتلا تھی - یہان کے اصلی باشندے ہنود اور بھی بُری حالت مین تھے -
لیکن مسلمان اسلیے معذور نہ تھے کہ اُنکی آنکھین تھین اور اُنھون نے بند کر لی تھین
"ینظرون ولا یبصرون" وہ دیکھ سکتے تھے لیکن دیکھتے نہ تھے - دُنیا کی اندھیری کوٹھری
مین رہنے کے لیے اُنکے پاس مشعل تھی لیکن دوسری قوم کی دیکھا دیکھی وہ اُسے
فضول سمجھے اور بجھا دی - قرآن جبیر انکے اسلاف کو تازیانہ تھا وہ انکا دستورالعمل تھا
اور اسی لیے انپر طرح طرح کی مصیبتین نازل تھین - قرآن کو یہ چاٹتے تھے چومتے
تھے - کئی تہ مین لپیٹ کر رکھتے تھے اسکی طرف پیٹھ کرنا برا سمجھتے تھے - عادتاً اُسکی
تلاوت بھی کرتے تھے لیکن سمجھنے کی اُنکو ذرا بھی کوشش نہ تھی اور جو سمجھتے تھے وہ
عمل کرنے سے گھبراتے تھے - انکے نزدیک قرآن شریف کے احکام زمانہ کے موافق
نہ تھے - وہ اپنے دستورالعمل کو جو مجموعہ جہالت سے زیادہ نہ تھا کلام قرآن شریف سے
بدرجہا اچھا جانتے تھے - ہاں دیکھانے کو سب کچھ کرتے تھے - نماز پڑھتے تھے - روزہ
رکھتے تھے - وظیفہ پڑھتے تھے - قرآن شریف کی تلاوت کرتے تھے - کیا کچھ نہین کرتے
تھے - لیکن سب زبانی داخلہ دل سے کوئی تعلق نہین - قرآن مجموعہ احکام ہی لیکن اسکو
عملیات کی کتاب سمجھتے تھے - انکا بس چلتا تو اوراق قرآن کو پانی مین گھول کر پی جاتے
کوئی ورق تلاوت کے لیے باقی ہی نہ رہتا - لیکن وہ تو یون کہو کہ خدا اسکے کلام کا
حافظ ہی - لوگون کی خوش اعتقادی اسحد تک پہنچ گئی تھی "وانا له لحافظون"
رسومات مین بہت سی اختراعین کر لی گئی تھین - جو کہ اسلامی مذہب و دستور مین رائج
ہو گیا تھا - شعار اسلام نام تھا اتباع جہالت کا - اور کوئی راہ راست پر ہوتا تھا تو لوگ
اُسکو نکو سمجھتے تھے - مسلمانون کا سب سے بڑا دشمن وہ تھا جو اُنکی موجودہ حالت کی
اصلاح کی فکر کرتا -

ناظرین خبردار رہے - یہان ایک خاندان کی حالت دکھائی جاتی ہی - اسی پر قیاس
کر لینا چاہیے کہ اُسوقت اُنکی تمدنی اور اخلاقی حالت پر مسلمان کہان تک گرے ہوئے
تھے -

شاہ شجاع کرمانی کا خاندان جب تیمور کے وقت مین تباہ ہوا تو کچھ لوگ وہان سے ہندوستان چلے آئے تھے۔ شاہان دہلی و جونپور نے ان مہمانون کی بڑی عزت کی۔ انکو تقرب سلطانی حاصل ہوا۔ لیکن بوے شاہزادگی انکے دماغ مین تھی۔ شاہان ہند کی مزاج دانی اسلیے نہو سکی۔ مختلف قصبات مین جاگیرین پاکر انھون نے علیحدہ علیحدہ بود و باش اختیار کرلی۔ ایک شاخ اس خاندان کی دلپذیر ملک اودھ مین چلی آئی۔ اور چند دنون کے بعد یہ لوگ وہان سے سیوان ضلع سارن مین آبسے۔ زمانہ کی گردش سے یہ سب عبرت زدہ ہوگئے تھے۔ کھانے پینے سے اب بھی خوش تھے لیکن اخلاق کے اعتبار سے انکی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ لکھنے پڑھنے کا چرچہ کچھ چلا جاتا تھا لیکن ہر طرف سے نکبت اور جہالت کی گھٹائین جو چھارہی تھیں اُنکے مقابلہ مین علم کی روشنی بہت کم تھی ملکی رسم و رواج نے ہندوؤں سے زیادہ انکے گھرون مین دخل کرلیا تھا۔ اُسوقت دنیوی رسومات اور مذہبی معاملات مین ہندو سنسکرت کے چند اشلوک اور مسلمان چند آیات قرآنی ورد کرتے تھے۔ بس یہی غیر مانوس زبانین۔ یا کچھ ظاہری وضع ڈاڑھی۔ مونچھ۔ دھوتی۔ پاجامہ۔ چوٹی۔ جنیو۔ سے ہندوون اور مسلمانون مین فرق معلوم ہوتا تھا۔ اور اس فرق پر ایک دوسرے سے لڑمرنے کو طیار اور کٹ مرنے کو شہادت اور غزوہ جانتا تھا۔ لیکن طرز عمل اور اعتقادات سے بحث کیجیے تو ایک دوسرے سے [illegible] شاہ شجاع کا خاندان بھی ہندوستان مین آکر اس صحبت [illegible] قوم کے اخلاق خراب ہوئے اور قومی ادبار شروع ہوا۔ جب [illegible] قوم مین ترقی اور زور رہتا ہے۔ اور جہان اخلاق بگڑے ہر طرف [illegible]

اسوقت مسلمانون کے تمام [illegible] خاندان کی حالت خراب تھی اس موقع پر اسی ایک خاندان کی تمدنی حالت دکھائی جاتی ہے۔ اسے [illegible] مسلمانون کے علم اخلاق مین یہ انقلاب [illegible] جب ہی تو انگلستان کے تاجرون کو ہندوستان کی شہنشاہی کا خیال پیدا ہوا اور انھون نے دکھا دیا کہ فی الواقع تخت و تاج کے مستحق وہی

ہیں - اور مسلمانان ہند میں اتنے بڑے بار اٹھانے کی قابلیت نہیں ہے - زمین ہند نے مسلمانوں کے قومی اعزاز اور رہی وقار کو بھی خاک میں ملا دیا تھا - ہنود تو پہلے ہی سے مٹے ہوئے تھے ان بیچاروں سے کیا امید کیجا سکتی تھی - سکھوں اور مرہٹوں نے کچھ سر اٹھائے تھے لیکن کشت و خون کے سوا اور کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا - انکے اصول اتنے مہذب اور مضبوط کب تھے کہ یورپین طاقتوں کے مقابلہ میں جنکو فطرت تمام دنیا کی شہنشاہی کے لیے طیار کر رہی تھی قدم جمائے رہتے -

شیخ نعیم

سیوان میں دو ہی چار گھر شریفوں کے تھے جنمیں سب سے زیادہ متمول گھر شیخ نعیم کا تھا جو اپنے کردار سے لئیم مشہور ہوگیا تھا مگر اس کتاب میں وہ شیخ نعیم ہی کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے -

شیخ نعیم دولت کے اعتبار سے سب سے اچھا اور تمدنی حالت میں سب سے بدتر تھا - صبح اٹھ کر اُسنے قبا پہنی کھڑکی دار پگڑی سر پر رکھی - کمر سے ایک تھان باندھا ہاتھ میں جریب لی اور گھر سے نکلا - یہاں وہاں بیٹھ کر کچھ دل خوش کن باتیں کیں - باقتضا سے بخل اسکے مزاج میں کچھ بیجا انکسار بھی تھا - ہر درجہ کے لوگوں سے برابر کی ملاقات ہوتی تھی - یہ اپنے دل میں تو سمجھتا تھا کہ مجھسے تمام چھوٹے بڑے راضی ہیں - لیکن یہ خبر ہی نہتی کہ صبح کو اُسکا نام لینے میں سب کو تامل ہوتا تھا - اسکے پاس عقل تو خاک نہ تھی - لیکن تمول اسکے حصہ میں تھا تو زیرک کون مشہور ہوتا - خرس درکوہ بو علی سینا ست -

پیری مریدی کا سلسلہ بزرگوں کے وقت سے جاری تھا - اسمیں کیا شبہ ہوسکتا ہے کہ اسکے خاندان میں بڑے بڑے اکابر گزرے تھے اُنکے نام سے کچھ تو یہ بھی معزز اور شریف سمجھا ہی جاتا تھا - نشۂ دولت سب پر بالا تھا - یہ تھا تو ایک معمولی زمیدار لیکن شرافت

تھا۔ وہ بدو کوئی کیسا ہی سخت لفظ اسکی شان مین استعمال کرتا لیکن وہ کبھی لب نہ کھولتا
تھا۔ واہ رے تیری حکمت عملی۔ لب کو تو جنبش تک نہ ہوئی لیکن دوسرے دن تمام گاؤن
مین مشہور ہوگیا کہ کل جس نے شیخ صاحب سے گستاخی کی تھی آج اسکا پتہ نہین ملتا۔
شیخ صاحب کی بددعا اثر کر گئی۔ وہ کہین غائب ہوگیا یا مر گیا۔ عوام کی خوش اعتقادیون
سے شیخ صاحب اور بھی بیباک تھے جو چاہتے تھے کر ڈالتے تھے اور سمجھتے تھے کہ کوئی برا
کہنے والا بھی نہین ہے۔ جس شخص کے اخلاق کا مصلح صرف خدا یا گورنمنٹ کا خوف نہ ہو اسکی
زندگی کے حالات کا لکھنا گویا کسی غیر معمولی انسان یا حیوان بصورت انسان کا حال لکھنا ہے
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے اور اپنے طرز عمل سے ثابت بھی کرتے تھے کہ
خیرکم خیرکم لاہلہ وانا خیر لاہلی جو شخص اپنے گھر والون کے ساتھ اچھا ہے وہ سب سے اچھا ہے
یعنے جو شخص گھر والون کے ساتھ برا ہے وہ سب سے برا ہے۔ شیخ صاحب کا جو برتاؤ گھر والون کے
ساتھ تھا اسکا بیان شیخ صاحب کی تمام حالت کا پورا نقشہ کھینچ دیگا

کوئی یہ نہ سمجھے کہ اسوقت تمام برائیان مسلمانون ہی مین تھین۔ یا سچ پوچھو تو سب سے
برا تھا۔ ہندؤن مین تو اور بھی اندھیر تھا۔ زندہ بیوائین اپنے شوہرون کی نعش کے ساتھ
آگ مین جلتی تھین اور انکے اولیا خوش ہوتے تھے۔ قلوب کی حالت اس سے ظاہر ہے
اسی پر تمام باتون کو قیاس کرنا چاہیے۔ اپنے سچے مذہب کے پیرو نہ مسلمان تھے اور نہ اپنی
قدیم کتابون کے مقلد ہندو تھے۔ گورنمنٹ کمزور تھی اور علوم کا چرچا کم تھا۔ دلون کو با قاعدہ
رکھنے کے لیے ایک شی بھی نہ تھی۔ ابتدائے فتوحات اسلام مین یہودیان شام اور گبران عراق
جس خراب حالت مین تھے اسی کے قریب قریب ہندوستان کے ہندو اور مسلمانون کی حالت
پہنچ گئی تھی اور اسی لیے رب العالمین نے اپنے بندون پر ایسٹ انڈیا کمپنی کو تعینات کیا
اس کتاب مین صرف مسلمانون کی حالت سے بحث کرتا ہے۔ متمول کے ساتھ برائیون کو
خاص تعلق ہوتا ہے اسلیے ایک متمول خاندان چن لیا گیا۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ مصنف کو متمول
مسلمانون سے کوئی خاص خلش ہے۔

شیخ صاحب جب چالیس برس کی عمر کو پہنچے تو انکے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ اولاد

مایوس ہو چلے تھے اسلیے یہ لڑکی اُنکو کسی قدر مغتنم معلوم ہوئی ورنہ اُنکی طبیعت کے سے آدمی کے گھر لڑکی پیدا ہونی اور زندہ رہنے پانی سخت تعجب تھا۔

شباب گزر جانے کے بعد خواہ مخواہ اولاد کی تمنا ہوتی ہی۔ ہندوؤن کے خیال کے مطابق اولاد مرنے کے بعد پنڈے اور پانی دیتی ہی تو عاقبت درست ہوتی ہی۔ اسی طرح نعیم کو بھی چالیس برس کے بعد کچھ مذہبی خیال پیدا ہوا تو وہ بھی محض اس پیرایہ میں کہ کوئی فاتحہ پڑھنے والا ہوگا تو معاد بالطف ہوگی۔ اور کچھ کچھ اُنکو یہ خیال بھی تھا (جیسا کہ اکثر کم فہموں کو ہوا کرتا ہی) کہ اولاد نہ ہوگی تو جائداد کیا ہوگی۔ نام ونشان کس طرح باقی رہیگا۔ جائداد پیدا کرنے میں جن جائز اور ناجائز وسیلوں کو شیخ نعیم کام میں لایا تھا۔ عیاذاً باللہ۔ سُننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے تھے۔ گویا روز ازل میں تمام دنیا کی سنگدلی۔ قساوت اور لالچ کے دو حصے ہوئے تھے۔ ایک حصہ نعیم کو ملا اور دوسرا حصہ تمام دیگر بنی نوع انسانی پر تقسیم کیا گیا۔ ممکن ہی کسی قدر مبالغہ ہو لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ ناجائز وسیلوں سے جائداد پیدا کرنے والا نعیم سے بڑھکر کوئی دوسرا آج تک صوبہ بہار میں نہیں ہوا اور خدا نہ کرے کہ کوئی آیندہ پیدا ہو۔ شیخ نعیم نے جس گاؤن میں ایک پائی خریدی دو تین برس کے اندر ہی اندر اُسپر لازم تھا کہ کل گاؤن کا مالک ہو جائے۔ جبر سے خوشامد سے دھمکی سے لڑائی سے جس طرح ممکن ہوتا وہ مسلم گاؤن پر قبضہ کیے بغیر چین نہ لیتا۔ جعل بنانے میں اسکو یہ مہارت تھی کہ دور دور سے اہل غرض اسکے پاس آتے تھے۔ اخیر اخیر اسکی یہ حالت تھی کہ اسکی مجلس میں جس گاؤن کا تذکرہ ہوا دوسرے دن کل گاؤن والے آئے اور خوشی سے کچھ حصہ زمینداری اسکی نذر کر گئے۔ اور آیندہ اس کا وعدہ اسکے بدل میں لیتے گئے۔

ایسے خیال والون کی طبیعتین بھی عجیب قسم کی ہوتی ہیں۔ جائداد کا عطر کھینچ کر قبر میں اپنے ساتھ جا سکے تو پھر وہ اس بات کی فکر نہ کریں گے کہ مرنے کے بعد وارث مال و دولت کون ہوگا۔ کار خیر میں دولت صرف کی جائے تو البتہ ممکن ہی کہ اُسکا ثواب زاد آخرت بنکر ساتھ دے۔ لیکن انسان کا ہمزاد نفس شیطانی ہمیشہ ہر شے کی بُری تصویر سامنے پیش کرنے کا ساعی رہتا ہی۔ اور کبھی انسان کو راہ راست کی طرف رُخ کرنے کی اجازت نہین دیتا

مال وخزانہ تو قبر میں ساتھ جانے سے رہے اور ثواب کی صورت میں اُسے بدل کر ساتھ لے لیں اتنی عقل کہاں۔ جب دیکھا کہ دنیاوی دولت پر پورا قابو نہیں ہو تو آخر عمر میں اکثر سوچنے لگے کہ دولت میرے ساتھ نہ چلے تو میری ہو کر تو دنیا مین رہے۔ اولاد پیدا ہو۔ گھر آباد ہو۔ کسی طرح نام قایم رہے۔ اولاد کی خواہش تو فطرتی تقاضا ہی لیکن اسکے ساتھ یہ سب خیالات توہمات جاہلیت اور رلادینی کی دلیلین ہین۔

بہت سے نادان نام ونشان قایم رہنے کی فکر میں مبتلا پائے گئے۔ مرنے کے بعد نام ونشان باقی رہے یا نہ رہے مرنے والے کو ان لغویات سے کیا واسطہ اسکو تو صرف اپنے اعمال سے تعلق رہےگا۔ نام ونشان باقی رہنے کا بھی خیال بالکل غلط ہی بہتوں میں نوے فی صدی ایسے ہیں جنکو خود اپنے دادا کے باپ کا نام معلوم نہیں ہی۔ اور دادا کے دادا کا نام جاننے والا تو شاید ہی سو مین ایک بمشکل نکلے۔ کوئی اسنے پوچھے کہ تمھارے دادا یا پردادا کا نام تم سے کیا روشن ہی کہ تم اپنی اولاد سے بقاے نام کی امید رکھتے ہو؟

غرض انھین خیالات نے نسیم کو دختر کشی کی طرف مائل نہین کیا۔ ورنہ شیخ نعیم سا نسیم ناخواندہ مہمان معصومہ کو ایک ساعت بھی اسے گھر میں نہ رہنے دیتا۔

لڑکی پیدا ہوئی اور آغوش مادر میں پرورش پانے لگی۔ فطرت نے اپنا زور دکھایا لڑکی کی بھولی بھولی صورت نے نعیم کے دل پر کچھ اپنا نقشہ جمایا۔ کچھ محبت باپ کے دل میں پیدا ہوئی لیکن ناپایدار رہی۔ جب دوسرے سال ایک لڑکا عبدالجبار (جو بعد کو جبار مشہور ہوا) پیدا ہوا تو شیخ نعیم نے اُسکے مقابلہ میں معصومہ کی قدر بالکل کم کردی۔ لیکن اسکا امتیاز معصومہ کے سیاہ تک دوسرا دن کو نہ ہو سکا۔

اُس زمانہ کے ناپاک دستور کے مطابق لونڈیوں کی طرح معصومہ گھر میں پلتی رہی اور جوان ہونے پر چھپرے کے ایک تاجر کے ساتھ جو شیخ صاحب کی ذات و برادری کا تھا بیاہ دی گئی۔ بیاہ ہونے کے بعد شیخ صاحب سمجھے کہ گھر سے ایک بہت بڑی بلا نکل گئی یا سر پر ایک بوجھ تھا جو اتر گیا۔ شیخ صاحب نے اپنی لخت جگر لڑکی نہین بیاہی بلکہ گھر کی کسی لونڈی یا اس سے بھی کمتر درجہ کی کوئی لڑکی بیاہی۔ لونڈیوں کا احترام جتنا عرب کرتے تھے

اور جس حد تک اُنکے حقوق کی نگہداشت کرتے تھے۔ شیخ صاحب کو معصومہ کا خیال اُسکے پاسنگ کے برابر بھی نہ تھا۔

معصومہ پہلی مرتبہ سسرال گئی تو پھر باپ کے گھر نہ آئی۔ شیخ صاحب نے کبھی اُسکے دیکھنے کی خواہش نہ کی۔ اُسکی ماں نے بیشک اُسکو کئی مرتبہ بلانا چاہا۔ اپنے اصرار کی وجہ سے دو بارہا نعیم کے عتاب میں آئی۔ نعیم کا مقولہ تھا کہ جو بلا کسی طرح گھر سے گئی پھر اُسے بلانا سخت بد الشگنی ہے۔

معصومہ سسرال گئی تو کچھ دنوں تک بوسے امارت اسکے دماغ میں تھی جس سے اُسکا شوہر بہت دنوں تک پریشان رہا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں یہ دقت رفع ہوگئی علمت بھی اُسکی راست آئی۔ ایک روز اُسنے خفا ہوکر محافہ منگوایا اور بی بی کو گھر سے نکالنا چاہا۔ معصومہ بیچاری پردے کی رہنے والی گھر سے نکل کر کہاں جاتی۔ قریب ہی اپنی نند کے گھر چلی گئی اور اپنی حالت سے ماں باپ کو مطلع کیا۔ اس چٹھی کا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ نعیم اور نعیم کی بی بی میں لڑائی ہوئی۔ بی بی نے دو تین وقت کھانا نہیں کھایا۔ نعیم کو مالی نفع کچھ اس طور سے بھی ہوگیا بس اتنا ہوا اور کچھ نہیں۔ معصومہ باپ کے گھر جا نہ سکی۔ بھلا نعیم سے ایسی ناعاقبت اندیشی کب ہونے والی تھی۔ وہ گئی ہوئی بلا کو کب گھر میں آنے دیتا۔ معصومہ کو جب اپنے والدین کی حقیقت معلوم ہوئی تب اُسنے سچ کو پہچانا۔ اور پھر اُسکے شوہر محمد شریف کو بھی لطف زندگی حاصل ہونے لگا ورنہ اسکے پہلے شریف کو معصومہ اپنا خانہ زاد غلام سمجھتی تھی اور شریف کو یہ الجھن تھی کہ یہ کمبخت خود دماغی کے ساتھ کچھ دولت بھی اپنے ساتھ لاتی تو خیر صبر آتا۔

وہ زمانہ دوسرا تھا۔ تمام قوم ایسے ہی خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی۔ نعیم کسی قدر زیادہ سخت تھا لیکن نہ اتنا کہ شریف کو بہت زائد تعجب ہوتا۔ شریف کو اپنے سسر کے انداز سے کچھ بہت حیرت نہیں ہوئی۔ معصومہ کے دل میں جس تک میکے کی یاد باقی تھی شریف کے دل میں ذرا خلش تھی۔ معصومہ نے ماں باپ کا خیال بھلا دیا تو پھر شریف کے قلب کو بھی تسکین ہوگئی۔ چند [illegible] کے بعد رفتہ رفتہ معصومہ کو بالکل صبر آگیا اور اُسکی ماں کو بھی

بیٹی کی یاد باقی نہ رہی اُسنے اپنے دل کو سمجھا لیا کہ اُسکے کوئی لڑکی جنی ہی نہ تھی - یہ تمام قضیے
طے ہو گئے - لیکن نعیم گرگ باران دیدہ شقی ازلی معصومہ کی طرف سے بے فکر نہ تھا وہ
سمجھتا تھا کہ شرع محمدی اسکے بیٹے کے لیے ایک دن بلائے جان ہوگی - یہ خرخشہ بھی
اُسنے اپنی زندگی ہی میں طے کرنا چاہا - جب جبار ۱۸ برس کا ہوا تو نعیم نے اپنی کل
جائداد اُسکے نام ہبہ کر دی - شیخ نعیم کی بد اطواریاں تو ایسی تھیں کہ کسی شریف کو اُس سے
رشتہ داری پیدا کرنا عیب سمجھنا چاہیے تھا - لیکن یہ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ تمام شریف
اس زمانہ کے ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور پھر دولت کا لالچ تو ہمیشہ ہی اندھا
کر کے بھی دیکھتے ہیں - جب جبار اپنے باپ کی کل جائداد کا تنہا مالک ہوا تو بڑے بڑے
گھروں میں اسکی نسبت کے چرچے ہونے لگے - دانا پور میں ایک خاندان شریفوں کا اُسوقت
آباد تھا وہاں جبار کی نسبت ٹھہری اور اُنیسویں برس وہ بیاہا گیا -

معصومہ کو بھائی کے بیاہ کی خبر سنکر نہایت خوشی ہوئی - اُسوقت کے دستور پر لحاظ
کر کے وہ خیال بھی نہیں کر سکتی تھی کہ بھائی کا بیاہ ہوگا اور میں بلائی بھی نہ جاؤنگی - بھائی کے
بیاہ میں اُسنے خوب طیاری کی - شریف اپنی بی بی سے کچھ نہ کچھ ہو چلا تھا - اپنی حیثیت
کے موافق اُسنے سامان کیا - معصومہ نے بھائی کے لیے کپڑے [illegible] دولہن کی رونمائی
کے لیے زیور [illegible] کیے [illegible] سات برس کے بعد وہ میکے آنے والی تھی - اپنی تمام سہیلیوں کو
[illegible] دینے کے لیے اُسنے [illegible] چیزیں [illegible] تھیں - ان کے لیے اُسنے
اکثر دن کے کھانے [illegible] سے سگوا [illegible] بھیجے [illegible] اُسنے مرشد آباد
[illegible] اور [illegible] آخر [illegible] کیا تھا [illegible] نعیم [illegible] اپنی بساط
سے [illegible] اور [illegible] کے لیے چار یا پانچ ہزار
روپیہ کے ضایع ہو جانے [illegible] کا قرضدار ہو گیا [illegible] بی بی کی خاطر داری
سے منہ [illegible] اُسکو یہ امید تھی کہ شیخ نعیم [illegible] بھائی کو رخصت کریں گے تو کچھ عنایت
کرینگے - وہ سمجھتا تھا کہ اگر کچھ [illegible] ضروری سے یہ قرض ہٹ جائیگا اسوقت بی بی کا شوق
پورا ہو جانے دو -

شیخ نعیم کا بس چلتا تو وہ بیٹی کو بلانے کا خط کبھی نہ لکھتا۔ لیکن رسم دُنیا سے مجبور تھا۔ وہ اتنی ہمت نہ کر سکا کہ سیکڑون آدمی اُسے بیٹی کے بُلانے کے لیے بُرا بھلا کہین اور وہ راضی نہ ہو۔ اُسنے مجبور ہو کر بیٹی کے بُلانے کے لیے ایک آدمی چھیرہ بھیجا۔ ۲۲ ذیقعدہ برات کی روانگی کے لیے مقرر کی گئی تھی اور اُسی روز میکے کا نائی طلبی کا خط لیکر معصومہ کے گھر پہنچا۔ اب اگر فوراً ہی روانگی کی طیاری کی جاتی جب بھی بیاہ ہو جانے دولھن کے آنے اور پھر واپس جانے کے بعد یعنے تمام رسوم شادی کے ختم ہو جانے پر شاید معصومہ اپنے میکے پہنچتی شریف سمجھا کہ آدمی کے بھیجنے مین یہ تعویق یا تو اسلیے کی گئی ہو کہ معصومہ کا بلانا شیخ نعیم کو منظور نہیں ہی یا کہ شیخ نعیم کو یہ مد نظر ہی کہ شادی ہو جانے کے بعد معصومہ آئے کہ اُسکو رسم دنیا کے طور پر بھی کچھ دینا نہ پڑے۔

شادی بیاہ مین جس طرح حجامنین۔ دھوبنین یا اور اسی قسم کی عورتین اپنے مقررہ حقوق پاتی تھین اُسی طرح ہندوؤن کے فیض صحبت سے اُسوقت کے مسلمانون مین یہ توفیق تھی کہ ایسے مواقع پر خاندان کی لڑکیاں بھی وہ کسی عمر کی ہون کچھ پا یا کرتی تھین شریف نے خیال کیا کہ شیخ نعیم نے یہ فضول خرچی بھی گوارا نہ کی۔

نعیم کی دلی حالت کچھ ہی ہو لیکن اُسنے آدمی اس طرح بھیجا کہ شریف مین کچھ بھی حمیت ہو تو وہ بی بی کو آنے نہ دے۔ شریف اپنے منحوس خسر کی اس حرکت پر بہت ہی برافروختہ ہوا۔ لیکن غصہ ضبط کر کے وہ اندر گیا اور جا کر کہنے لگا۔ کہ "تمھارے بھائی کا بیاہ ہو گیا براتی رواںہ ہو گئے۔ ساتیون نے گھر میلا کر دیا ہی۔ صفائی کے لیے مہترانی کی ضرورت ہی۔ اسی مد مین آپ کی بھی طلبی ہوئی ہی۔ اگر شوق ہو تو جھاڑو اور ٹوکری حاضر کر دون۔ آپ شوق سے تشریف لیجائیں۔ یہ سُنکر جو حالت معصومہ پر طاری ہوئی قابل بیان نہین۔ اُسکے صدمہ کا اندازہ اُسکے شوق سے ہو سکتا ہی اُسکو جتنا ہی شوق تھا اُتنا ہی ملال ہوا۔ شریف کی بات کا اسنے کچھ جواب نہ دیا۔ سُنکر چُپ ہو گئی اور مُنھ سے کچھ نہ بولی اور پھر اسکے بعد کوئی ڈیڑھ ہفتہ تک اسکو سناٹا رہا۔ کسی سے بات تک نہ کرتی تھی۔ دن رات خموش رہتی تھی۔ شریف کو اپنی بی بی کی طرف سے بہت

اندلیشہ ہوا وہ ڈرا کہ یہ پاگل نہ ہو جائے۔ لیکن خدا نے غم غلط کرنے کا مادہ جو خود انسانی طبیعت مین ودیعت کر رکھا ہی جب اسکی باری آئی تو رفتہ رفتہ وہ سنبھلتی گئی اور حالت اصلی پر آگئی۔ شریف کو اپنی بی بی سے چندان انس نہ تھا لیکن آخر حمیت اور انسانیت کا بھی کچھ مقتضا ہوتا ہی۔ وہ اپنی بی بی کی حالت دیکھ کر کئی گھنٹے تک خون جگر کھاتا رہا اور اُسکے بعد قلم دوات اُٹھا کر چند سطرین جواب مین لکھین۔

قبلہ لئیمان سلامت

آپ کا آدمی ایسے وقت پہنچا کہ میرا آنا عبث تھا اور یہی آپ کا منشا بھی تھا۔ آپنے اپنی خصلت لئیمہ کے لحاظ سے یہ پسند نہین کیا کہ دو چار ہفتہ بھی مین آپ کی مہمان ہون۔ آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ مین جو کچھ آپ کا کھاتی اُس سے کہین زیادہ مالیت کے تحالیف مین اس چھوٹی سی اوقات مین ساتھ لاتی۔ خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا میرا بھی نفع ہوا اور آپ کا بھی۔ الحاصل مین اسوقت نہین آسکتی اور یہی آپ کی بھی خواہش تھی دنیا مین شاید اب کوئی دوسرا موقع میرے آپ کے ملنے کا نہ ہو۔ لیکن قیامت مین ضرور ملاقات ہوگی اور اسوقت کچھ آپ سمجھین گے اور کچھ مین سمجھون گی۔

خدا جسکو آپ کی صورت نہ دکھائے وہ مین ہون۔

آپ کی بیٹی معصومہ عفی عنہا

محمد شریف نے یہ خط لکھا اور آدمی کو دے بھی دیا۔ لیکن وہ بڑا ہی بردبار اور شریف النفس تھا سمجھا کہ لئیم کے ساتھ مین کیون لئیم بنون۔ حامل کو واپس بُلا کر اُس چٹھی کو چاک کر ڈالا اُسکی جگہ پر دوسرا خط لکھا۔

قبلہ و کعبہ السلام علیکم

آدمی دیر کو پہنچا۔ اسلیے مین آپ کی صاحبزادی کا روانہ کرنا غیر ضروری سمجھا۔ آپ کے لیے جو کچھ تحفے اور ہدیے اُس بیچاری نے مہیا کیے تھے وہ شاید آپ لینا پسند نہ کرین اسلیے اُنکو بھی رکھ چھوڑتا ہون۔ لیکن کچھ کُرتے رومال اور ٹوپیان اُسنے اپنی سہیلیون اور اُنکے لڑکون کے لیے طیار کیے تھے۔ یہ چیزین جاتی ہین اگر آپ نامناسب

نہ سمجھیں تو اسی آدمی کے ہاتھ اُن تک پہنچوا دیجیے گا جنکے نام ان پر لکھے ہوئے ہیں
جب آدمی سیدان پہنچا تو خط معصومہ کی ماں کے ہاتھ پڑا۔ نعیم کہیں باہر گیا ہوا
تھا۔ گھر پر نہ تھا۔ بیٹی کے نہ ہونے سے ماں کی نظروں میں بیٹے کا بیاہ بالکل ہی بے
لطف تھا۔ کچھ بھی اُسکو خوشی نہ تھی۔ گھر کی ایک پرانی لونڈی روز صبح کو گھر سے نکل کر
گاؤں کے باہر ایک اونچے مقام پر بیٹھتی تھی کہ جب دور سے سواری آتے ہوئے دیکھے
تو پہلے اطلاع کرے۔ صبح سے شام تک وہ لونڈی برابر بیٹھی رہتی تھی اور پھر واپس جاتی
تھی۔ معصومہ کی حالت منتظرہ کا یون خاتمہ ہوا کہ وہ آدمی واپس آیا اور معصومہ کے ہاتھ
کے سلے ہوئے کچھ کپڑے ساتھ لایا۔ اس بڑھیا کی بیقراری قابل دید تھی۔ وہ ایک
ایک کپڑے کو دیکھتی تھی اور آنکھ سے لگاتی تھی۔ اور منہ سے کہتی جاتی تھی کہ یہ خاص معصومہ
کے ہاتھ کے سلے ہوئے ہیں۔ یہ اُسی کی تراش معلوم ہوتی ہے۔ ٹھیک وہ ایسی ہی بخیہ
کرتی تھی سینے میں اُسکے ہاتھ کی صفائی ہمیشہ قابل تعریف تھی۔ یہ کہتی جاتی تھی اور
آنکھ سے آنسو جاری تھے۔ ان کپڑون کو منہ سے چومتی تھی کبھی آنکھ سے لگاتی تھی۔ اور کبھی
سونگھتی تھی۔ اُسکے نزدیک وہ گھر جانہ شادی نہ تھا بلکہ جانہ ماتم تھا۔ بیٹے کے بیاہنے کی
خوشی جو کچھ تھی وہ بیٹی کے آنے کی وجہ سے جاتی رہی۔ کچھ عجب اتفاق ہوا کہ یہ غم
اُس عورت کی جان کے ساتھ گیا۔ ڈو تین مہینے تک تو وہ مغموم رہی پھر منہ سے خون آنے
لگا آخر آخر بخار آیا اور کچھ مہینہ کے اندر گلا گھٹا کر روح فنا ہو گئی۔ مرنے کے تو دن ہی
تھے لیکن مشہور ہوا کہ بیٹی کے غم میں مری۔ وہ غریب جان دیکر نعیم کے پنجہ غضب سے
چھوٹی۔ اُسکی سخت جانی سراہنے کے قابل تھی۔ معمولی دل و دماغ کی عورت ہوتی تو
کبھی مرگئی ہوتی اور اتنے دنوں تک نعیم کا ساتھ کبھی نہ دیتی۔
نعیم گو دل کا سخت تھا اور بی بی سے ذرا مانوس نہ تھا۔ لیکن لڑکون کو ماں باپ کے
مرنے کا ایک خاص صدمہ ہوتا ہے۔ بی بی کی جدائی سے نعیم بہت متاثر ہوا اُسپر
بیٹے کا چلن اور بھی اُسکو ایذا پہنچانے لگا۔ بیمار نے ہاتھ پاؤں نکالے۔ کچھ تو اسکی خلقت
بری تھی اور کچھ اسباب ایسے بہم پہنچ گئے کہ وہ حاسد شیطان بصورت انسان نکلا۔

بیاہ کے بعد لڑکون کی خود مختاری ذرا بڑھ جاتی ہے۔ باپ نے تمام جائداد اُسکے نام ہبہ کر دی تھی یہ اور غضب تھا۔ ماں کے مرنے سے وہ ایک ہفتہ تک وہ ملول خاطر رہا۔ لیکن اس سانحہ نے اُسکی مطلق العنانی مین اور مدد دی۔ پیری وصد عیب۔ اب نعیم کا وہ جاہ و جلال بھی باقی نہ تھا۔ پیری سے اسکے اخلاق کی کچھ اصلاح ہوگئی تھی۔ لیکن اسکا بخل پیری مین بہت بڑھ گیا تھا اور اسلیے جو نفرت جبار کو باپ سے تھی انھین روز بروز ترقی تھی۔ باپ کی کمزوری نے بیٹے کو دلیر بنا دیا تھا۔

جبار کی عمر ۲۰ برس کی تھی۔ عالم شباب تھا۔ حوصلون کے دن تھے۔ دو چار مصاحبون نے اسکو بہکانا شروع کیا۔ یہ دیہات کا رہنے والا گھر سے کبھی باہر نکلا نہ تھا۔ خیالات محدود تھے ہمت پست تھی۔ لیکن اسکا کیا علاج کہ موقع پاکر گرد و نواح کے اوباش اسکی مصاحبت مین داخل ہوتے جاتے تھے۔ جبار کو لاکھ سہی لیکن مصاحب تو گندہ بک اور شور سے کی قایم مقامی کرنے کو کافی تھے۔ اور اب وہ مصالحہ طیار ہوا کہ نعیم کے تعمیر محل کو دم کی دم مین اڑا دے۔ سوء اتفاق کہ جبار نے اپنی بی بی کو پسند نہیں کیا۔ اسکے بیاہ مین ٹینہ سے جو رنڈیان ناچنے آئی تھیں انہین سے وہ اسکو بہت پسند آئین مصاحبون نے حسب حکم ہو کر جبار کو دیکھا تو بالکل سادہ پایا۔ اتفاق سے ایک دن جبار نے ان دو غارتگرون کا ذکر کیا مصاحبون نے دیکھا کہ اچھا نسخہ ہاتھ آیا۔ مختلف پیرایون سے انھین دونون کا ذکر اسکی مجلس مین ہوتا رہا گفتگو تو سحر کا کام کرتی ہے جب [illegible] دماغ مین [illegible] کا سودا پیدا ہو گیا تو ایک روپیہ چل کھڑا ہوا اور سید [illegible] پہنچا۔ [illegible] کسبیان اسکی ملازمت مین داخل ہوئین۔ روپیہ کی کیا کمی تھی۔ مان [illegible] تمام [illegible] لے ہی گیا تھا۔ سوے چاندی کے برتن معلوم نہین کس [illegible] کے [illegible] مل گئے تھے۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ لاکھون روپیہ کی زمینداری [illegible] تھی بنیے کے ساہوکار ہر وقت قرض دینے کو طیار تھے۔

لڑکی کا وہ حال کہ بیاہتے ہی قطع تعلق ہو گیا۔ بی بی مر ہی گئی۔ بیٹا بھاگ گیا نعیم تنہا گھر مین رہ گیا۔ حوادث روزگار سے گھبرانے والا تھا۔ لیکن مقتضاے عمر عجیب

چیز ہی - جو شخص زندہ آدمیون کو ڈبو دینے مین باک نہین کرتا تھا اُسے اسکی کیا پروا ہوتی کہ وہ گھر مین تنہا رہگیا - اب سیکڑون توہمات اُسکو گھیرے ہوئے تھے - اپنے افعال پر کچھ نادم تھا - گزشتہ زمانہ کے معاصی پیش نظر تھے - اپنے دشمنون سے بھی ڈرتا تھا کہ کہین وہ بدلا لینے کو طیار نہ ہون - نوکرون کا خوف تھا کہ وہ زہر نہ دے دین - بیٹے کی محبت تو نہ تھی مگر دولت و ثروت کی محبت تھی - لڑکے کی آوارگی کا حال پہلے سے معلوم ہو چکا تھا - وہ سمجھتا تھا کہ جب دلی کی سلطنت سامان و عیش و عشرت کے لیے کافی نہ ثابت ہوئی تو میری چھوٹی سی زمیداری کیا حقیقت رکھتی ہی - اپنے مرنے کے بعد تلف ہونا تو یقینی سمجھ چکا تھا - بیٹے پر اُسے کچھ بھی اطمینان نہ تھا - لیکن بیٹے کی موجودہ حالت دیکھ کر اُسے کھٹکا ہوا کہ کہین مین جیتے جی بھیک مانگنے کے قابل نہ ہو جاؤن ان خیالات نے اسکو بہت زیادہ پریشان کیا -

ایک روز یہ گھبرا کر بیٹے کی تلاش مین نکلا باپ تو ٹینے پہنچا اور بیٹا بیٹے سے چھیرے چلا آیا - پانچ مہینے کے اندر کوئی ۳۰ ہزار کے زیورات اور قیمتی ظروف فروخت کیے گئے اور کوئی پچاس ہزار روپیہ مہاجنون سے قرض لیا گیا - کوئی ایسا ناکردنی فعل نہ تھا جو جبار سے سرزد نہ ہوا ہو - اور نہ شہر کا کوئی جرایم پیشہ ایسا تھا جسکو جبار کی خدمت مین باریابی نہ ہوئی ہو - جبار کا کیا قصور تھا ؟ نعیم نے تمام گھر والون کے حقوق غصب کر کے انھین کامون کے لیے تو اُسکے سپرد کیا تھا کہ دنیا کا کوئی ناجائز فعل وہ باقی نہ لگا رکھے -

جب جبار پورے طور سے شہر مین مشہور ہو چکا - حکام بدظن ہو گئے - کوتوال شہر جبار اور اُسکے ساتھیون کی فکر مین رہنے لگا - تو مصاحبون نے اسکو پٹنہ چھوڑنے کی صلاح دی - اپنے ساتھیون کے مشورہ سے وہ چھیرے چلا آیا - اور ارادہ کیا کہ محض قرض سے گزر اوقات نہین ہو سکتی - کچھ علاقے کے محاصل سے مدد لی جائے - نعیم بیٹے کی تلاش مین گھومتا پھرتا چھیرے پہنچا تو کیا دیکھتا ہی کہ تمام زمینداری پر بیٹے کا پورا تسلط ہی -

حشمتش نگر اشد کہ ملکش با دیگران است

پچاس ساٹھ مصاحبون مین سے ۲۰-۲۵ تو خدا کے ساتھ رد کیے تھے اور باقی
تمام علاقہ مین جابجا تعینات ہوگئے تھے۔ جو چڑا نے کارمد سے تھے اُنکو بھی چھوٹے
سے کر اُن سبھون نے ملا لیا تھا۔ آسامی تو زبردست کا ساتھ دیتی ہی ہے۔ اسکو کیا عذر ہوتا
داخل خارج نام کا ہو ہی چکا تھا۔ جبار کی طرف سے تحصیل لگان بھی شروع ہوگئی۔

اس سفر مین نعیم کو اپنے بیٹے کے تمام حالات معلوم ہوگئے تھے۔ چھپرے
مین وہ ایک دن بھی نہ ٹھہرا۔ اور نہ اپنے بیٹے سے ملا۔ سیدھا سیوان روانہ ہوگیا کہ

سر حشمہ شاید گرفتن بہ بیل

یہان آنے پر قدرت خدا نظر آئی وہ بیٹھا بھی نہ تھا کہ ڈیڑھ سو سہنگ سامنے سے نمودار
ہوئے اور بے کہے سُنے آتے ہی اسکے دونون ہاتھون اور دونون پاؤن مین لوہے کی
زنجیرین ڈال کر اسکو قید کر لیا۔ اور مشہور کردیا کہ اسکو جنون ہوگیا ہے۔ اور فوراً چار ہزار روپیہ
لیکر دو آدمی سانڈنی پر سوار کیے گئے اور مرشد آباد روانہ کیے گئے کہ وہان شاہی حکیم
کے مشورے سے کوئی طبیب حاذق بُلایا جائے ابھی جنون کی ابتدا ہے شاید صحت ہوجائے
یہ معاملہ اِن بدمعاشون نے اس صفائی سے کیا کہ نعیم بھی لوہا مان گیا۔ ایک بڑے کمرے
مین وہ قید کیا گیا جسمین جابجا آہنی سلاخین تھا اور روشنی آنے کے لیے لگی ہوئی کھڑکی
اسکے دشمن دیکھنے آتے تو ایسے ایسے آوازے کستے کہ اسکا دل مسوس کر رہ جاتا۔
ہمدرد تو نعیم کا کوئی بھی نہ تھا لیکن بعض ایسے بھی تھے جو نہ دوست تھے اور نہ دشمن تھے۔
وہ جب آتے تو ہمدردی کے کلمات مُنہ سے ضرور نکالتے تھے اور اسکے جنون پر افسوس
ظاہر کرتے تھے۔ نعیم اپنی حالت پر سخت متحیر تھا۔ اُسکے لیے یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل تھا کہ
کسے اپنا مددگار سمجھے اور کسے اپنا خیرخواہ جانے۔ کوئی اسکو مجنون کہتا تو یہ اپنا دانت
پیسکر رہ جاتا۔ اسکا بس چلتا تو کہنے والے کا مُنہ نوچ لیتا۔ لیکن غیر کے بس مین تھا
کہتا تو کیا کہتا۔ جہان شیرون کا بس نہین چلتا وہان یہ کیا تھا۔ لوہے کے کٹگھرے مین
بندرات دن سر جھکایا کرتا تھا۔

یہ کہنا مشکل ہے کہ اگر جبار اپنے باپ کی واقعی حالت سے مطلع ہوتا تو کیا کرتا۔ مصلحتاً
اصلی حالات اُس سے بھی چھپائے گئے تھے۔ مرشد آباد سے طبیب کا بلایا جانا سُنکر
اُسنے مُنھ سے اتنا کہا کہ "اچھا ہوا" لیکن کبھی اُسکو یہ توفیق نہ ہوئی کہ باپ کو آکر دیکھتا۔ اُسے
عیش و عشرت سے کب فرصت تھی۔

لڑکون کا سب سے اچھا معلم باپ ہوتا ہے۔ باپ ہی نے تو اُسے یہ تعلیم دی تھی کہ اپنے
بیگانون کا پاس کوئی چیز نہین۔ جب نعیم اپنے پارۂ جگر منصور کا نہوا تو اُسکو کیا حق تھا
کہ وہ اپنے بیٹے جبار سے محبت کی چشم داشت رکھتا۔ جبار کو تو باپ کی کچھ بھی فکر نہ تھی
لیکن اسکے مصاحبون کو اتنا خیال تھا کہ جو حالت پیدا ہو گئی ہے وہ قایم رکھی جائے۔ وہ
سب نعیم کی تمام ملکیت پر منتظم کی حیثیت سے قابض تھے اور مصاحب مگر جبار کے دل پر
بھی قبضہ کیے ہوئے تھے وہ سب نعیم کو سیوان سے چھپرے لائے اور وہان تمام نامی
اطبا اور بڑے بڑے ڈاکٹرون کو معقول رقمین دین اور بظاہر علاج مین نہایت اہتمام
ظاہر کیا۔ اتنے روز تک قید مین رہتے رہتے نعیم مین کچھ آثار جنون پیدا بھی ہو گئے تھے
اچھے خاصے آدمی کو دس آدمی پاگل کہین تو وہ پاگل ہو جاتا ہے۔ نعیم کو تو مہینون گزر چکے
تھے کہ شیر کے پنجرے مین قید تھا۔ پہلے تو وہ غصہ کرتا تھا۔ اور اب یہ قطع تھی کہ کوئی اسکو
پاگل کہتا تھا تو وہ اپنی خوبی تقدیر پر اور نیرنگی زمانہ پر ہنستا تھا۔ اب حکیم نہین حکیم کا باپ بھی
ہوتا تو تشخیص مرض مین غلطی کرتا۔ غم۔ غصہ۔ ناتوانی۔ پریشانی۔ تکلیف۔ روحانی
مصیبتین۔ جسمانی اذیتین۔ ابتدا اُسکی یہ حالت ہو گئی تھی کہ ڈاکٹر کیسی ہی نیک نیتی سے
دیکھنا چاہتا تب بھی شبہ سے خالی کوئی راے قایم نہ کرتا۔ سامنے سے طبیب آیا اور شیخ
نعیم نے شکرادا کر کے۔ آپ پاگل کا ملاحظہ کرنے آئے ہین۔ آئیے اب پاگل کی جگہ دو پاگل
جمع ہو جائینگے۔ کیسا ہی نیک نیت شخص اُسکے پاس جاتا وہ یہی سمجھتا کہ یہ سب
میرے دشمنون سے ساز رکھتے ہین۔ غصے کی حالت مین وہ بیہودہ کلمات ناشایستہ
منھ سے نکالتا تھا اور ایسی بدحواسی ثابت کرتا تھا۔

سیوان ہی مین سل کا عارضہ نعیم کو شروع ہو گیا تھا۔ یہ عارضہ اکثر لاعلاج ہوتا ہے

اور وہ بھی حسب آخر عمر میں ہو۔ جھیپڑے میں سمجھکر وہ بہت جلد مطلق العنان کردیا گیا۔ اسکے ساتھ پاگلوں کا سا برتاؤ نہیں کیا جاتا تھا بلکہ مریضوں کا سا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ اب جبار سے مقابلہ کرنے کی تاب اسمیں نہیں ہی چند روز کا مہمان ہی۔ نہایت پرتکلف مکان۔ سب فرش۔ گاؤ تکیہ۔ قالین۔ اگالدان۔ پیچوان۔ سب چیزیں موقع موقع سے رکھی ہوئی تھین۔ چار آدمی کمربستہ خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ دروازے پر ہر وقت پہرہ تھا۔ دو دو گھڑی کے طبیبوں کی آمد و رفت جاری رہتی تھی نعیم بھی چپکا تماشا دیکھتا تھا۔ ڈرتا تھا کہ کچھ بولنے پر کہین پھر پاگل خانہ تجویز نہ کیا جائے۔ وہ سمجھتا تھا کہ مرنا قریب ہی اور ان موذیوں کے پنجے سے جیتے جی رہائی ممکن نہیں ہی۔ خیر یہ حالت اچھی ہی کہ جان دراعزت اور راحت سے نکلے گی۔ نسخہ دن مین کئی کئی بار بدلا جاتا تھا۔ دوائین ایک سے ایک اعلیٰ تجویز ہوتی تھین۔ لیکن دوا دینے کے وقت ہمیشہ اعلیٰ جز یعنے نسخے کی جان نکال کر پھینک دی جاتی تھی کہ دوا فائدہ نہ کرے۔ سل کے عارضہ مین یوہین امید ــــ نہ تھی۔ اس علاج معکوس نے اور بھی مرض میں ترقی پیدا کی۔ جب یہ اچھی طرح متیقن ہولیا کہ نعیم کی زندگی ممکن نہیں ہی تو حکیموں کا آنا بند ہوا۔ اور جب حکیموں کا آنا بند ہوا تو اب ضرورت خدمتگاروں کی بھی نہ رہی کیونکہ وہ سب باتیں محض نمائش کے لیے تھیں۔ نعیم کو آرام پہنچانا مقصود نہ تھا۔ پھر تو یہ حالت تھی کہ نعیم رات رات بھر گاؤ تکیے سے لگا بیٹھا رہا کرتا تھا۔ کھانستے کھانستے آنکھیں پھول جاتی تھیں۔ تمام فرش میلا مکان گندہ اور بدبودار۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو اگالدان صاف کرے۔ نعیم نے تمام دیوار کو اپنے پھیپڑے کے خون سے رنگین کر دیا تھا۔ جبار کی سنگدلی بھی قابل یادگار ہی کہ وہ ایک دن بھی باپ کو دیکھنے نہیں آیا۔ معصومہ کو روز کی خبر ملتی رہتی تھی لیکن وہ کیا کرسکتی تھی۔ میکے والوں سے بالکل قطع تعلق ہوگیا تھا۔ جبار بھی کبھی اس سے ملتا نہ تھا۔ نعیم ہی کی وجہ سے بھائی بہن میں بھی رنج ہوگیا تھا۔

معصومہ چاہتی تھی کہ باپ سے ملے لیکن وہ سمجھتی تھی کہ بار یاب خدمت نہو سکیگی اسنے اپنے شوہر سے اصرار کیا کہ وہ کوئی صورت نعیم سے ملنے کی پیدا کرے۔ شریف

کچھ سوچ سمجھ کر گھر سے نکلا اور سیدھا جبار کے پاس پہنچا۔ جبار نے اسکو ایک ہی دفعہ
دیکھا تھا یعنے جب یہ بیاہنے گیا تھا۔ لیکن اسکی صورت اُسکے خیال میں تھی دور ہی
سے پہچان لیا اور کچھ محجوب سا ہوا۔ بظاہر تواضع اور تپاک سے پیش آیا لیکن خجالت کے
ساتھ۔ شریف نے جبار سے صاف صاف کہا کہ تم کو باپ کی محبت نہو لیکن تمھاری
بہن کو ماں باپ کی محبت ہی۔ تم باپ کو دیکھنا نہیں چاہتے مگر وہ دیکھنا چاہتی ہی۔ باپ دُو چار
روز کا مہمان ہی۔ وقت جاتا رہے گا اور بات رہجائیگی۔ تم اگر نعیم کی بیوی کو گھر جانے دو
تمھارا کوئی نقصان نہیں ہی۔ میں جانتا ہوں کہ اخروی عذاب و ثواب سے تمکو کچھ
بحث نہیں ہی اور نہ زبان خلائق کی تمکو فکر۔ پھر بھی تم اپنے دل میں سوچو کہ بیٹی
باپ سے دم واپسیں ملنا چاہے اور تم روا نہ رکھو تو کتنا بُرا ہی۔ شریف نے صاف
صاف تقریر کی۔ اور وہ سمجھتا تھا کہ جبار اسکی درخواست منظور کرنے میں تامل نہ کرے گا
لیکن معاملہ کی صورت ایسی تھی کہ جبار کو پس و پیش ہوا اور وہ سمجھا کہ مرتے وقت کوئی تحریر
اپنے موافق معصومہ اپنے باپ سے حاصل کرے تو وقت ہوگی۔ مرض موت کی
تحریر کو کیا وقعت ہوتی ہی لیکن جبار کو اسکے سمجھنے کی عقل کہاں تھی۔ اُسنے بہت زیادہ
پیچدار الفاظ سے رُکتے رُکتے کہا کہ اچھا میں غور کرکے آپکو اطلاع کرونگا۔

شریف جبار کا جواب سُنکر آگ بگولہ ہوگیا اور پیچ کھاکر وہاں سے اُٹھا۔ بالا بالا اپنے
دوست کوتوال شہر کے پاس گیا اور وہاں سے کوئی پچاس آدمی ساتھ لیکر سیدھا اُس
مکان میں پہنچا جسمیں نعیم کا بستر مرگ تھا یا دوسرے لفظوں میں جہاں وہ نظر بند تھا۔
پالکی دروازے پر رکھی گئی اور شیخ نعیم کو اسمیں لا بٹھایا۔ مارے خوف کے محافظ مکان
کچھ بول نہ سکا۔ نعیم ڈرا کہ شاید پھر میرے لیے پاگل خانہ تجویز ہوا۔ اُٹھانے والوں سے
اُسنے کہا کہ بھائیو! کیوں میرے پیچھے پڑے ہو دُو چار روز کا میں اور مہمان ہوں۔ اور اگر
تمکو میرا جینا اتنا بھی منظور نہیں تو زہر کا پیالا پلادو۔ میں آج تک دوا کے ہر پیالے کو
زہر ہی کا پیالا سمجھ کر پیتا رہا کہ کسی طرح بار زیست سے سبکدوشی ہو۔ لیکن نہیں معلوم
تم لوگوں کو مجھے ایذا پہنچانے میں کیا ایسی راحت ہی کہ اس کار خیر کی طرف تمکو بھی توجہ

نہ ہوئی - ایک دن بھی زہر کا پیالا سمجھے نہ پلایا کہ مجکو اس غم سے نجات ملتی "
دو چار سٹ کے عرصہ میں یہ سب باتیں ہوئیں - شیخ نعیم پالکی میں بیٹھے اور
کہاروں نے پالکی اُٹھائی - شریف نے اپنے کو نعیم کے سامنے پیش نہیں کیا - وہ
بڑا ہی شریف النفس تھا - نعیم اُسے دیکھ کر ضرور محجوب ہوتا - اُسکی عالی ہمتی اس نظارے
کو بھی روا نہ رکھتی تھی - پالکی معصومہ کے دروازے پہنچی اور شریف نے آگے بڑھ کر
باپ کے آنے سے بیٹی کو مطلع کیا - باپ کے آنے کی خبر سُنکر وہ بہت زیادہ خوش
ہوئی - لیکن باپ کی ڈراونی صورت دیکھکر لرز گئی - وہ بیماری سے گھل گیا تھا - صرف
ہڈی اور چمڑا رہ گیا تھا - ایسا معلوم ہوتا تھا گویا بانس کی چھڑیوں میں کسی نے کپڑا لپیٹ
دیا ہے - لڑکی دوڑ کر باپ کے قدموں پر آنکھ ملنے لگی - نعیم نے چاہا کہ اُٹھ کر اُسکا سر اُٹھائے
لیکن ضعف نے جو پالکی کے تکان سے اور بڑھ گیا تھا اتنی جنبش کی بھی اجازت نہ دی
جب معصومہ نے سر اُٹھایا تو نعیم مارے شرم کے آنکھ برابر نہ کر سکا - مُنھ پھیرنے کی تو اُسمیں
طاقت نہ تھی اپنے بائیں ہاتھ سے دونوں آنکھیں چھپا لیں اور مُنھ سے کہا "بیٹی! تم نے
ایسی صورت دکھا کر مجھے بہت شرمندہ کیا - مجکو برسوں سے زیست وبال جان ہے - لیکن
اسوقت کی زندگی از حد ناگوار ہے - خدا سے یہی التجا ہے کہ کہیں جلد جان نکل جائے اور
اس کلفت کا خاتمہ ہو - ہائے! جس لڑکی کے ساتھ میں نے شیطانی وسوسوں میں پڑ کر
سب سے زیادہ بُرائی کی آج وہی ایک ہمدرد میری اس دنیا میں ہے - خدایا اپنے بندے
کو تو اسقدر کیوں ذلیل کرتا ہے - موت کو حکم دے کہ وہ جلد میری خبر لے "
معصومہ - (آنکھوں میں آنسو بھر کر) ابّا جان میں آپ کی بیٹی ہوں - آپ نے
مجھ پر بہت کچھ احسان کیا - پالا - پرورش کیا - بیاہ دیا - رسم دُنیا کے مطابق چلتے وقت
جہیز بھی ساتھ کر دیا - آپ نے تو سب کچھ کیا - لیکن مجکو مقدر نے ایسا موقع نہ دیا کہ میں
آپ کی خدمت کرکے کچھ بھی آپ کے احسانوں کا بدلا اُتارتی -
نعیم - بیٹی! ان اقوال سے میرا دل نہ دُکھاؤ - مجھ سا ظالم - شقی - بدبخت اور
کج رائے دُنیا میں دوسرا نہ ہوگا - میں نے دُنیا میں بہت معصیتیں کیں - اور خدا سے

امید ہی کہ وہ میرے گناہوں کو بخشدے گا۔ گو حق العباد بخشا نہیں جاتا۔ میری گردن پر سیکڑون ہزارون بیگناہوں کے حقوق ہین۔ خدا قادر مطلق ہی تو کوئی نہ کوئی صورت نکال ہی لیگا۔ اُسکا بحر رحمت جوش مین آیا تو مین ترجاؤنگا۔ لیکن مجھے شرم آتی ہی کہ جس خدا کو مین منصف نہین سمجھا اُس سے انصاف کی امید کرون تو کس دل سے کرون۔ مین جسکو عادل نہین سمجھا اُس سے عدل کا خواہان ہون تو کیونکر۔ مین نے جسکو اپنے سے بھی کم ذی خرد سمجھا کس مُنھ سے اُسکے سامنے کوئی تمنا پیش کرون افسوس ہزار افسوس۔ حیا کم بخت کو اپنی کل دولت دیتے وقت۔ اے توبہ وہ کمبخت نہین بلکہ مین کمبخت ہی میرے دل مین تمھارا تصوّر آیا اور یہ بھی خیال آیا کہ خود خدا نے تمھارا حصہ قرآن مین مقرر کر دیا ہی۔ جس روز تم نے میرے گھر مین جنم لیا اُسی روز خدا نے میری جائداد مین تمکو حصہ دار کر دیا تھا یعنے یہ ٹھہرا دیا کہ زمانہ نابالغی تک تمھاری پرورش میری دولت سے متعلق ہی اور پھر میرے مرنے کے بعد تم زندہ رہیں تو کم سے کم ایک جز کی ضرور مالک ہوگی۔ مین نے بہت سوچا اور کہیں سے احکام الٰہی مین کوئی تاویل کی گنجائش نہ دیکھی۔

اسکے بعد نعیم کی زبان تھوڑی دیر تک بند رہی۔ ضعف کی وجہ سے وہ تھک گیا تھا تھوڑی دیر کے بعد پھر بولنا چاہا تو معصومہ نے منع کیا اور کہا۔ اَبّا جان آپ ناحق اپنا دل خراب کرتے ہیں۔ چُپ ہی رہیے۔

نعیم۔ نہین بیٹی اسوقت مجھ سے اور خدا سے باتیں ہوتی ہیں۔ تم دخل نہ دو اپنے گناہوں سے منفعل ہو کر توبہ کر لون۔ مین جانتا ہون کہ اسوقت کی توبہ قبول نہین ہوتی لیکن مجھے اپنی الیسی توکر لینے دو۔ ہاے شیطان کمبخت تمھارے حقوق کی طرف سے چشم پوشی کرنے پر مجکو مجبور کرتا تھا۔ بالآخر شیطان نے میرے قلب کو دالیا اور میری آنکھیں بند کر دین۔ میری عقل پر پردہ پڑ گیا۔ مین نے یہ خیال کیا کہ خدا نے عورتوں کو جائداد میں حصہ دلوانے کا حکم نہایت بے انکلی سے صادر کیا ہی۔ اُسوقت میرے دل کی یہ کیفیت تھی کہ اگر میرا بس چلتا تو اِن تمام احکام کو جو اسکے متعلق ہین

قرآن سے محو کردیا۔ جس خدا کی شان میں میں نے ایسی بے ادبی کی اُس سے کس منھ سے خواستگار معافی ہون۔ مین تو سو مرتبہ توبہ کرون لیکن وہ مجھ ایسے ضعیف الایمان قابو پرست خود غرض بندے پر کچھ توجہ بھی کرے گا؟ مجکو امید نہین ہی کہ وہ کچھ بھی توجہ کرے - میرا کوئی ملازم اس سے کہین چھوٹی خطا کرتا تو مین ہرگز معاف نہ کرتا مین کیسے سمجھون کہ وہ اتنی بڑی خطا کو بھول جائیگا۔ دم رُکتا ہی بولا نہیں جاتا۔ مجھے جتنا کہنا ہی اُسکا عشر عشیر بھی تو نہین کہا گیا۔ اب تک زبان پر قابو تھا اب اسپر بھی نہ رہا۔ مین نے اتنی باتین کیں تو معلوم ہوتا ہی کہ پھیپھڑہ کھنچ کر منھ کو چلا آتا ہی۔

معصومہ۔ آپ اپنا دل چھوٹا نہ کیجیے خدا میں سب قدرت ہی۔ سچے دل سے اُسپر بھروسا کیجیے۔ آپ نے میرے ساتھ کوئی قصور نہین کیا اور اگر کیا بھی تو مین اسکو معاف کرتی ہوں۔

نعیم۔ بیٹیا۔ وہ قصور ایسا نہیں ہی جسکو تم معاف کرسکو۔ اب میری کچھ شنوائی بھی نہ ہوگی۔ مین کہون تو کیا کہوں۔

معصومہ۔ ابّا جان یہ خیالات دل سے نکالیے۔ خدا پر بھروسہ کیجیے۔ وہ قادر مطلق ہی۔ سب کچھ کرسکتا ہی۔ خاطر جمع رکھیے۔

نعیم۔ میں سمجھتا ہوں لیکن بات میرے اختیار کی بھی ہو۔ میں اپنے خیالات کو جتنا یکجا کرنا چاہتا ہون وہ پراگندہ ہوتے جاتے ہیں۔ کسی طرح میرے قلب کو اطمینان اور خاطر کو تسکین نہیں ہوتی۔ جبّار نے جو سلوک میرے ساتھ کیا وہ بھولنے کے لائق تھا لیکن اسوقت وہ بھی میرے دل سے محو ہی۔ میرا معاملہ اسوقت خدا سے ہی جس پہلو سے دیکھتا ہون مین اپنی حالت سقیم پاتا ہون۔ کسی قسم کا خیال یا تمنا میرے دل مین نہین ہی۔ بس صرف یہ ڈر ہی کہ خدا کے سامنے کیا منھ دکھاؤن گا۔

یہ کہکر نعیم بیہوش ہوگیا۔ تمام گھر کے لوگ اُسکی طرف متوجہ ہوئے۔ معصومہ کا بیٹا نصیر بھی وہان کھڑا تھا۔ سب کے سب نعیم کی خدمت مین مصروف تھے۔ کوئی تلوا سہلاتا تھا۔ کوئی سر تھامے ہوئے تھا۔ ایک کھڑا السحلہ سونگھا رہا تھا۔ دوسرا سورہ لیسین پڑھ

رہا تھا - اسکی غشی کا دوسرا رنگ تھا - سب سمجھے کہ اسکا آخیر وقت آگیا - لیکن ابھی رشتہ
حیات باقی تھا - ضعف سے غشی تھی - یا کی کا کان تو تھا ہی باتین کرنے اور رونے سے طبیعت
زیادہ سُست ہوگئی - کوئی پاؤ گھنٹہ تک نعیم دم بخود پڑا رہا اُسکے بعد اُسنے آنکھیں کھولیں
آنکھوں کا کھلنا تھا کہ کھانسی نے زور کیا اور کھانسی کے ساتھ ہچکی شروع ہوگئی - خدا اس
گھڑی کی سختی آسان کرے - دشمن بھی یہ دن نہ دیکھے - دس بجے رات سے اذان
صبح تک جو کرب نعیم کو تھا وہ بیان سے باہر ہے - ہاتھ پٹکتا تھا - پاؤں کو جنبش تھی - کبھی ہاتھ
پیشانی پر ہوتا تھا اور کبھی تکیہ پر - کروٹ بدلنے کی تو طاقت نہ تھی لیکن جسم کی جنبش سے
صاف ظاہر تھا کہ اُسے کسی کل آرام نہیں ہے - منہ سے کچھ آواز نکلتی تھی اور بمشکل سُنائی
دیتی تھی تو وہ صرف اسقدر کہ "خدایا مجھے اس دن کی حسرت تھی" دونوں ہاتھ برابر کرکے
وہ کچھ دعا مانگنا چاہتا تھا لیکن ہاتھوں مین اتنی قوت کہاں تھی کہ وہ کام دے سکتے
جن ہاتھوں سے ہزاروں بُرائیاں کیں - سیکڑوں کے حقوق غصب کیے بیسوں کو
اذیتیں پہنچائیں آج وہ اتنے بھی نہیں ہیں کہ دعا مانگنے میں ذرا سا ساتھ دیدیں -

شدت ضعف سے امید دعا قطع ہوئی
ہاتھ اُٹھاؤں تو اُکھڑ جائے کلائی میری

نفس اسقدر چڑھا ہوا تھا کہ سیکڑوں قدم تک آواز جاتی تھی - پلنگ کی چادر تمام تھوک
سے بھر گئی تھی - رگڑتے رگڑتے ایڑیاں چھلی ہوگئی تھیں -

صبح ہوتے ہوتے نعیم نے دم توڑا - اور تمام تعلقات دُنیا کے چھوڑے - جتنے مدعا
داغ روح میں آگئے تھے ساتھ گئے -

قد مضت لذاتہ والاثم حل

مد کرداریون کی لذتیں جاتی رہیں گناہ رہ گئے - دنیا کی دولت دنیا میں رہی
لیکن حصول دولت مین جو معاصی سرزد ہوئے تھے وہ ساتھ ساتھ بلکہ دو قدم آگے
آگے چلے - دنیا کی کسی خوشی نے ساتھ نہیں دیا بلکہ اس ناپائدار خوشی کے لیے جو
اخلاقی بُرائیاں نعیم نے کی تھیں وہ اس طرح روح کے ساتھ تھیں جس طرح عرض کے

ساتھ جوہر اور جوہر کے ساتھ غرض نعیم کے ساتھ جو معاملہ آخرت کا گذرا اُسکی خبر تو
معلوم نہین ہوسکتی۔ لیکن دنیا مین اپنے افعال کی وجہ سے جو شہرت اُسنے چھوڑی
اُسکی بدولت وہ آج شیطان کے نام سے زیادہ چھپرے کے ضلع مین مشہور ہے۔ شریف
نے نعیم کی تجہیز و تکفین کی۔ جبار دفن کرنے مین بھی شریک نہ ہوا معصومہ کو بھی باپ کے مرنے کا
کچھ ملال نہین ہوا۔ صرف اسلیے نہین کہ باپ کے ساتھ اُسکو چندان موانست نہ تھی بلکہ
اسلیے بھی کہ جس حالت میں اُسنے باپ کو دیکھا تھا اُس سے مرجانا کہیں اچھا تھا۔
جبار نے باپ کا مرنا سُنکر صرف اتنا کہا کہ "اچھا ہوا۔ جھگڑا چھوٹا"۔ بیٹے اور بیٹیون کی
یہ کیفیت تھی تو اغیار جنکو اکثر اُسکے ہاتھوں سے اذیتیں پہنچتی رہتی تھیں اسکے مرنے
سے کیوں خوش نہ ہوتے۔ اگر کسی کو اُسکے مرنے کا رنج تھا تو صرف اس خیال سے کہ
کچھ دنوں وہ اور اس حالت مین رہتا تو اچھا ہوتا۔ غرضکہ نعیم مرا اور نہایت بُری
موت مرا۔ ایک متنفس بھی اُسکے مرنے پر افسوس کرنے والا نہ تھا۔

جبار کی حالت سے کوئی زیادہ بحث کرنا نہیں ہے۔ نعیم کے بعد صرف آٹھ دس
برس تک وہ زندہ رہا۔ مرنے کے قبل وہ اپنی تمام جائداد بیچ چکا تھا۔ نعیم نے بیٹے کو
جائداد دیکر بقاے نام کی صورت سوچی تھی لیکن اُسکے مرنے کے پانچ چھ برس کے اندر
ہی اندر ایک جائداد بھی اُسکے لڑکے کے پاس نہ رہگئی۔ جب مفلسی نے جبار کو بہت زیادہ
ستایا اور زیادہ تر تکلیف تو اسکو یہ تھی کہ دو تین روپیہ روز اُسکو شراب کے لیے درکار تھے
اور وہاں حالت یہ تھی کہ نان شبینہ کا بھی ٹھکانا نہ تھا۔ سسرال والون کی یہ کیفیت تھی کہ
وہ اسکے نام سے کانوں پر ہاتھ دھرتے تھے۔ اور اسکو بھی بی بی سے ایسی نفرت تھی کہ
بی بی کے نام سے اسکو بخار آتا تھا۔ یہ کوئی تعجب نہیں ہے۔ جب کسی کے برے دن آتے
ہیں تو اسکے اسباب بھی جمع ہو جاتے ہین۔ عقل پہلے سلب ہوتی ہے پیچھے افلاس آتا ہے۔
جبار سے کوئی رنج معصومہ کو نہ تھا اور رنج ہوتا بھی تو عورتیں اپنے نرم نازک اور بھولے بھالے
دل میں کسی کی برائی بہت دیر تک ٹھہرنے نہیں دیتیں۔ جبار نے اپنے برے دن میں
بہن سے اعانت چاہی تو اُسنے اپنے چھوٹے بھائی کی خبرگیری نہایت مسرت سے

سے سلوک کی - تمام ضروری سامان معصومہ مہیا کر دیتی تھی - شراب خواری اور اسکے لوازمات کے بہم پہنچانے کے لیے جبار کچھ دست درازیان کرتا تھا اور معصومہ مساعدت کرجاتی تھی - کچھ دنون تک یون بھی جبار نے زندگی کے دن پورے کیے - آخر کثرت بادہ خواری سے جبار مختلف امراض مین مبتلا ہوا اور رباب کے پاس شکایت کرنے چلا کہ "آپ نے مجھے ایسی تعلیم نہین دی تھی کہ آپ کے بعد زیادہ دنون تک مین دنیا میں رہ سکتا" نعیم کے خیال کے مطابق تو جبار کے مرتے ہی اُسکے خاندان کا چراغ گُل ہوجانا چاہیے تھا - مگر فی الواقع معصومہ کے بیٹے نصیر کی بدولت عرصہ تک اُسکا نام دنیا میں قایم رہا -

باب ۳

نصیر

خدا کی قدرت کہ نصیر نے اخلاقی امور مین شریف ایسے شریف النفس باپ کی پیروی نہ کی - نانا کا پیرو ہوا - نانا کی زیارت اسکو نصیب ہو چکی تھی - اور اُسکے مرنے کے بعد تو روز تو اُسکا چرچا سُنا کرتا تھا -

نصیر کے ہوش سنبھالنے پر زمانہ بہت کچھ ترقی کر چکا تھا - جُہلا جنکو معلوم نہین ہے کہ مذہب کیا چیز ہے شروع شروع کہتے تھے کہ نئی تعلیم مخرب اخلاق اور مخرب مذہب ہے - لیکن تجربہ سے ثابت ہوا کہ ایسا کہنا بالکل غلط ہے - یہ سوچا گیا تھا کہ نئی تعلیم سب کو لا مذہب کر دے گی لیکن ہندوستان میں ہرگز ایسا نتیجہ ظاہر نہین ہوا - یونیورسٹی سے جب طالب گریجویٹ ہوکر نکلتے ہین تو اپنے مذہب کی بڑی قدر کرتے ہین - ہندو اپنے تمام رسوم و رواج کو دلیل اور توجیہ سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہین - مسلمان اپنے بزرگان دین کے اعمال و افعال کے سُننے اور اُسکو سراہنے کی طرف ساعی ہوتے ہین - تعلیم یافتہ گروہ نے گویا اپنے مذہب کے چمکیلے ذرّوں کو خاک جہالت سے چننے اور صاف کرکے علیحدہ جمع کرنے کی کوشش کی - موجودہ گورنمنٹ سے صرف پولیٹیکل حالت ہی کو ترقی نہین ہوئی بلکہ مذہبی خیالات پر بھی اچھا اثر پڑا -

کہ بے علم نتوان خدارا شناخت

اب خدا کو بت کی صورت میں ایک بے انتہا قوت والی وہمی شئی سمجھ کر اسکی پوجا کرنے والے تو ضرور کم ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن خدائی کو نظر معرفت سے دیکھ کر سچے دل سے اسکے احکام کے ماننے والے اور شوق سے اسکی بندگی کرنے والے روز روز بڑھتے جاتے ہیں۔ نئی تعلیم سے انسان وہ باتیں سیکھتا جاتا ہے جسکی تعلیم مذہب اور بالخصوص مذہب اسلام کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہاں علوم جدیدہ اور علوم قدیمہ [illegible] جاتا ہے۔ علم کوئی شئی نہیں ہے جب تک وہ حاصل نہ کیا جائے اس زمانہ میں جو حیثیت علوم کی [illegible] تھا۔ جو کچھ برکت ہے حصول علم کی ہے کہ اس علم کو کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ زمانہ قدیم زمانہ سے اچھا ہے۔ وہ زمانہ جب علوم بڑی محنت سے حاصل ہوتے تھے سب سے اچھا [illegible] ہوتی تھی۔ بہر حال نصیر نے کہیں اچھے زمانہ میں نصیر نے نشو و نما پائی تھی۔ اس روشنی زمانہ کی ابتدا نصیر کی جوانی ہی میں شروع ہوگئی تھی۔ اور اسلیے گو اسکو نانا کے خیالات کی طرف رجحان تھا۔ لیکن زمانہ کی کشش نے اُدھر اُسکو پورے طور پر مائل ہونے نہ دیا۔ بیس بیس رہگیا زمانے کے ساتھ ساتھ اسکے خیالات بھی بھلائی کی طرف ترقی کرتے رہے۔ اسکا بیٹا کسی قدر رفتار زمانہ سے مخالفت کرتا تھا اپنے باپ کو گمراہی کی طرف پھیرنا چاہتا تھا لیکن قوم کے خیالات میں تبدیلی پیدا ہوگئی تھی اسلیے جبار کی طرح اسکو کامیابی نہ ہوئی۔ مجاہد الیاس پیر و مقابلہ کو اُٹھ کھڑا ہوا اور مجاہدین فی سبیل اللہ میں نام لکھوا کر ہمیشہ کے لیے اپنا نام زندہ چھوڑ گیا۔

نصیر کا مزاج بعض بعض باتوں میں نانا سے ملتا جلتا تھا لیکن وہ نانا کے قدم بقدم نہ چل سکا۔ وہ کسی قدر ردی عقل تھا زمانہ ترقی کر چلا تھا۔ وہ حالت زمانہ کے ساتھ موافقت کرنے پر مجبور تھا۔

نصیر نے ہوش سنبھالتے ہی چمڑے کی تجارت شروع کی۔ اُسوقت اس تجارت میں بہت فائدہ تھا۔ باپ ہی کی دولت سے اسنے تجارت بڑھائی تھی۔ لیکن خدا کی قدرت کہ باپ کو دو چار ہزار روپیہ سال میں پیدا کرنا مشکل ہوتا تھا اور اسنے تین برس میں

پچاس ہزار روپیہ منافع میں پیدا کیے اور پھر اُس سے مختلف شاخیں تجارت کی قایم کین جس سے دس برس کے اندر وہ کئی لاکھ کا آدمی ہوگیا۔ اتفاق سے بقایا مالگزاری کی علت میں ایک ہندو راجہ کا تعلقہ ضلع چمپارن میں نیلام ہوتا تھا اسے اسنے خرید لیا۔ اب تجارت چھوڑ کر زمینداری پیدا کرنے اور اسکے بڑھانے کی طرف اسکی توجہ ہوئی۔ شریف دیکھتا تھا کہ نصیر کی نظرون میں اُسکی کچھ بھی عزت نہیں ہے لیکن وہ کنارے کنارے رہتا تھا۔ نصیر کے معاملات میں وہ کچھ دخل نہ دیتے۔ تھوڑے دنوں میں شریف اور معصومہ نے انتقال کیا۔ والدین کے مرنے کی نصیر کو نہ خوشی ہوئی اور نہ رنج ہوا۔ وہ نشہ دولت مین ایسا مست تھا کہ اپنے بیگانے کا اسکو کچھ خیال نہ تھا نصیر کا بیاہ ایک متمول شخص کی لڑکی سے ہوگیا تھا۔ بی بی کے ذریعہ سے بھی کچھ دولت اُسکے ہاتھ آئی تھی۔ دولت اور ثروت کے اعتبار سے قرب وجوار کے دو چار ضلعون میں یہ اپنا ثانی نہین رکھتا تھا۔

جب اسکی عمر ۵۰ - ۶۰ برس کی ہوئی تو اسکے خیالات نے نانا کے خیالات کی پیروی شروع کی۔ السعید من وعظ بغیرہ۔ لیکن اسمیں یہ سعادت کہان تھی کہ غیر سے نصیحت حاصل کرتا۔ اپنے نانا کی ذلتین یہ دیکھ چکا تھا۔ پھر بھی اُسے عبرت نہ ہوئی لیکن خیریت تھی کہ اب زمانہ بدل چلا تھا۔ تمام ملک مین انگریزی تعلیم پھیلی ہوئی تھی۔ اس تعلیم نے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے صرف انگریزی زبان اور علوم جدیدہ ہی نہیں سکھلائے تھے بلکہ اس سے ہندوؤں اور مسلمانون میں مذہبی باتیں سُننے اور سمجھنے کا شوق پیدا ہوگیا تھا اور اس طرح قوم مین کچھ جان آچلی تھی۔ جہالت اور تاریکی رفع ہو رہی تھی۔ نصیر کو اپنا مطلب حاصل کرنا اُتنا آسان نہ تھا جتنا کہ نعیم کو تھا۔ نصیر اپنے نانا کی چال پر چلنا اپنا خاندانی شعار جانتا تھا اور زمانہ اُسکو اپنے رنگ میں رنگنا چاہتا تھا۔ اس دو عملے مین بس بیچارے نصیر کی بہت بے آبروئی ہوئی اور بڑی بڑی زحمتیں اسے اُٹھانی پڑین کچھ تو خود اسکی دلی کمزوری کے سبب سے اور زیادہ تر اسلیے کہ اسکے بیٹے کلیم نے اتفاقات سے طبیعت وہ پائی تھی جو سو برس پہلے مناسب وقت تھی لیکن اسوقت تو بالکل مخالف

وقت تھی۔

نصیر نے چھپرے مین مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔ جب وہ ساٹھ سال کی عمر
میں پہنچا تو دو لڑکے جوان اسکے گھر میں تھے۔ ایک بڑا لڑکا کلیم بیاہا گیا تھا اور صاحب
اولاد بھی ہوگیا تھا۔ لیکن دوسرا سلیم بے بیاہا تھا۔ نصیر کو سلیم کے بیاہنے کی زیادہ فکر
نہ تھی لیکن سلیم سے دو برس چھوٹی لڑکی فہیمہ اٹھارہ برس کی ہوچکی تھی اور کہین سے
نسبت کے رقعہ نہین آئے تھے۔ فہیمہ کے بیاہ کی بڑی دقت تھی۔ نصیر جسکو چاہتا وہ
اسکے خاندان کے دستور سے گریز کرتا۔ کچھ ایسے بھی تھے جنکو نصیر اسلیے پسند نہین کرتا
تھا کہ وہ بیاہ کے بعد اپنے روٹی کپڑے کا بار بھی نصیر ہی پر ڈالنا چاہتے تھے اور نصیر
نانا کی سنت پر چلنا چاہتا تھا یعنے وہ لڑکی کو ایسی جگہ بیاہنا چاہتا تھا کہ پھر لڑکی سے کوئی
تعلق باقی نرہے گھر سے وہ اس طرح دور کی جائے جس طرح دودھ سے مکھی۔ فہیمہ کے
چند خواستگار ایسے بھی تھے جو نصیر کے سر نہ ہوتے لیکن اُنکے انداز ایسے نظر آتے تھے
کہ انکے انجام بُرا نظر آیا۔ نصیر کوئی بڑا لائق داماد نہین چاہتا تھا۔ کوئی بیکار ولا بھلا اسیدھا
جاہل مطلق داماد کھانے بیٹنے سے خوش اسکو ملجاتا تو بہت خوش ہوتا۔ ایسا متمول
خاندان بھی وہ نہیں ڈھونڈھتا تھا جو اس سے مقابلہ کرنے کی تاب رکھتا۔ جستجو مین
اتنی بہت سی قیدیں ناکامی تک منتج ہوتی تھین۔ لڑکی ۱۴ برس کی تھی اسوقت سے
اٹھارہ برس کی عمر تک نصیر اسکے لیے شوہر تلاش کرتا رہا لیکن کہیں بات پکی نہین
ہوئی۔

اتفاق سے ایک کوٹھی شورے کے کاروبار کی چھپرے مین قایم ہوئی مرشدآباد
سے ایک نوجوان محمد متین نام منیجر مقرر ہوکر آیا سو روپیہ اسکی تنخواہ تھی اور علاوہ اسکے
تجارت مین وہ دو آنے کا حصہ دار بھی تھا۔ نصیر کے مکان کے پاس ہی اُسنے مکان
لیا اور نصیر سے رسم ملاقات بڑھتی گئی۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ نصیر ہی کے مورث
اعلیٰ کی نسل سے ہے۔ نصیر کے پردادا کا ایک بھائی شاہی فوج کے ساتھ مرشدآباد
چلا گیا تھا اور وہیں بس گیا تھا۔ مولوی متین اُسی کی نسل سے تھے جبھی باتین نصیر

ڈھونڈھتا تھا بجز جہالت کے وہ سب انمین موجود تھین - مولوی متین بڑے ہوشیار بڑے مدبر - عالم باعمل متحمل منکسر المزاج اور غیور تھے - ایک بھلے مانس مین جتنے اوصاف چاہییے سب انمیں موجود تھے -

مولوی متین نے تمام عمر کوئی کام بے دانستی کا کیا تو وہ صرف یہ تھا کہ فہیمہ سے بیاہ کرنے پر راضی ہوگئے - کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس امر نے انکو ایسا کرنے پر مجبور کیا - مولوی صاحب مین ذرا طمع نہ تھی اسلیے محمد نصیر کے تمول نے کچھ بھی سفارش نہ کی ہوگی - وہ طامع ہوتے تو جب بھی دو چار مہینے تک نصیر کے محلہ مین رہکر یہ تو ضرور سمجھ جاتے کہ اِن تلوں تیل نہیں ہے فہیمہ ایسے محاسن اخلاق یا صورت شکل میں کچھ مشہور نہ تھی کہ متین غائبانہ دل دے بیٹھتا - نہین معلوم وہ کیون نصیر کے جال مین آپھنسا - ہان متین میں مروت بہت تھی - نصیر نے قرابتہائے سابقہ یاد دلا کر اور کچھ جھوٹا سچا ظاہری تپاک کر کے اُسے رام کر لیا ہوگا بہر حال وہ کسی طرح پھنس گیا اور نصیر کے گھر سے تعلق پیدا کرتے ہی اُسکے تمام اوصاف آدھے رہ گئے - صحبت میں بڑا اثر ہے - تعلق زناشوی سے ایک نئی دنیا شروع ہوتی ہے - بیبیون کی وجہ سے شوہرون مین اور شوہرون کی وجہ سے بیبیون مین انقلاب عظیم واقع ہوتا ہے - متین جب تک زندہ رہا وہ اس غلطی پر تاسف کرتا رہا - اپنی خوبیون مین زوال اور اپنے کمال میں صریح نقصان دیکھتا تھا اور دل ہی دل مین کہتا تھا کہ خودکردہ را چہ علاج اور نہایت صبر سے تمام زحمتون کا مقابلہ کرتا تھا -

شروع شروع بی بی کو طلاق دینا بہت آسان تھا - لیکن یہ بھی اُسکی کریم النفسی اور فرو تناعت کی دلیل تھی کہ وہ طلاق کو عمدہ سے عمدہ علاج سمجھتا تھا لیکن کبھی اس پر آمادہ نہین ہوا اور یہ حالت بھی تھوڑے ہی دنون تک قایم رہی - مرغ نو گرفتار کی طرح وہ کچھ دنون قفس مین اُچھلا کودا - پھر کثرت اولاد شروع ہوئی اور اب طلاق جو عمدہ سے عمدہ شرعی علاج تھا اسکے نیے مرتبے سے مُبرا ہو گیا اور ناچار اسکو تمام عمر فہیمہ کا ساتھ دینا لازم آیا - مکھی کتنی ہی اُچھلے کودے لیکن مکڑی کے جالے مین پھنس کر چھوٹ نہین سکتی فہیمہ مین کوئی عیب شرعی نہ تھا لیکن متین ایسے متین اور سلیم الطبع شوہر کے

لیے وہ بے تکلف وہاں جاتی تھی وہ نیک تھی اور باحیا تھی خلقت اسکی بُری نہ تھی صرف تربیت بُری تھی۔ نصیر کے گھر میں اس نے پرورش پائی تھی یہی عیب تھا اور بڑا عیب تھا نصیر کو اپنی بی بی سے کچھ بھی اُنس نہ تھا انتظام خانہ داری نصیر کا بہت بُرا تھا فہیمہ کی تعلیم کی طرف نصیر نے توجہ نہیں کی تھی۔ تعلیم نسوان کا چرچا تمام ہندوستان میں تھا لیکن نصیر نے اسکا رواج دینا پسند نہیں کیا۔ نصیر کے کنبے کا کوئی دوسرا چھیرے میں نہ تھا ماں اور باپ کے سوا اور کوئی فہیمہ کا ملنے والا یا اُسکا معلم نہ تھا۔ اور اِن دونوں کی صحبت میں وہ بیچاری کچھ بھی سیکھ نہ سکتی تھی۔

متین بڑے باپ کا بیٹا اور بڑے ذی علم خاندان اور نیک نام گھرانے کا نوجوان تھا۔ اسکا باپ مرچکا تھا اور شادی بیاہ کے متعلق خود اسکو تجربہ کم تھا۔ باپ زندہ ہوتا تو ہرگز اُسکو نصیر کے گھر بیاہتا

متین کو بازلیست اس غلطی پر افسوس رہا۔ لیکن از ماست کہ بر ماست سمجھ کر صبر کرتا رہا۔

اپنے گھر والوں کے ساتھ متین کا برتاؤ کیسا تھا یہ اس کتاب میں دکھانا مقصود نہیں ہے یہاں صرف اُن معاملات کا ذکر کرنا ہے جو کلیم کی فرط ذہانت سے نصیر اور متین کے درمیان پیش آئے۔ متین نے سسرال والوں سے کبھی کسی قسم کی طمع ظاہر نہیں کی تھی۔ اُسنے اپنی سیرچشمی کی وجہ سے نصیر کے دل میں جگہ بھی پیدا کرلی تھی متین سے نصیر محبت ضرور کرتا تھا لیکن سوکھی ساکھی پھیکی۔ بدمزہ۔ نصیر چاہتا تھا کہ ایک پیسہ فضول خرچ نہ ہو اور کلیم خود کو باپ کا حصہ دار سمجھتا تھا۔ متین ان جھگڑوں سے بالکل بے تعلق رہنا چاہتا تھا۔ شروع شروع کلیم سے نصیر کچھ کشیدہ خاطر رہنے لگا اور متین سے رسم ملاقات بڑھنی گئی۔ متین کے استعانے کلیم کو دلیر کیا اور نصیر کے سکوت بیجا نے اسکو اور ناحق شناس بنایا۔ اس طرح کلیم کی طبیعت بڑھتی گئی اور بالآخر اسکو یہ خواہش پیدا ہوئی کہ باپ کی تمام دولت کا میں تنہا مالک رہوں تو اچھا۔

نصیر کا چھوٹا بیٹا سلیم ہمیشہ دلی میں رہا اور علما کی صحبت میں تحصیل علم کرتا رہا کلیم شروع سے گھر ہی رہا اور ہر طرح اسکو معاملات میں مداخلت کا موقع حاصل تھا۔ باپ کی کل دولت

کلیم اپنی سمجھتا تھا۔ سلیم بالکل گھر سے بے واسطہ تھا پھر بھی وہ کچھ نہ کچھ خرچ کا طالب ہوتا ہی تھا۔
نعیمہ اور متین سے البتہ نصیر بظاہر خوش تھا کہ اُنھوں نے نصیر سے کبھی کوئی امید نہیں رکھی
تھی متین کے ایما سے نعیمہ نے جہیز کی تمام چیزیں باپ کو واپس کر دیں۔ زیورات جو
رسم دنیا کے طور پر نعیمہ کو میکے سے ملے تھے نعیمہ نے انمیں سے ایک بھی نہ لیا۔ نصیر آخر
نعیم کا نواسہ تھا۔ یہ ادائیں اسکو بہت پسند آئیں۔ یہ چیزیں قلت کی وجہ سے واپس آئیں اور
نصیر نے اسکو داماد کا فرط استغنا تصور کیا۔

نصیر دوسروں کے لیے دولت جمع کرنے کو مخلوق ہوا تھا نہ وہ کھاتا تھا اور نہ کسی کو کھلا سکتا تھا
خلیق تھا۔ وضعدار تھا۔ بردبار تھا۔ ان اعتبارات سے وہ بہت اچھا تھا۔ ضرورت سے زائد
قوت اشتغالیہ اسکے دماغ میں تھی۔ یہی ایک عیب تھا اور ایک دوسرا عیب اور بھی تھا کہ وہ عمر
وہ اچھی صحبتوں سے بے بہرہ رہا تھا۔ اخیر اخیر وہ کلیم سے بہت دل آزردہ ہوگیا تھا۔ اس کے
مصارف سے وہ گھبراتا تھا اور بڑی تکلیف اُسکو یہ تھی کہ کلیم اسکی تمام دولت سے مستفید ہوتا تھا
اور پھر بھی ناسپاس اور غیر ممنون رہتا تھا۔ نصیر کو یہ خیال ضرور تھا اور یہ اسکے دل کی محض کمزوری
تھی کہ جو جائداد اور سرمایہ میرا کلیم کے پاس رہ جائیگا وہ فی الواقع میرا ہی ہوکر رہے گا اور میرے مرنے
کے بعد اسی ذریعہ سے میرا نام دُنیا میں قایم رہیگا۔ نعیم بھی انھیں خیالات کا تھا۔ لیکن اُس وقت
زمانہ تاریک تھا۔ اب روشنی کے زمانہ میں یہ خیالات بعید از فہم سمجھے جاتے تھے اور نصیر کے ہمخیال
اسوقت کم لوگ باقی رہے تھے۔ ان باتوں سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ نصیر اور کلیم میں
اگر مخالفت تھی تو اُسکی کیا کیفیت تھی۔ اور موافقت تھی تو اسکی کیا نوعیت تھی۔

کلیم اپنی پیدایش سے متین کو اپنا بدخواہ سمجھتا تھا۔ حالانکہ نصیر کی طبیعت ایسی نہ تھی
جسمیں کسی کو بھی دخل ہوتا۔ وہ اپنی رائے کا پکا اور خیال کا مضبوط تھا۔ متین کے لیے جہاں
سب زحمتیں تھیں وہاں کلیم کی مزاجداری کا خیال بھی تھا۔ کلیم کی مزاجداری میں وہ جتنا ہی
انکسار صرف کرتا تھا اُتنا ہی کلیم اس سے نفور ہوتا تھا۔ متین اور نعیمہ کی طرف سے ارتباط میں جتنا
مبالغہ اور اہتمام کیا جاتا تھا اُتنی ہی کلیم کی نفرت بڑھتی جاتی تھی۔ نعیمہ کے برتاؤ سے چاہئیے تھا
کہ کلیم کے دل میں محبت پیدا ہوتی۔ بہن کو وہ عزت کی نگاہ سے دیکھتا۔ لیکن وہاں

نتیجہ برعکس پیدا ہوا۔ بجاے محبت کے عداوت ہوئی اور عزت کے بدلے ذلت بڑھی۔ وہیمہ بھائی اور بھائی کی اولاد پر جان دیتی تھی۔ وہ خود کثیر الاولاد تھی اُسے اپنے بچّون سے فرصت نہ تھی۔ باانہمہ وہ کچھ وقت اپنا کلیم کے بچون کی خدمت مین ضرور صرف کرتی تھی۔ بھائی کے بچّون کی دودھ پلانے والی دائی بیمار ہوجاتی یا کہین چلی جاتی تو اپنے شوہر کی خلاف مرضی خدا کی گنہگار رہوکر خود اپنا دودھ پلا پلا کر اُنکو پالتی۔ لونڈیان یا ماماٸین جہان اس طرح جان نثاری سے خدمت کرتی ہین وہان مالکون کے دلمین جگہ پیدا کرلیتی ہین۔ لیکن کلیم کی حمیت کبھی اِن باتون کو خاطر مین نہ لائی۔ کلیم کا قصور کم ہو۔ زیادہ قصور نصیر کا ہو جس نے کلیم کو یہ سبق نہ پڑھایا تھا کہ بھائیون کو بہنون سے کیونکر ملنا چاہیے۔ خود نصیر حق پدری ادا کرنے مین صریح کوتاہی کرتا تھا تو کلیم جو باپ سے عقل و فراست مین کم تھا بھلا کب اِن باتون کی طرف توجہ کرتا۔ افسوس کلیم کی نظر دن مین ماماؤن کی سی عزت بھی بہن کی نہ تھی۔ اِسنے اپنے باپ سے یہ سبق ہی نہین پایا تھا۔ جب باپ کو لڑکیون سے محبت ہوتی ہو تو بھائی پر بھی اسکا پرتو پڑتا ہو۔ اور جب گھر کا ماٹ ہی بگڑا ہو وہان ایک کو دوسرے سے کیا واسطہ۔

گھر کا تمام انتظام صاحب خانہ کے حسن اطوار سے تعلق رکھتا ہو۔ شوہر کو بی بی سے محبت ہو تو بی بی کے ذریعہ سے بچّون سے بھی اُسکو اُنس ہوتا ہو۔ پھر بچے بھی باپ اور ماں سے محبت رکھتے ہین اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہو انہین باہم ایک کو دوسرے سے موانست ہوجاتی ہو۔ بھائی بہن پر فدا ہوتا ہو اور بہن بھائی پر جان نثار کرتی ہو۔ گویا سب کے سب ایک گلدستہ کے پھول ہجاتے ہین یا ایک شاخ کے گچھے نظر آتے ہین۔ خود اُنکو لطف آتا ہو اور دیکھنے والے محظوظ ہوتے ہین۔ محبان اسلام بے سبب بھی ایسے گھرون کو دیکھ کر مسرور ہوجاتے ہین اور قوم کی قوم پر عمدہ اثر پڑتا ہو۔ اور جن گھرون مین ایسا نہین ہو وہان تمام دُنیا کی دولت ہو لیکن خاک لطف نہین آتا اور نہ ذرا رونق ہوتی ہو۔

نصیر کے خاندان مین ایک کا دوسرے سے بے اُنس ہونا کوئی حیرت کا مقام

نہ تھا۔ لیکن تعجب یہ تھا کہ فہیمہ نے ہر طرح اپنا خلوص ظاہر کیا۔ متین نے حسد سے
زیادہ شرافت کو راہ دی۔ پھر بھی کلیم کا دل پتھر کا پتھر ہی رہا۔

کرسی کی وجہ سے جب نصیر کا کچھ رد رگھٹا تو کلیم اسپر قابو پاتا گیا۔ نصیر کو کلیم سے کوئی
اُنس نہ تھا۔ لیکن لقا سے نام کا جاہلانہ خیال اُسے مغلوب رکھتا — اور کچھ کلیم نے اپنا
ظاہری دباؤ پہنچا کر نصیر کے قابو پرست دل پر اپنا قبضہ بھی کر لیا تھا ورنہ فطرتی محبت جو خون
کے تعلق سے پیدا ہوتی ہے وہ خاندان میں کسی کو کسی سے نہ تھی۔ نصیر کی طبیعت کسی قدر
اصلاح پذیر تھی لیکن عالموں کے فیض صحبت سے وہ ہمیشہ محروم رہا تھا۔ کلیم تو ماشاء اللہ
اپنے باپ کے نانا نعیم کی سنت کو زندہ کرنے والا تھا۔ نہ اسکے دل میں خوف خدا تھا
اور نہ آنکھوں میں ذرا مروت تھی۔ دِل کیا تھا سنگ خارا کا ٹکڑا تھا۔ ہوش سنبھالتے
ہی اسے یہ فکر ہوئی کہ فہیمہ ترکہ پدری سے کسی طرح محروم ہو جائے تو اچھا۔ نصیر کی جائداد
سے اگر کوئی مستفید ہوتا تھا تو وہ کلیم تھا۔ خود نصیر اپنے لیے خرچ نہیں کرتا تھا مگر کلیم کی تمام
ضرورتوں کو پورا کرتا — کلیم کو تدبیریں معلوم تھیں۔ وہ وقت پر خوشامد سے۔ جبر سے روکر
آنکھیں دکھا کر کسی نہ کسی طرح باپ سے روپیہ وصول کر لیتا تھا۔ مثل ہے کہ شیر کے منہ میں
خون کا لگنا اچھا نہیں ہوتا۔ اب کلیم اِس فکر میں ہوا کہ نصیر کے مرنے کے بعد بھی نصیر کی
تمام جائداد صرف اسی کے صرف میں آئے اپنے ضروری مصارف بند کرکے اور تمام
حقداروں کے حق تلف کرکے جو سرمایہ نصیر نے جمع کیا ہے وہ سب کا سب اُسی
کو مل جائے۔ گویا وہ نصیر کو اپنا غلام سمجھتا تھا اور نصیر کی بقیہ اولاد کو غلام کی اولاد جانتا تھا —
معاذ اللہ حرص بھی کیا ناپاک شے ہے۔

سلیم کی نسبت کلیم کا خیال تھا کہ وہ زر دلیتا نہ زندگی بسر کریگا اور اسلیے اسکا کھٹکا
نہ تھا۔ ہاں فہیمہ صاحب اولاد تھی اور اسکا شوہر شہر کے با اثر لوگوں میں تھا۔ کلیم کو جو کچھ
ڈر تھا فہیمہ کا تھا۔ لیکن باپ کے ایمان کو وہ مدہوش سمجھتا تھا اور یہی ذرا اسکی تسکین خاطر
کی صورت تھی۔

فہیمہ نے بھی پدری دولت کی طمع نہیں کی — ضرورتوں کا سب جمع ہونا تو بہت مشکل؟

لیکن اُنمیں قوت ضبط ایسی ہوتی ہی جو بہت سے عیوب چھپالیتی ہی۔ اور متین کی عالی
ہمتی اور سیر چشمی تو بہت بڑھی ہوئی تھی اسکو نصیر کی دولت کا کبھی خیال بھی نہ آیا۔ اور اگر کلیم
جلدی نہ کرتا تو شاید متین کبھی اُسکا نام بھی نہ لیتا۔ اسکی عالی ہمتی سے یہ بہت بعید تھا کہ وہ بی بی
کے ذریعہ سے اپنے یا اپنے بچون کی راحت کا کوئی سامان کرتا۔ اسمیں نہ کوئی شرم ہی اور
نہ کوئی شرعی عیب ہی لیکن متین بلند حوصلگی مین مشہور تھا اور پیچیدہ ذرایع سے وہ حصول
معاش کو بُرا جانتا تھا۔ خصوصاً زمینداری سے تو اُسکو دلی نفرت تھی۔ خود اُسکی آبائی جائداد
مرشدآباد میں بہت کچھ تھی لیکن اُسنے کبھی اُدھر رُخ نہین کیا اور اپنے دور کے رشتہ دارون
کو سعت دیدیا کہ وہ اُس سے بسر اوقات کرین۔ سو روپیہ اسکی تنخواہ محض کہنے کو تھی
تجارت مین وہ آٹھوین حصہ کا مالک تھا جس سے پچاس ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ منافع
حاصل ہوتا تھا۔ اور اسی آمدنی سے اُسنے رفتہ رفتہ پانچ جہاز خود اپنے صرف سے
بنوائے تھے جو خلیج بنگال مین کرایہ پر چلتے تھے۔ برہما مین جب ریل جاری ہوئی تھی
تو اسنے بہت سے حصے خرید لیے تھے۔ اب یہ اس حالت مین تھا کہ چھپر کا زمیندار
مشہور ہونا اپنی ہتک جانتا تھا۔

یہان پر یہ لکھنا بے موقع نہیں ہی کہ فہیمہ کے باپ اور بھائی کی جو کیفیت تھی وہ
ظاہر کی گئی کہ ادنی سے ادنی مسلمان بھی جو سلوک اپنی لڑکیون یا بہنون سے کرتا ہی وہ
بھی فہیمہ کے ساتھ اُسکے بھائی اور باپ نے روا نہین رکھا۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے کو
شہزادیون اور امیرزادیون کی مد مین سمجھتی تھی۔ شروع مین جو متین کی حالت تھی وہ
بھی ظاہر کردی گئی۔ ابتدا میں متین کی عزت اُسکی نظرون مین کم تھی اور اُسکا اثر جو تمدن
پر پڑ سکتا ہی متین کا خاندان بھی اس سے نہ بچ سکا۔ اور متین کو بہت بڑا قلق اسکا
تھا۔ جو نفرت اُسکے دلمیں فہیمہ کی طرف سے پیدا ہو گئی تھی وہ اُسکو نہایت تحمل سے برداشت
کرتا تھا۔ بار بار یہی کہتا تھا کہ از ماست کہ بر ماست۔ جب کبھی اپنے خاندان کی تمدنی حالت
کی خرابی پر نظر کرتا تھا تو اُسکی عالی ہمتی اُسکو بہت بڑی حیرت اور بہت برے سوچ مین
ڈال دیتی تھی۔ اسلیے کبھی کبھی خود بھی اس بات کو سوچتا تھا کہ کہیں باپ اور بھائی کی

بدسلوکی فہیمہ پر ظاہر ہو جاتی تو اچھا ہوتا کہ اسکا تکبر ٹوٹتا۔ یہ بھی ایک دستور ہے اور عام دستور ہے اِس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ کسی مالدار کی لڑکی اپنے سے کم حیثیت والے شوہر کو کبھی آرام نہیں دے سکتی۔ گو یہ حالت شوہروں کو ہمیشہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔ لیکن بی بی کا تمول شوہروں کے زخم دل کا مرہم بنجاتا ہے۔ شوہروں کو تسکین ہوتی ہے کہ مزاجداری بی اپنی مزاجداری کی وجہ رکھتی ہے۔ لیکن کتنا بدبخت اور واجب الرحم وہ شوہر ہے جو اپنے سے بھی کم حیثیت کی بی بی با عتبار دولت کے اپنے گھر لائے اور پھر اُس بی بی کا مزاج بیوجہ عرش پر ہو۔ وہ بیچارہ تو اپنے آرام کیلیے بیاہ کرتا ہے۔ بی بی کے خوش کرنے کو وہ اپنے کو بیچ کر اپنے حق سے ادا ہوتا ہے لیکن بی بی کی خاطر میں کچھ بھی نہیں آتا۔ اس طرح بُرائیوں کا تناور درخت تعمیر تمدن کی جڑ میں حکم تمام مکان کو کھنڈر بنا دینے کی دھمکی دیتا ہے تو اسکا علاج سوا اسکے دوسرا ہو ہی نہیں سکتا کہ درخت جمنے کے ساتھ ہی اُکھاڑ دیا جائے۔ یعنے شرعی طور پر طلاق دیکر مخلصی حاصل کر لی جائے۔

درختے کہ اکنون گرفتست پاے بہ نیروے شخصے برآید زجاے
دگر ہمچنان روزگارے ہلی بگردونش از بیخ بر نگسلی

متین نے فہیمہ کے ساتھ بیاہ کرنے میں جو غلطی کی تھی اُسکی اصلاح طلاق سے ہو سکتی تھی۔ متین نے اس پہلو پر بارہا غور کیا۔ غور کا زمانہ ختم نہیں ہوا تھا کہ فہیمہ کے بطن سے کئی اولاد ہوئیں — اور اب فہیمہ کے تعلق کے درخت کو اکھاڑ پھینکنا اُسکے اختیار سے باہر ہو گیا۔

جسوقت فہیمہ آئی تھی متین کی تنخواہ تیس روپیہ ماہوار تھی۔ وہ سمجھی کہ میں شیسے کے ایک ادنیٰ ملازم کے ساتھ بیاہی گئی ہوں۔ باپ کا دیا ہوا ایک چھلا اسکی انگلی میں تھا جو بیاہ کے سوا ایک جوڑہ کپڑہ تو بہت ہوتا ہے کبھی ایک رومال بھی نصیر نے فہیمہ کو نہیں دیا لیکن فہیمہ کا دماغ ایسا تھا کہ عالمگیر کی بیٹی زیب النساء ناصر علی ایسے تباہ حال شاعر کے پاس بیاہ کر آتی تو شاید ایسا ہی دماغ ساتھ لاتی۔ فہیمہ اپنی نادانی سے سمجھتی تھی کہ جو کچھ نصیر کا ہے

میں بھی اسمیں حصہ دار ہوں - متین موجودہ حالت کو دیکھتا تھا کہ سو روپیہ اُسکی تنخواہ ہے جو
فہیمہ کے پان ڈلی کے لیے بھی کافی نہیں ہے - فہیمہ نے متین کو ذلیل سمجھا اور متین نے
فہیمہ کو وبال جان جانا - متین کو غصہ نہ آتا وہ بڑا نیک اور دور اندیش تھا - لیکن انسان ہی
تھا کہاں تک صبر سے دیکھتا کہ ایک گداگر جو سلوک اپنی لڑکی کے ساتھ کرتا ہے وہ بھی نصیر نے
نہیں کیا اور پھر فہیمہ نصیر ہی کا دم بھرتی - اسنے ضبط سے بہت کام لیا فہیمہ سے کچھ نہیں
کہا لیکن اسکا دلی غصہ نفرت سے مبدل ہو گیا اور وہ دل کے فعل سے مجبور تھا
کچھ دنوں کے بعد متین کی مالی حالت نے ترقی کی - رفتہ رفتہ باپ اور بھائی کی بدسلوکیوں
کا بھی فہیمہ کو پتہ چلا - اب فہیمہ کے دل میں شوہر کا اعزاز قایم ہوا - طرفین میں موالست کی
صورت پیدا ہوئی لیکن جب بنا خراب ہو گئی تو پھر کہاں تک اصلاح ہوتی - جب متین
کی نظروں سے فہیمہ گر گئی تو پھر وہ لاکھ اطاعت و فرمانبرداری کرتی کیا ہوتا - اب وہ یکجہتی کہاں
پیدا ہو سکتی تھی جو زن و شو میں چاہیے -

متین کے دل میں اتنا پیچ و تاب تھا - لیکن اسکی صلاحیت اور نیک مزاجی نے
جسکی وجہ سے خود نصیر اسکو ضرورت سے زیادہ بے پروا اور سادہ لوح سمجھ رہا تھا کوئی
بے لطفی کی صورت پیدا نہ ہونے دی - وہ سب سمجھے کہ یہ بالکل ہی احمق اور بے حس ہے
اور یہ نہ سمجھے کہ بی بی کی بددماغیوں سے تنگ آکر بی بی کے رشتہ داروں کا احسانمند
ہونا اسکو ناگوار ہے - اب بجائے اسکے کہ متین کی صلاحیت کی قدر کی جاتی وہ سب اسکو
کمزور سمجھے اور اسکی کمزوری سے فائدہ اُٹھانے کی خواہش دلوں میں پیدا ہوئی کلیم کو
یہ خیال ہوا کہ جسطرح شیخ نعیم نے جبار کے حق میں ہبہ نامہ لکھدیا تھا اُسی طرح نصیر بھی کوئی
کتبہ اُسکے حق میں لکھدے تو اچھا لیکن اب زمانہ ترقی کر چلا تھا - شیخ نعیم کا سا وقت نہ تھا
لوگ حقوق کو پہچاننے لگے تھے - وہ خود سمجھتا تھا کہ اس حکمت میں کامیاب ہونا ذرا مشکل ہے
لیکن وہ اپنی تدبیر سے غافل رہنے والا بھی نہ تھا - جب کسی موضع کی خریداری باپ نے
اُسکے اہتمام میں چھوڑی تو اُسنے بجائے باپ کے اپنا اور اپنے بھائی سلیم کا
نام بیعنامہ میں درج کرا لیا اور کبھی تنہا اپنا ہی نام لکھوایا - کلیم کی یہ صریح دغابازی اور

اور یہ ایمانی تھی۔ ہندوستان مین ایسی فرضی تحریرون کا پہلے دستور تھا۔ گو اب زمانہ کی
ترقی کے ساتھ اسمین کمی آچلی تھی۔ کلیم تو بد دیانتی سے ایسا کرتا تھا لیکن اسکا خیال
دوسرون کو نہ ہوتا تھا۔ اس حرکت سے کوئی فائدہ کلیم کا نہ تھا لیکن کلیم یہ خیال کرتا تھا کہ
جہان تک اُسکے اختیار مین ہو وہ کیون باقی لگا رکھے۔ کلیم ہر وقت اپنے خیال مین
مستغرق رہتا تھا لیکن کوئی صورت اُسکے ذہن مین آتی نہ تھی۔

کلیم کا خسر مخدوم شاہ کمال الدین سہسرام کی ایک مشہور مذہبی خانقاہ کا جو اب تک
قائم ہے متولی تھا۔ تمام بہار کے مسلمان اسکے معتقد تھے۔ خانقاہ کے متعلق بہت بڑی
جائداد کسی مسلمان صوبہ دار بہار نے وقف کی تھی جو متولیون کے قبضہ میں یکے بعد دیگرے
چلی آتی تھی۔ کلیم کی خواہش تھی کہ وہ متولی مقرر کیا جائے۔ شاہ صاحب بہت بڑے دانا تھے
وہ نااہل کو کسی طرح اپنا جانشین نہین کرسکتے تھے۔ جائداد اُنکی خاص ملکیت نہ تھی
امور خیر کے لیے وقف تھی۔ شاہ صاحب سچے مسلمان تھے۔ سیدھی بات جانتے تھے
اُنکے مریدون میں سب سے زیادہ صادق الارادت مولوی صادق علی تھے۔ اُنکو
شاہ صاحب نے تولیت کے لیے منتخب کیا۔

مولوی صاحب نواحی الہ آباد کے رہنے والے تھے گورکھپور کے مدرسہ مین
عرصہ تک عربی کے مدرس رہے تھے۔ انگریزی کی قدر بڑھنے سے عربی کا درجہ ٹوٹ
گیا۔ مولوی صاحب بڑے ذی علم تھے (مر نہین گئے ابھی زندہ ہین) یہان عربی کی
قدر تو باقی نہ تھی پھر بھی انکی عزت کرنے والے زندہ تھے۔ یہ گورکھپور ہی مین رہ گئے۔
روسائے شہر کے لڑکے کچھ اُنسے گھر پر پڑھتے بھی تھے اور گزر اوقات کے لائق انکو بیس
پچیس روپیہ مہینہ مل ہی رہتے تھے۔ شاہ صاحب نے مولوی صادق علی
کو تولیت کے لیے منتخب کیا لیکن انکو گورکھپور چھوڑنا پسند نہ تھا۔ مولوی صاحب نے خط
بھیجا اور اُسمین لکھا۔

بعالی خدمت حضرت جناب شاہ صاحب۔ السلام علیکم۔

آپ نے میرے لیے عنایۃً بار تجویز کیا جسکا اُٹھانا مجھے مشکل ہے اور آپ کے حکم کی

تعمیل بھی ناگزیر ہے۔ میں انکار کرنے کی جرأت نہیں کرتا اور چونکہ میں قابلیت نہیں پاتا سال میں ایک مرتبہ حسب معمول آپ کی زیارت کو حاضر ہوتا رہوں گا۔ جب تک آپ زندہ ہیں اسوقت تک میں کوئی انتظام کر نہیں سکتا۔ آپ کے بعد پھر دیکھا جائیگا آپ سے زیادہ مجھے شعور نہیں ہے۔ آپ کے ہوتے ہوئے میں کیا انتظام کرونگا اور پھر یہ کہ میرے آنے سے خواہ مخواہ بیوجہ جائداد موقوفہ پر بار عائد ہوگا جسکو میں ہرگز پسند نہیں کرسکتا۔ جب تک مجکو محنت سے دو پیسے یہاں ملتے ہیں مجھے امید ہے کہ آپ مجھے وہاں کی حاضری سے معاف فرمائیں گے۔

نیاز معاصی محمد صادق علی

اسکے جواب میں شاہ صاحب نے لکھا۔

بابا۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ

میں تمہارا خط دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ میں نے انتخاب میں غلطی نہیں کی۔ خدا تمہاری نیت ایسی ہی رکھے اور اسی نیت پر تمہارا خاتمہ ہو۔ مجھ میں قوت ہوتی تو میں تمھیں ہرگز نہ بلاتا۔ دو مہینے سے اب کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا اور نہ آنکھوں سے اچھی طرح معلوم ہوتا۔ مرنے کا تو کوئی وقت نہیں ہے۔ آج ہی مرجاؤں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دو چار سال یا اس سے بھی زیادہ زندہ رہوں۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ میں بالکل وجود معطل ہو رہا ہوں ایک ہفتہ سے خانقاہ کا میں نے کوئی کام نہیں دیکھا اور نہ اب مجھسے کوئی کام ہو سکتا۔

خادم الفقرا

کمال الدین عفی عنہ

ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ صادق علی کے انتخاب میں کمال الدین نے بڑی ہی ایمانداری کو راہ دی تھی۔ وہ مالک جائداد نہ تھے جائداد موقوف تھی اور وہ اسکے مہتمم تھے۔ اُنھوں نے اپنے یگانوں کا خیال نہیں کیا۔ امت محمدی میں جسکو سب سے زیادہ لائق اور مناسب سمجھا اُسکے سر پر بار امانت رکھنا چاہا۔ لیکن کاتب کو اس سے بہت زیادہ پیچ و تاب ہوا۔ وہ اپنی کم فہمی سے خود کو ستری خانقاہ کا مستحق سمجھ رہا تھا اپنی

خام خیالی پر تنبہ تو نہین ہوا اُلٹے غصہ آیا اور غصہ کی حالت مین وہ شاہ صاحب کا تو
کچھ نکر سکا۔ اپنی بہن کے حقوق غصب کرنے کی طرف مائل ہو گیا۔ نزلہ بر عضو ضعیف میریزد
کہان کی بات اور کہان پہنچی۔ سہسرام کی گدی سے تو اسکو کمال الدین نے محروم
کیا یا یہ کہ نارسائی بخت نے کمی کی اور یہ اس فکر مین ہوا کہ اس فرضی نقصان کو ضمیمہ کا
قطعی اور واقعی حق چھین کر پورا کرے۔ جائداد کی نوعیت اور حالت پر تو خیال نہ کیا
صرف اتنا سمجھا کہ جیتے جی بھی تملیک ہو سکتی ہے اب اپنے باپ سے مین بھی یون ہی
ہبہ کرا لون تو اچھا۔ بزرگون کے افعال بد ایسے مواقع پر بہت ہی برا اثر پیدا کرتے
ہین۔ نعیم کی حکایت وہ سُن چکا تھا۔ سمجھا کہ اسمین کوئی عیب نہین ہے۔ بزرگون سے
یہ بات ہوتی آئی ہے۔

کلیم نے غلطی کی کہ زمانہ نے جو ترقی کی تھی اسپر اُسنے لحاظ نہین کیا اور مختلف
پیرایہ مین باپ کو سمجھانا شروع کیا۔

ایک دن نصیر اور کلیم بیٹھے ہوئے تھے کہ محلے کا ایک شخص مجاہد بول اُٹھا کہ کمال الدین
نے تو گورکھپور کے کسی مولوی کو اپنا جانشین کیا ہے۔

کلیم۔ ہان صحیح ہے۔ اُس قل اعوذیے کا نام صادق علی ہے۔ شاہ صاحب کا خلیفہ ہے
اور کچھ لکھا پڑھا بھی ہے۔

مجاہد۔ تم سے کم؟

کلیم۔ نہین۔ مجھ سے کہین زیادہ۔ بڑا قابل آدمی ہے۔

مجاہد۔ تو پھر حقارت سے اُنکا نام کیون لیتے ہو۔

کلیم۔ زیادہ پڑھنے والا قل اعوذیا نہین تو اور کیا کہا جائیگا۔

مجاہد۔ بزرگون کی شان مین ایسے کلمات کہتے ہو تو آگے چل کر بڑے سعادتمند
مشہور ہو گے۔

کلیم۔ اچھا مین ناسعادتمند سہی آپ کی بلا سے۔

مجاہد۔ محکو تو یہ امید تھی کہ وہ گدی تمکو ملے گی۔

نصیر۔ سب یہی سمجھتے تھے۔

کلیم۔ نہیں صاحب بھلا مین کیونکر منظور کر سکتا تھا۔ بیوجہ دردسر مول لینا مین کب گوارا کرتا۔ اور مجھے فرصت کہان۔ گھر کے کام سے ایک لحظہ چھٹی نہیں ہوتی۔

نصیر۔ دردسر کیسا؟ پانچ چار ہزار ماہوار کی آمدنی ہے۔ خاصی ریاست ہے۔

کلیم۔ آمدنی کے ساتھ خرچ بھی تو ہے۔ کوٹھیون کی دلالی مین ہاتھ اور منہ کالے۔ آمدنی معین ہے اور خرچ معین ہے۔ حکام وقت کو حساب دینا ہوتا ہے۔ تمام ملازم سرکاری ایسی حکومت جتاتے ہین۔ عام مسلمانون کی الگ خوشامد کرنا ہوتی ہے۔

مجاہد۔ یہ سب صحیح۔ لیکن اُنھین یہ جگہ ملتی تو تم منظور کرتے؟۔

کلیم۔ میرے ہی مشورے سے تو یہ سب ہوا ہے۔ خود نصیب صادق علی کے لیے رائے دی تھی۔

مجاہد۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو گو قیاس نہیں چاہتا۔

نصیر۔ خیر کچھ ہی ہو۔ برا دھوکا ہوا۔ اگر پہلے سے یہ معلوم ہوتا تو کچھ بندوبست کیا جاتا۔

مجاہد۔ میرے نزدیک تو کچھ بھی دھوکا نہین ہوا۔ جو کچھ ہوا بہت اچھا ہوا۔

کلیم۔ خیر اپنے سامنے لکھ پڑھ کر ٹھیک کر دیا تو اچھا ہی ہوا۔ چہ لکھنے سے تو یہ کہین اچھا ہوا۔ بڑی غلطی کرتے ہیں وہ مرنے والے جو کوئی کلمۂ وصیت نامے کے طور پر ورثا کے لیے نہین چھوڑتے۔

مجاہد۔ نہیں صاحب مین آپ کے خیال سے تو ہرگز متفق نہین ہون میرے خیال مین تو وہ بڑی غلطی کرتے ہین جو ورثا کے حق مین قرآن سے اچھا وصیت نامہ لکھنے کی کوشش کرتے ہین۔

نصیر۔ تو پھر شاہ کمال الدین کے فعل کو تم برا کیون نہین کہتے۔

مجاہد۔ مین نے ورثا کی قید پہلے ہی لگا دی ہے یعنے ورثا میں جائداد کے تقسیم کے لیے ہدایت نامہ لکھنا اور قرآن شریف کے مطابق تقسیم کا ہونا غیر محمود سمجھنا بیشک برا ہے اور جب جائداد ایسی ہو کہ اُسکے متعلق وراثت جاری ہی نہین ہوتی تو پھر وصیت مین کوئی عیب نہین ہے۔ خانقاہ شاہ کمال الدین کی جائداد نہ تھی وہ امین محض تھے جب کام کرنے کے قابل نہ رہے تو اپنا قایم مقام تجویز کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرات طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ سعدؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ عبدالرحمٰنؓ چھ شخصون کو مرتے وقت یہ اختیار دیا کہ وہ جانشین منتخب کرلیں گے۔ حضرت علی علیہ السلام کے قول سے بھی امام حسینؑ کی نسبت خلافت کے وصیت ضمناً تشریح سمجھی گئی تھی۔ شاہ کمال الدین کا فعل بھی اسی قسم کا ہی اور بہت مناسب ہی۔ جائداد کے وہ محض امین تھے۔ جیتے جی ایک لائق مسلمان کو اپنا جانشین مقرر کیا تو بہت اچھا کیا۔ لیکن اُن لوگون کے ساتھ مجکو کوئی ہمدردی نہین ہی جو اپنا مقصود باطل حاصل کرنے کے لیے خواہ مخواہ شرع کی سیدھی سادی باتون مین تاویلین کرتے ہیں اور ہمیشہ غلط پہلو اختیار کرکے شرمناک امور کا ارتکاب کرتے ہین مثلاً کسی کو منظور ہو کہ وہ بعض ورثا کو زیادہ دے اور بعض کو کم دے یا یہ کہ دوسرے ورثا کو محروم کرکے کسی خاص یا خاص قسم کے ورثا کو نسلاً بعد نسل ترکہ پہنچائے جیتے جی تو اپنا مقصود نہو سکے کے بعد یہ سب انتظام رہا ہوا اور وصیت کو ناجائز سمجھ کر وقف کرنے کا بندوبست کرے۔ مقصود تو کچھ اور ہی اور جائداد کو سبب رہنے کے لیے اور احکام شرع کی توہین کرنے کے لیے فرضی وقف قایم کرکے محض احکام قرآنی سے اپنی اولاد اور جائداد کو الگ رکھنے کی غرض سے وقف نامہ لکھے اور بجائے خیر کے شر کا مرتکب ہو خیرات کے کامون کا کچھ بھی ذکر نہ ہو اولاد ذکور کو دینا اور اولاد اناث کو محروم رکھنا اسکا اصلی مقصود ہو تو ایسے وقف سے مجکو سخت نفرت ہی۔ اور اس سے قانون بھی کچھ ہمدردی نہیں کرتا۔ موصی تو سب کچھ کر جاتے ہین لیکن برٹش عدالتیں آنکے انتظام کو تسلیم نہین کرتیں اور یہ تجویز کرتی ہین کہ کوئی مسلمان شرع محمدی کے کسی مسئلہ توریث کو توڑ کر اپنے ناجائز مدعا کے مطابق نہین بنا سکتا۔ یہان پر یہ کہنا بے موقع نہین ہی کہ بہت سی شرعی باتیں برٹش گورنمنٹ کی بدولت ہندوستان مین زندہ ہین۔ کتنی باتیں ایسی قایم ہیں کہ مسلمانون کا بس چلتا تو وہ نابود ہو جاتین اور شرع کا نام صرف زبان پر رہجاتا عملی طور سے کہین دیکھنے مین نہ آتا۔

یہ باتین کرکے مجاہد تو چلا گیا۔ لیکن اظہار مدعا کے لیے تمہید خوب ہاتھ آ گئی۔

نصیر اور کلیم میں گفتگو کا سلسلہ دیر تک قایم رہا۔

کلیم ۔ (نصیر سے) آپ نے ابھی اتنی بڑی جائداد کا کوئی انتظام نہیں کیا ۔ مجھکو آپکا عندیہ اب تک معلوم نہ تھا اسلیے میں نے کبھی کچھ عرض نہ کیا ۔ اگر آپ کی نیت وہی ہی جو آپ نے ابھی بیان کی تو پھر آپ سا شخص ایسے مفید اور ضروری کام میں پہلوتہی کرتا ہی تو سخت حیرت ہوتی ہی۔

نصیر ۔ میری عمر آخر ہوئی ۔ میں مہینوں سے اس امر کو سوچ رہا ہوں ۔ میرے نزدیک کچھ انتظام میری زندگی میں ہو جائے تو اچھا ہی ۔ لیکن کبھی کبھی یہ بھی خیال آتا ہی کہ انتظام کرنا فضول ہی ۔ ہوتا ہو وہی جو مقدر ہوتا ہی۔

کلیم ۔ وصیت تو آپ کو ضرور کرنی چاہیے ۔ سمجھدار کے لیے بے وصیت مرنا مناسب نہیں ہی ۔ شرع محمدی میں بھی سخت تاکید ہی کہ آدمی کو بے وصیت مرنا ٹھیک نہیں ہی ۔ انسان اور حیوان میں آخر کچھ فرق چاہیے ۔ حیوان خیال نہیں کرتے کہ کل کیا ہوگا اور انسان آیندہ حالت کو سوچتا ہی اور اسکی اصلاح کی فکر کرتا ہی اگر آپ کو یہ خیال ہوا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ضرور ہوگا کہ آپ کی جائداد کا انتظام آپ کے بعد کیونکر ہو تو کچھ انتظام کیجیے۔

نصیر ۔ اچھا میں اسپر غور کرونگا۔

دوسرے ہی دن نصیر نے اپنے بیٹے سلیم کے نام طلبی کا خط بھیجا اور اسمیں لکھا کہ میں اپنی جائداد کا کچھ انتظام کرنا چاہتا ہوں اسلیے تمھاری شرکت بھی اسمیں ضرور ہی۔ سلیم نے جو جواب لکھا ہی وہ یہاں نقل کیا جاتا ہی۔

دہلی کوچہ چیلان۔
۵ ۔ اگست ۱۹۰۷ع

مخدوم و مکرم ! میں نے آپ کا نوازش نامہ پایا ۔ حالات معلوم ہوئے حدیث کی کتابیں ختم ہو گئیں ۔ اب مدرسہ طبیہ میں پڑھتا ہوں ۔ مجھے حاضری میں کوئی عذر نہیں ہی ۔ صرف تضییع اوقات کا خیال مانع ہی لیکن اسقدر لکھے دیتا ہوں اور اپنی گردن کا

بار اُتارے دیتا ہون کہ مین آپ کے خیالات سے بالکل متفق نہین ہون مین نہین سمجھتا کہ آپ اپنی جائداد کا کیا انتظام کرینگے - آپ مسلمان ہین اور مسلمانون کی جائداد کا جو انتظام ہونا چاہیے وہ قرآن و حدیث مین محکوم ہے - اب اس سے اچھا انتظام کیا ہوگا خدا کے انتظام سے بہتر بندے کیا کرین گے اور وہ کرنا بھی چاہین تو شرع کب اجازت دیتی ہے - ہان یہ ہوسکتا ہے کہ اگر موصی کو کسی غیر شخص سے اُنس ہو - کسی کا بار احسان ہو اور وہ اُتارنا چاہے یا اور کسی کار خیر کی نیت رکھتا ہو تو وہ ثلث اپنے اعزہ کے لیے جنکے حقوق شرع مین مقرر ہین چھوڑکر باقی ایک ثلث غیر ورثا کو دینے کی ہدایت کرے - جہان تک میرا قیاس ہے آپ کی طبیعت کا مقتضا یہ نہین ہے کہ کسی کار خیر مین آپ کی جائداد صرف کی جائے اور آپ خوش ہون - یا کوئی حصہ اسکا آپ کے خاندان سے باہر جائے اور آپ پسند کرین اسلیے مین فرض کرلیتا ہون کہ آپ اپنی ملکیت ورثا ہی مین تقسیم کرنا چاہتے ہین یا شاید بی بی فہمیدہ سلمہا اللہ عن آفات الزمن کے حصہ مین کچھ کمی آپ کو مرکوز خاطر ہے اور اسلیے آپ کچھ لکھنا چاہتے ہین -

گو آپ کی نیت کا پورا حال مجکو معلوم نہین ہے لیکن مین اتنا بتادینا مناسب سمجھتا ہون کہ ورثا مین قرآن کے خلاف کوئی وصیت کرنا اپنی عاقبت کا خراب کرنا ہے - صرف عاقبت خراب نہ ہوگی - دُنیا مین بھی ذلت ہوگی - یہ مسئلہ بالکل متفق علیہ ہے کہ ورثا کے حق مین وصیت کرنا صریح بیجا ہے - اور ایسی وصیت کبھی قابل نفاذ نہین ہوتی - مین ایک وفادار اور مطیع لڑکے کی حیثیت سے آپ کو گڑھے مین گرتا ہوا نہین دیکھ سکتا - آپ کو مطلع کرکے اپنے فرض سے ادا ہوتا ہون - آیندہ آپ کو اختیار ہے -

بھائی جان چاہتے ہونگے کہ آپ مجکو بھی محروم کردین - مجھے معلوم ہوچکا ہے کہ گھر سے میرا علیحدہ رہنا اُنکی نیتون مین فساد پیدا کرنے کا باعث ہوا ہے - آپ جانتے ہین کہ مجکو گھر سے آج تک بہت کم تعلق رہا ہے اور آیندہ کے لیے بھی میرا ارادہ ہے کہ مین یون ہی آزادانہ زندگی بسر کرون - مجھے ہرگز یہ تمنا نہین ہے کہ بزرگون کی پیدا کی ہوئی جائداد پر تکیہ کرون - اور یون میرا خرچ ہی کیا ہے - ہر شخص کو بقدر ضرورت فکر ہوتی ہے - جتنا میرا خرچ ہے اُتنی ہی مجکو فکر بھی ہے - مین نے

جسقدر علم حاصل کیا ہی وہ میرے لیے بہت ہی جس بھلے مانس کے دروازے پر بیٹھ کر
اُسکے لڑکون کو پڑھاؤنگا وہ نہایت احسان مندی سے میرے کھانے کپڑے کا کفیل ہوگا
اور گھر سے کہین زیادہ آرام سے زندگی بسر ہوگی۔ ممکن ہی کہ میرے خیالات پر آپ کو تاسف ہو
لیکن ہر شخص اپنی تن آسانیون کو دیکھتا ہی مین علیحدگی ہی مین اپنی بھلائی سمجھتا ہون
بھائی کا علم مین نے نہین پڑھا کہ آپ کی مرضی کے موافق مین اپنا چلن رکھون ع میراث
پدر خواہی علم پدر آموز۔ بھائی جان آپ کا اتنا ادب بھی نہین کرتے جتنا مین کرتا ہون۔
اور جتنی محبت مجھکو آپ کے ساتھ ہی اور جتنی فرمانبرداری مین کرسکتا ہون شاید بھائی جان
سے نہ ہوسکے۔ لیکن بھائی جان کی خوش قسمتی ہی کہ اُنپر آپ زیادہ مہربان ہین۔ یہ باتین
بہت دنون سے میرے دل مین تھین۔ اسوقت موقع پاکر مین نے اپنے خیالات
ظاہر کردیے۔ معاف فرمائیگا۔ ہان ایک بات اور قابل گزارش ہی۔ مدرسہ سے ۱۰ ماہوار
میرا وظیفہ مقرر ہوگیا ہی۔ اب مین عاقل و بالغ ہون۔ اب میری پرورش آپ پر فرض نہین ہی
یہ دس روپیہ میرے خرچ کو کافی ہین۔ کہین آپ یہ نہ سمجھیے گا کہ مین آپ سے ناخوش ہون
آپ مجھے ہمیشہ ۵ ماہوار بھیجتے رہے ہین اسکا از حد ممنون ہون اور تا زیست ممنون ہونگا
بھائی جان اپنے خرچ کے لیے دو ہزار روپیہ ماہوار سے کم نہ لیتے ہونگے لیکن وہ دو ہزار
پاکر اتنا ممنون نہ ہونگے جتنا کہ مین دس روپیہ ماہوار پاکر منت کش ہون۔ اب خدا نے
میرے لیے ایک صورت پیدا کردی ہی تو پھر کیا ضرور ہی کہ آپ کو تکلیف دی جائے۔
مین آپ کو اتنا پھر یاد دلاتا ہون کہ میری نسبت آپ جو چاہیں انتظام کرین۔ مجھے
محروم کرین یا حصہ دین۔ پورا حصہ دین یا کم۔ مجھکو سب منظور ہی لیکن لئیقہ بہن کی حق تلفی نہ کیجیے گا
ورنہ دونون جہان مین آپ کی رسوائی ہوگی۔ آپ تو نہونگے لیکن ذلت اُٹھانے کے
لیے ہم سب رہجائین گے۔ ہم چشم کہین گے کہ سلیم کا باپ بڑا ظالم تھا اور اُسوقت مجھکو
سخت ندامت ہوگی۔

خاکسار محمد سلیم

یہ خط دیکھ کر نصیر بہت ہی متفکر ہوا۔ عمر کی زیادتی کے ساتھ عقل اور رائے میں بھی

کمزوری آجاتی ہے۔ کلیم نے جو کچھ رنگ جمایا تھا اس خط سے وہ بالکل اُتر گیا گو زیادہ عرصہ تک اسکو بھی پائداری نصیب نہیں ہوئی۔

۴

مجاہد اور نصیر
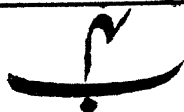
مجاہد کا بھی کچھ حال لکھنا چاہیے سُنا جاتا ہے کہ قندھار سے اسکا پردادا چنار کی قلعہ داری کے لیے بُلایا گیا تھا۔ جب زمانہ کا رنگ بدلا تو اسکے دادا نے تجارت شروع کی اور اسی سلسلہ میں اسکے باپ نے چھپرہ میں ایک کارخانہ لکڑی کا جاری کیا اور بہت فراغت سے بسر کرنے لگا۔ مجاہد نے عربی تعلیم آرہ میں حاصل کی۔ اور پھر کچھ انگریزی پڑھنے کو علی گڈھ چلا گیا۔ انٹرنس پاس کرکے کالج کلاس میں داخل ہوا تھا کہ باپ کے مرنے کی خبر سُنکر چھپرے چلا آیا اور تجارت میں اسنے باپ سے زیادہ ترقی کی۔

ایک روز سلیم کا خط نصیر کے ہاتھ میں تھا اور وہ اسی معاملہ میں غور کر رہا تھا کہ سامنے سے مجاہد آیا۔ یہ عجیب شخص تھا۔ نصیر سے یہ اُتنا ہی بے تکلف تھا جتنا کلیم سے۔ نصیر کا باپ زندہ ہوتا تو اُس سے بھی یہ دوستی رکھتا۔ کلیم کا لڑکا انیس بھی مجاہد سے موانست رکھتا تھا۔ یہ ایک راست گو اور ہر دلعزیز شخص تھا جس صحبت میں بیٹھتا تھا سیر رہتا تھا جوانوں میں جوان تھا اور بوڑھوں میں بوڑھا تھا۔

مجاہد کے سامنے نصیر نے وہ خط رکھدیا۔ مجاہد خط پڑھ کر چپکا ہو رہا۔

نصیر۔ (مجاہد کی طرف مخاطب ہوکر) حضرت کچھ بولیے چپکے کیوں ہو رہے۔

مجاہد۔ آپ کے خانگی معاملات میں مجھے دخل دینے کا کیا حق ہے۔

نصیر۔ میں آپ سے رائے پوچھتا ہوں دخل دینے کو کب کہتا ہوں۔ میں عجیب کشمکش میں ہوں۔ کلیم کچھ سوچتا ہے اور سلیم کچھ اور ہی کہتا ہے۔

مجاہد۔ میں تو اُس روز بھی تھا جب کلیم نے یہ معاملہ پیش کیا تھا۔ میرے نزدیک تو نے آپ کو بہت غلط صلاح دی تھی۔ اس خط کے ہر لفظ سے میں اتفاق کرتا ہوں۔

اور شروع سے میری راے ہی کہ سلیم آپ کے گھر کا آفتاب ہی۔ آپ کو یا آپ کے بڑے صاحبزادے کو اُس سے کوئی نسبت نہین ہی۔ لیکن تعجب ہی کہ سلیم کے ساتھ آپکو بہت کم اُنس ہی۔

نصیر۔ بھائی سچّی بات پوچھو تو سلیم کو مین بھی بہت زیادہ پیار کرتا ہون۔

مجاہد۔ آپ کا پیار کس کام کا جب وہ آپ کے دل ہی تک محدود رہے۔ نہ سلیم پر اُسکا اثر پڑے اور نہ دوسرون کو اُسکا پتہ لگے۔

نصیر۔ بھائی مین عجیب کشمکش مین ہون۔

مجاہد۔ کشمکش کیا ہی؟ دل مین عدل اور انصاف نہین ہی! اسلیے خیال مین مردانگی نہین ہی۔ جنبیت ہی۔

نصیر۔ اچھا یون ہی سمجھیے۔

مجاہد۔ آپنے اپنی صاحبزادی سے بھی کچھ پوچھا؟۔

نصیر۔ اُس سے کیا پوچھتا؟۔

مجاہد۔ کیون وہ آپ کی لڑکی نہین ہی کسی دوسرے کی لڑکی ہی۔؟۔

نصیر۔ مین تو فکر مین ہون اور تمکو مذاق سوجھا ہی۔

مجاہد۔ مذاق ہرگز نہیں۔ مین نہایت سچے دل سے باتیں کرتا ہون۔ جب آپ اپنی اولاد کی قسمت کا فیصلہ کرنا چاہتے ہین تو تمام اولاد سے مشورہ کیجیے۔ اگر خدیجہ سے آپ نے مشورہ نہ کیا۔ تو ہم سب سواے اسکے اور کیا سمجھین گے کہ جسکو ہم آج تک آپ کی بیٹی سمجھتے رہے شاید وہ آپ کی بیٹی نہین ہی۔ اور اسکو آپ ہی جان سکتے ہین۔

نصیر۔ (مسکرا کر) بھئی آج کل مین بڑے تردد مین ہون۔

مجاہد۔ آپ کا تردد خود آپ کے فعل سے ہی۔ خدا اور رسول سے آپ لڑنا چاہتے ہیں اور پھر آپ کو آسائش ملے۔ آپ روپیہ والے ہین آپ کی عقل مین یہ بات آتی ہوگی۔ مجھ غریب کی سمجھ سے تو یہ مشکل بات ہی۔

نصیر۔ خدا اور رسول سے لڑنا کیسا؟۔

مجاہد۔ لڑنے سے میرا مقصود یہ نہیں ہو کہ آپ ہتھیار چلاتے ہیں۔ خدا سے تو آپ ہتھیار چلا ہی نہیں سکتے۔ رہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اگر زندہ ہوتے اور آپ کے یہ خیالات ہوتے تو شاید اسکی بھی نوبت پہنچ جاتی۔

نصیر۔ نعوذ باللہ۔ کیسی باتیں کرتے ہو۔

مجاہد۔ نعوذ باللہ کے معنی بھی آپ سمجھے۔ نعوذ باللہ کے معنی ہیں "ہم خدا کی پناہ میں آئے"۔ لیکن معلوم نہیں ہوا کہ خدا کی پناہ میں آنے کی ضرورت آپ کو دفعتاً کیوں لاحق ہوئی؟ کیا میرے شر سے؟ میں تو خدا اور خدا کے رسولؐ کی باتیں کرتا ہوں۔ ان میں نعوذ باللہ کہوں تو بجا ہو کہ آپ کی صحبت سے اور آپ کے ساتھ مکالمہ کرنے سے میرے نور ایمان کے گھٹ جانے کا خدشہ ہو۔

نصیر۔ کیا فی الواقع تمھارے نزدیک سلیم کی تحریر صحیح ہو؟ کیا جو کچھ اُسنے لکھا ہو سچ لکھا ہو؟ غیر خاندان میں جائداد جانے سے سلیم کا بھی نقصان ہو۔ میں دونوں بھائیوں پر جائداد کو تقسیم کردوں تو اسمیں سلیم کا بھی فائدہ ہو۔ کیا وہ اپنا نفع نقصان نہیں سمجھتا۔ ضرور سمجھتا ہو کلیم سے اسکو رنج ہو اور اسلیے کلیم کے نقصان کے لیے وہ اپنا نقصان بھی گوارا کرتا ہو۔

مجاہد۔ استغفر اللہ۔ آپ نے سلیم کو پہچانا ہی نہیں۔ وہ بڑا پرہیزگار ہو۔ حرام مال کبھی نہ لیگا۔ آپ دیں جب بھی وہ واپس کردے گا۔ یا صبیحہ کو دیدے گا۔

نصیر۔ حرام حلال کی کیا بحث ہو میرا مال ہو میں جسے چاہوں دیدوں۔

مجاہد۔ میری آپ کی گفتگو آج بہت زیادہ ہوگئی۔ کلیم سُن پائیگا تو میرا دشمن ہو جائیگا اور معلومات شرعی مجھے مجبور کرتے ہیں کہ اس بارے میں میں آپ سے خوب لڑوں قیامت کے دن جب آپ پکڑے جائیں تو ممکن ہو کہ لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے آپ چھوٹ جائیں اور آپ کی ساری بلائیں میرے سر پڑیں کہ میں جانتا تھا اور چُپکا ہو رہا۔ کلیم کی مروت سے سامنے میں نے خدا کا کچھ خوف نہ کیا۔ آپ صریح گڑھے میں گر رہے تھے۔ میں نے جان بوجھ کر چشم پوشی کی۔

چو می بینی کہ نابینا و چاہ ست   اگر خاموش بنشینی گناہ است

آپ کی حجت کا مختصر جواب یہ ہی کہ بے شک مال آپ کا ہی جسے چاہیے دیدیجیے۔ اور فہیمہ بھی تو آخر آپ ہی کی لڑکی ہی کسی غیر کی نہین ہی۔ ایک روز اسے اپنے گھر بلوائیے اور کھانے مین زہر دیجیے۔ کوئی پوچھے تو کہدیجیے گا کہ میری لڑکی تھی مین نے زہر کھلا دیا کسی کا کیا بگاڑا۔

نصیر۔ کیا فہیمہ کو اپنی جائداد مین حصہ نہ دینا اور اُسکو زہر کھلا دینا دونون برابر ہی؟

مجاہد۔ کلیم کو بلوائیے۔ اُنکے سامنے جو کچھ آپ کہونگا وہ میری نیک نیتی پر محمول ہوگا اور اسطرح شاید اُنکے دلمین کدورت نہ آئے گی۔ ورنہ میں غیبت میں یون باتین کرون اور وہ سن پائین تو سمجھین گے کہ "میرے بوڑھے باپ کو مجاہد نے میری طرف سے بھر دیا ہی"۔

نصیر۔ اچھا۔ اسوقت گفتگو ملتوی رکھیے۔ آپ کو بھی دینی حرارت ستا رہی ہی اور میرا دل بھی طرح طرح کی اُلجھن میں پھنسا ہی۔ پھر کبھی میں آپ کو تکلیف دونگا۔

اسوقت مجاہد اُٹھ کر چلا آیا۔ اور دوسرے دن پھر اسکی طلبی ہوئی۔ نصیر اور کلیم دونون بیٹھے ہوئے تھے۔ باہمی مشورے سے مجاہد بلایا گیا تھا۔ مجاہد کا سوا کلیم کب چاہتا تھا۔ نصیر ہی نے تحریک کی ہوگی۔ اُن دونون نے جو کچھ تخلیہ مین گفتگو کی اُسکا حال معلوم نہین ہوا۔ مجاہد حسن اتفاق سے جب پہنچا اُسکے بعد جو گفتگو ہوئی وہ یہان درج کیجاتی ہی

کلیم۔ (لہجہ گفتگو بدل کر) کیون صاحب آپ نے یہ کیا زہر اُگلے ہیں۔ میں نے آپ کو کچھ دینے کا تو وعدہ نہیں کیا ؟ سلیم کے خط پر بھی مجھے غیر اصلی ہونے کا شک ہی۔

مجاہد۔ (مسکرا کر) جب آپ کے خیالات میری طرف سے ایسے ہو رہے ہین تو پھر مجلس شورہ مین مجھے بلایا ہی کیون؟ مجھ سے غلطی ہوئی۔ شیخ صاحب سے مین نے حق ہمسایگی ادا کیا۔ اُسکی پاداش مل گئی۔ اب رخصت ہوتا ہون۔

نصیر۔ نہیں صاحب۔ بیٹھیے یہ تو لڑکے ہیں۔ انکی باتون پر نہ جائیے۔ کل کے مسائل آج پھر فرمائیے۔ مین تو ایک ناواقف دوسرے سن میں آپ کی باتون کا کیا جواب دیتا ہان انسے (بیٹے کی طرف اشارہ کرکے) کہیے تو یہ جواب بھی دیں۔

کلیم۔ (مجاہد کی طرف مخاطب ہو کر) ہاں حضرت۔ آپ نے یہ کیا فرمایا تھا کہ وصیت کرنا گناہ ہے۔

مجاہد۔ اگر میری بات اس طرح بگاڑ کر آپ فرمائینگے تو مین کچھ نہین کہہ سکتا۔ آپ کو تحقیق حق منظور ہے تو سیدھی طرح باتین کیجیے۔ اور اگر اپنی بات کا بالا رکھنا منظور ہے تو آپ جیتیے اور مین ہارا۔ مین کچھ بھی نہین بولنے کا۔ جو کچھ مین نے کہا وہ سب غلط معاف فرمائیے۔

نصیر۔ نہین صاحب۔ برا ماننے کی کیا بات ہے۔ مجکو تو سلیم کی چٹھی کا مفہوم سمجھنا ہے۔ سلیم یہان موجود نہ تھا۔ اتفاق سے آپ نے اُسکی قایم مقامی منظور کی۔ مین سمجھونگا کہ دونون بھائی باہم گفتگو کر رہے ہیں۔ کوئی بات طے ہو تو مین اُسپر پابند رہون۔

مجاہد۔ انھیں دونون بھائی پر کیون اکتفا کی۔ فہیمہ کو کیون نہین یاد کیا۔

کلیم۔ فہیمہ سے کیا واسطہ۔؟

مجاہد۔ کیا فہیمہ کا باپ کوئی دوسرا ہے؟ وہ تمھاری ماں کے بطن سے نہین پیدا ہوئی؟ کیون تم سے مشورہ کیا جائے اور اُس سے نہ کیا جائے؟ کیون تم باپ کی جائداد کو اپنی سمجھو اور فہیمہ اُسے اپنی نہ سمجھے؟ کیون تمھارا باپ تم سے پوچھے اور فہیمہ سے نہ پوچھے؟ کیون تم اپنے حقوق کو زبردست اور فہیمہ کے حقوق کو کمزور سمجھو۔ کیا محض اسلیے کہ تم مرد ہو اور وہ عورت؟ شرم! شرم!! شرم!!!

نصیر۔ بات مین بے وجہ طوالت ہوتی جاتی ہے۔ فہیمہ بھلا عورت ہو کر یہان آسکتی ہے جو بحث ہو اُسے طے کیجیے۔

مجاہد۔ بحث ہی تو ہو رہی ہے۔ کلیم سمجھتے ہین کہ صرف یہی آپ کے لڑکے ہیں اور شرع اور شرع کے ساتھ تمام دُنیا جانتی ہے کہ انکے علاوہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی آپ اور رکھتے ہین۔ دوسرے بیٹے سے آپ نے راے لی ہے۔ اسوقت تک وہ اُسکا قایم مقام تصور کرتے ہیں۔ بیٹی سے بھی کچھ پوچھا؟ کیون نہین پوچھا؟ اگر آپکی جائداد مین کلیم حصہ دار ہے تو فہیمہ بھی حصہ دار ہے۔ اور وہ نہین تو کلیم بھی نہین۔ فہیمہ سے آپ نے [illegible] کہ نہیں پوچھا

اب یوچھیے۔ اُسے ملوا نہیں سکتے متین کو تو ملوا سکتے ہیں۔ مجھے آپ نے سلیم کا قایم مقام فرض کر لیا۔ متین کو ہیمہ کا وکیل ماننے میں آپ کو کیا پس و پیش ہے۔ متین کو بلوائیے اور ضرور بلوائیے۔

نصیر۔ حضرت آپ تو کچھ عجیب باتیں کرتے ہیں۔ تخلیہ میں ایک مشورہ ہوتا ہے آپ کو سمجھدار سمجھ کر میں نے بلا لیا۔ اور آپ ہیں کہ اصل معاملہ کو شروع کرنا ہی نہیں چاہتے

مجاہد۔ لاحول ولا قوۃ۔ جناب معاف کیجیے گا۔ آپ میرے سمجھائے لاکھ برس نہ سمجھیں گے۔ مشورہ کیا کچھ ڈاکہ زنی کی صلاح ہو رہی ہے۔ کسی کے گھر میں نقب لگانے کے لیے مشورہ کرنا ہے۔ وہ کون راز ہے کہ تین سے چار ہوئے اور بھنڈا پھوٹا۔ آپ اپنی جائداد کا انتظام کرنا چاہتے ہیں تو اُس جائداد کے تمام حقداران آیندہ کو بلوائیے بلکہ اور اعزہ جو حقدار نہ ہوں اُنکو بھی ملوائیے۔ سب کے سامنے کھلم کھلا مشورہ کیجیے۔ اور وہ رائے سوچیے جو خلاف شرع نہ ہو اور ہر ایک اُسے پسند بھی کرے۔ میرے آپ کے درمیان شروع ہی سے اختلاف ہے۔ آپ ہیمہ کو اپنی لڑکی نہیں سمجھتے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ آپ کی لڑکی ہے۔ میرے آپ کے علم میں اتنا بڑا فرق ہے۔ تو ظاہر کہ میں آپ کے مشورے میں شرکت کے قابل نہیں ہوں۔

یہ کہکر مجاہد اُٹھ کھڑا ہوا۔ اِن دونوں نے اُسے بہت روکا لیکن وہ نہ رُکا اور چلتے وقت اتنا سُناتا گیا کہ "میں دیکھتا ہوں کہ آپ کی رائیں تمام عزّت اور آبرو کو خاک میں ملا دینگی۔ میں نے حق ہمسایگی ادا کر دیا ع ہاں نہ مان تو ہی مختار ہے جب وقت آئیگا اور زندگی قایم رہی تو میں بھی تماشا دیکھنے والوں میں ہونگا۔

مجاہد کے چلے جانے کے بعد معلوم نہیں باپ بیٹوں میں کیا گفتگو ہوئی۔ لیکن اتنا مجاہد نے بھی سن پایا۔ "بیٹے نے کہا کہ متین نے کچھ اسکو رشوت دی ہے۔ اور باپ نے اسکے جواب میں کہا نہیں۔ مجاہد تو ایسا آدمی نہیں ہے۔ ذرا جھلا ہے۔ بس اتنا ہی عیب ہے"

مجاہد وہاں سے اُٹھ کر سیدھا متین کے پاس پہنچا۔ متین کھانا کھا کر قیلولہ کر رہا تھا

ان کی آمٹ پاکر اٹھ بیٹھا - دروازہ کھولتا ہی تو کیا دیکھتا ہی کہ مولوی مجاہد کھڑے ہیں۔ ان دونوں کی طبیعتیں قریب قریب ایک سی تھیں - مجاہد زرا مزاج کا تیز تھا - اور متین میں بردباری بڑھی ہوئی تھی - بس یہی فرق تھا ورنہ اور باتوں میں دونوں یکسان تھے۔ دونوں میں یوں گفتگو ہونے لگی۔

مجاہد - میں نے تمکو بہت دنوں سے نہیں دیکھا - تم نے سسرال کا جانا بالکل ہی بند کردیا - یوں تو پہلے بھی تم مانوس کم تھے - لیکن ادھر چار پانچ سال سے تو ادھر بالکل رخ ہی نہیں کرتے۔

متین - کچھ عدیم الفرصتی اور کچھ سسرال والوں کی بے التفاتی - نہ مجھے اتنی فرصت کہ بیکار گھوما کروں - اور نہ شوق ملاقات میں اتنا زور کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنا وقت نکال لے۔

مجاہد - لیکن نصیر کو تم سے بڑا انس ہی۔

متین - اُس سے میں انکار نہیں کرتا - انس ہوگا - انس تھا جب ہی تو آپ کو معلوم ہوا - سوکھا ساکھا انس ہی ہوا تو کس کام کا - جب عزیزداری کے جو مراسم ہیں وہی نہ ہوئے - بہرحال بہت سی باتیں ہیں - تم خواہ مخواہ گزشتہ باتیں یاد دلا کر ایک اور اشتعال پیدا کرتے ہو - تمہیں کیا واسطہ جو برتاؤ ہم لوگوں میں ہی وہ بہت اچھا ہی - ہزاروں لاکھوں گھر ایسے ہیں جہاں رشتہ داروں میں اتنا بھی انس نہیں۔

مجاہد - تم نے مجھے غیر سمجھ کر بات کا رخ بدل دیا - میں تم سے بہت ہمدردی رکھتا ہوں - معلوم نہیں کہ تمکو کہاں تک اسکا یقین ہی۔

متین - مجکو تم پر پورا بھروسہ ہی - اور میں جانتا ہوں کہ اسوقت چھپرے میں تم سے زیادہ اچھا کوئی دوسرا مسلمان نہیں - دلہا را بدلہا راہ ہست - دل کو دل سے راہ ہی - تم مجھے جتنا چاہتے ہو اتنا ہی میں تمکو بھی دوست رکھتا ہوں - دوست ہی نہیں میں تمکو بھائی کے برابر سمجھتا ہوں - المومنون اخوۃ المومنین مسلمان مسلمان کے بھائی ہوتے ہیں - لیکن ایسا بھائی جیسا سلیم کا کلیم ہو خدا ایسے بھائی سے بچائے۔

بانگ الـ[illegible] ورشور ہمالہ کی جانی

مجاہد- اپنے معاملات کی نسبت کچھ فرمائیے۔

شین- میں نے عرض کیا تھا کہ ابھی مجھکو افسوس ہے کسی کی شکایت میری وضع کے
بالکل خلاف ہے اور غیبت کرنا میری عادت کے سراسر منافی ہے۔ زبان کا کام دانائی یا دانش
کرنا ہے۔ بڑا کام اسکا بھید کا چھپانا ہے اور بہت کسی کا گلہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ سننے والا
قاضی اور حاجت ہوتا ہے۔ کہنے والے کی وجہ سبکی ہوتی ہے۔ کسی کی غیبت روا بھی
نہیں ہے لایحب اللہ الجہر بالسوء من القول۔

مجاہد- الاّ من ظلم کیون چھوڑ دیا۔

شین- میرے دشمن معلوم ہون۔ مین کیون مظلوم ہونے لگا۔

مجاہد- بھائی تم سا صابر اور حلیم مین نے کم دیکھا۔ تمہارے حالات سے
مین ناواقف نہین ہون۔ تمہارے ضبط اور رشد کی تعریف کرتا ہون تم اس
طرح باتین کرتے ہو کہ گویا تم کو کچھ خبر ہی نہین ہے۔

مجاہد نے چاہا کہ شین کچھ سلسلۂ سخن دراز کرے اسکے عقیدہ کا پتا لگے تو تفسیر سے
جو گفتگو ہوئی تھی اسکا اعادہ کرے۔ شین کو اتنا بے نفس پاکر مجاہد کو تامل تھا کہ ماجرا اسکے
سامنے بیان کیا جائے یا نہ بیان کیا جائے۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد مجاہد نے
خود ہی گفتگو شروع کی۔

بھائی! مین مسلمان ہون۔ مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہون۔ میرا اسلام پسندیدہ
ہے یا نہین۔ اسکا علم اسی عالم الغیب کو ہے۔ اور نزع روح کے بعد مجھکو یا دوسرے لفظون
مین میری روح کو بھی ہوگا۔ مین مسلمان ہونے کی کوشش کرتا ہون اسلیے میری یہ بھی
کوشش ہے کہ مین تمام ارکان کو پورے طور پر ادا کرون۔ خلوص نیت کا علم خدا سے علیم کو
ہے۔ اور اسکی جزا سے مجھکو یا میری روح کو مرنے کے بعد واسطہ ہوگا۔ خداوندا تو دلون کے
بھید کا جاننے والا ہے۔

"انہ یعلم الجہر وما یخفیٰ"

متین بڑا ہی اہل دل تھا۔ مجاہد کی تقریر سنکر وہ سہم گیا اور گھبرا کر بولا - بھائی جان! تم نے کس حکایت کے لیے ایسی پُر اثر اور پُر درد تمہید اُٹھائی ہے کہ دل ہلا جاتا ہے -

مجاہد نے کہا کہ بھائی صاحب میں اسوقت ایسی سخت بلا میں مبتلا ہوں اور ایسے کڑے امتحان میں پھنسا ہوں کہ بجز خدا کے اور کسی سے میرا معاملہ نہیں ہے۔ میں اسوقت دو مسلمانوں میں لڑانے کی کوشش کرتا ہوں اور پھر یہ امید رکھتا ہوں کہ خدا مجھکو جزاے خیر دے گا۔ میں نمّام ہو کر تمھارے سامنے آیا ہوں لیکن مجھکو ذرا انفعال نہیں ہے۔ ایک طور پر میں امانت میں خیانت کرتا ہوں۔ المستشار موتمن کے خلاف میرا عمل ہے۔ مجھکو اپنے اجتہاد پر بھروسا نہیں ہے۔ صرف الاعمال بالنیات پر تکیہ ہے۔ میری ایک عادت ہے اور دنیا اسکے خلاف ہو جب بھی میں اُسے نہ چھوڑ دنگا۔ یعنے میں کسی کو خلاف شرع دیکھتا ہوں تو مجھے نفرت ہو جاتی ہے اور دل میں خواہ مخواہ عداوت اور خلش پیدا ہوتی ہے۔ خداوندا میں خاطی کو اسلیے برا نہیں سمجھتا کہ وہ مجھ سے برا ہے یا میں اُس سے اچھا ہوں - یہ خیال آیا اور فقر جہنم میں میرا ٹھکانا ہوا۔ میں بُرے کو اسلیے بُرا سمجھتا ہوں کہ وہ تیرے احکام سے بے ادبی کرتا ہے میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں تیرے احکام سے بے ادبی کرنیوالوں سے نفرت نہ کروں گا تو تو کہیں مجھ ایسے کمزور دل اور بے تمیز بندے سے منھ نہ پھیر لے۔ تیرے رسول نے فاسقوں کے جنازے کی نماز اسلیے نہیں پڑھی تھی تاکہ دوسرے فاسقوں کو عبرت اور تنبیہ ہو۔ بہت سی برائیاں ہم لوگوں میں صرف اسلیے پھیلی ہیں کہ گروہ یا جماعت میں عاصی ذلیل نہیں سمجھا جاتا اور جب تک جماعت میں اچھے اور بُرے کی امتیاز نہ ہوگی شخصی امتیاز کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اسوقت اشاعت دین یا احیاے سُنّت نبوی تلوار کے ذریعہ سے نہیں ہو تی۔ سچے دل سے اگر کوشش کی جائے تو دل اور زبان کا جہاد الجہاد فی سبیل اللہ ہے۔

میں اسوقت مجاہد فی الدین کی حیثیت سے نصیر کی مجلس میں گیا۔ وہاں میں ناکامیاب رہا۔ لیکن میرا دل کسی طرح امر حق کی پیروی سے نہ تھکا۔ مدد کی غرض سے میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔

یہ کہکر مجاہد نے تمام حالات شروع سے آخر تک کہہ سنائے۔ متیں شروع میں غیر متاثر رہا

لیکن کب تک۔ حالات ایسے تھے جنھوں نے متین کو برافروختہ کرکے چھوڑا۔ مجاہد نے اخیر اخیر یہ کہا کہ مین تمھاری بی بی کی ہمدردی نہین کرتا۔ بلکہ اپنی بہن فہیمہ کا بہی خواہ ہون۔ تم بھی ایک مسلمان بھائی کی حیثیت سے اسکی مدد کرو۔ یہ نہ سمجھو کہ تم اسکے شوہر ہو۔ جب مجاہد نے دیکھا کہ متین پر اسکی سحر بیانی کارگر ہوئی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ فہیمہ ایک بے زبان عورت تمھاری قید مین ہے۔ اُسکے حقوق کی نگہداشت تم پر اخلاقاً واجب ہے۔ اگر تم مین یہ قابلیت نہ تھی تو اُس غریب کو تم قید نکاح مین کیون لائے۔ تم مین حلم اور متانت بہت زیادہ تھی لیکن افراط و تفریط دونون معیوب ہین آبارے تمکو حس ہوئی۔ میرا مدعا حاصل ہوا۔ اعوذ باللہ من غضب الحلیم۔ تمکو جوش آیا تو تم کچھ کرکے رہوگے اور اگر یہ جوش قایم نہ رہے تو فہیمہ کو اپنی قید سے آزاد کردینا۔ طلاق دو اور کسی ایسے شخص کو اسکی زوجیت کے لیے تلاش کرو جو اسکے حقوق کی حفاظت کرسکے۔

مجاہد نے اپنا کام کیا اور گھر کا راستہ لیا۔ متین عجب کشمکش مین پڑا۔ جو فوری برافروختگی پیدا ہوگئی تھی وہ تو قایم نہ رہی۔ لیکن مجاہد کا آخری فقرہ اُسکو برابر اُسکا فرض یاد دلاتا رہا۔ گو اُسکی متانت بہت بڑھی ہوئی تھی مگر اپنے متعلقین کے حقوق کی نگہداشت وہ اخلاقاً واجب سمجھا۔

یہ خبرین متین کے ذریعے سے فہیمہ تک پہنچین اور اُسکے ذریعے سے اُسکی ماں واقف ہوئی۔ عورتون کو بجز رونے کے کوئی چارہ نہین — ماں اور بیٹی دونون تین چار روز تک اپنے اپنے گھرون مین روتی رہین۔ ماں غریب پر ایک اور مصیبت تھی وہ کھل کر رو بھی نہین سکتی تھی۔ شوہر کا تو ڈر کھاتا تھا اور ناخلف بیٹے کا تھا۔ وہ یہ پسند نہین کرتی تھی کہ جیتے جی فہیمہ سے قطع تعلق ہوجائے۔ وہ اپنی سمجھ کے مطابق سیدھی بات جانتی تھی کہ اپنی اولاد کو اپنے ترکہ سے محروم کرنا اولاد کے مار ڈالنے کے برابر ہے اور یہ بھی ڈر تھا کہ کہین کلیم نے اُسکو اپنا دشمن اور بیٹی کا خیرخواہ سمجھکر گھر سے نکال دیا تو وہ کہین کی نہ رہیگی بڑھاپا خراب جائیگا۔

تمام برائیان نصیر کی بدولت تھین کہ احکام الٰہی کا اجرا اُسنے اپنے گھر مین کبھی

نہیں چاہا۔ سچی خوشی اسکے گھر میں ناپید اتھی۔ ایک دوسرے کے حقوق سے ناواقف تھا۔ نہ بیٹے کو باپ کا ادب تھا۔ ماں کو دل بیٹے سے صاف تھا۔ بیٹا دونوں کو غلام اور لونڈی سے بدتر جانتا تھا۔ دلوں میں وسوسے طبیعتوں میں کمزوریاں بڑھ رہی تھیں۔ غرض ماں بھی بیٹے سے خوف کرتی۔ باپ پر بھی بیٹے کا دباؤ تھا۔ اور یہ خود باپ ہی کا کیا ہوا تھا۔ اُسنے یہ تعلیم ہی نہ دی تھی کہ حالت تمدن میں ایک پر دوسرے کے کیا حقوق ہیں۔ کلیم کو سکھایا ہی نہ گیا تھا کہ باپ پر کیا فرض ہے۔ بیٹوں پر کیا واجب ہے۔ ماں بیٹے۔ بھائی بہن اور ماں بہن باہمی برتاؤ کیا ہونا چاہیے۔ "وبالوالدین احساناً وذات ذا القربیٰ حقہ" والدین کے ساتھ احسان کرو اور قرابت مندوں کا حق ادا کرو۔ جب باپ قرابت مندوں کے حقوق دینے میں رُکتا تھا تو تجربہ کار نوجوان بیٹے سے یہ کب امید تھی کہ وہ والدین پر احسان کرے گا۔ نصیر نے اپنے باپ سے بھی یہ سلوک کیا تھا اور اب ویسا ہی اُسکے ساتھ کلیم بھی کرنا چاہتا تھا۔

تو بجائے پدر چہ کردی خیر کہ ہمان چشم داری از پسرت

کلیم میں یہ کہاں دور اندیشی تھی کہ حکم خدا اور رسول کا اتباع یا محبت فطری کا تقاضا نہ سہی حکمت عملی کے اعتبار سے سمجھتا کہ ہم جیسا سلوک والدین سے کریں گے ویسا ہی ہمارے ساتھ ہمارے لڑکے بھی کریں گے۔ سیکڑوں ہزاروں گھروں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ بزرگان دین کا نام لیتے وقت پیغمبر خدا سے بھی اُنکی عظمت بڑھا دیتے ہیں اور والدین کو بے تکلف منھ پر گالیاں دینے میں باک نہیں کرتے۔ کیوں؟ محض اسلیے کہ اُنھوں نے اپنے باپ کو بچپن ہی سے ترک فی النبوت میں منہمک اور والدین کی خدمت میں بے ادب دیکھا تھا۔ جہاں تک تمدنی حالت کو تعلق ہے گھر کی حالت بالکل بیتہا اسے بڑے کے اختیار میں ہوتی ہے۔ وہ جیسا نمونہ دکھائے گا گھر والے اُسپر چلیں گے۔ غرض کلیم کے دل میں نہ باپ کی عزت تھی اور نہ ماں کا وقار تھا۔ بھائی بہن کی محبت کیسی۔ اسکو تو سن کے سن ہونے میں بھی کلام تھا۔ باپ کا دست نگر تھا اسلیے کچھ مصنوعی ادب کا اظہار کرتا تھا۔ رہی ماں وہ اگر لونڈیوں سے بدتر حالت میں نہ تھی تو کچھ اچھی حالت میں

بھی نہ تھی۔ اب ماں نے کیا کہا بیٹی نے کیا سُنا اسکے اعادہ میں کچھ لطف نہیں
گویا اسی گھر کی نسبت حافظ شیرازی نے فرمایا تھا۔

پسران را ہمہ جنگ است جدل با مادر

وہ خط قابل دید ہی جو پانچ سات روز کے غور کے بعد شیخ نے اپنے سسر کے
نام بھیجا تھا۔

جناب من

آپ اپنی جائداد کی نسبت وصیت کرنا چاہتے ہیں اور وصیت کا منشا صرف
یہ ہی کہ فہیمہ آپ کے ترکہ سے محروم کی جائے۔ آپ سمجھتے ہونگے کہ میں یہ خبر سنکر خوش ہونگا
لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اسوقت بالکل آپ سے ناخوش ہورہا ہوں
خبر سنکر مجھے ضرور بُرا معلوم ہوا۔ لیکن رفتہ رفتہ طبیعت اس اعتدال پر آگئی جس پر
شروع سے تھی۔

فہیمہ کی پیدائش سے اسوقت تک آپ نے جو برتاؤ اُسکے ساتھ رکھا وہ صرف یہی
مقتضی ہی کہ جب وہ کبھی آپ کے متول سے مستفید نہ ہوئی تو آپ کے مرنے کے بعد بھی
مستفید نہ ہو۔ شروع سے چلیے۔ آپ نے لڑکوں کی تعلیم پر ہزاروں روپیہ خرچ کیے
لیکن فہیمہ کے لیے ایک اُستانی دو روپیہ مشاہرہ کی بھی کبھی نہ رکھی۔ یہ انتظام آپ کا محض
اسلیے تھا کہ تعلیم نسوان کے آپ خلاف ہیں یہ قوجب سمجھا جاتا کہ دوسری طرح آپ
اُسکی تلافی کرتے۔ وہ آپ کے گھر میں لونڈی کی طرح پلکر جب بیاہی گئی تو یوں جیسے
بالغ ہونے پر کوئی لونڈی گھر سے نکال دی گئی۔ یا اُس سے بھی بدتر حالت میں۔ میں نے
مانا کہ میری سادگی آپ کو ایک بہانہ ہوئی۔ لغویات اور فضول رسموں میں آپ نے کچھ نہیں خرچ
کیا تو جہیز اور زیورات دینے میں کون مزاحم تھا۔

لڑکی کو جو آپ نے زیورات کم دیے اور میں نے واپس کیے۔ آپ نے اُسکو میری
سادگی پر محمول کیا یہ نہ سمجھے کہ میں نے اسکو آپ کی اور اپنی حیثیت کے خلاف سمجھکر لینے سے
نہ لینے میں لطف دیکھا۔ زیورات کے متعلق جو وعدے آپ نے کیے تھے وہ سارہ مرس

ہو گئے کہ پورے ہو گئے - آپ کا یہ عذر کہ کلیم کے اخراجات سے آپ دبے جاتے ہیں آپ ہی سمجھیں کہ یہ باتیں ایک منصف مزاج باپ کے کہنے کی ہیں ؟ -

جاہل اور بدمزاج بی بی کا میکہ سے خالی ہاتھ آنا میں کچھ اچھا سمجھا تھا - لیکن اس سادہ لوح کو آپ کے وعدوں پر ایسا بھروسہ رہا کہ اس حالت میں بھی بوے امارت اُسکے دماغ میں باقی ہے اور میرے پریشان رکھنے کے لیے بہت کافی ہے - میں نے ان تمام عیوب کے ساتھ آپ کی دختر نیک اختر کا اتنا ہی وقار کیا جیسا کہ ایک اچھی سی اچھی بی بی کا سسرال میں ہو سکتا ہے - مجھ سے اس پیوند میں جو غلطی ہوئی تا دمِ مرگ مجھے یاد رہیگی - میں تمام نوجوانوں سے وصیت کرتا ہوں کہ شادی بیاہ کے متعلق جتنی تحقیقات اُنسے ممکن ہو کم ہے -

غریب لڑکی اطاعت سے شوہر کے دل میں اپنی جگہ کر لیتی ہے - خوشحال گھر کی لڑکیاں اگر بدمزاجی اور جہالت میکے سے ساتھ لائیں تو بہت کھلتا ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ اس نقصان کی تلافی کرنے کو میکے والے طیار نہ ہوں - سب سے اچھی وہ حالت ہے کہ غریب گھر کی لڑکی غربت کی حالت میں اطاعت اور فرمانبرداری کے زیور سے آراستہ شوہر کے گھر میں داخل ہو اور سب سے بدتر وہ حالت ہے کہ نافرمان بی بی خالی ہاتھ امیرانہ دماغ کے ساتھ کسی بھلے مانس کے گھر میں آکر ہمیشہ کے لیے اُسکا عیش منغص کر دے - شوہر غلام بننے کو طیار ہو - لیکن بی بی اُسکو خاطر میں نہ لائے ؎ -

زن بد در سرائے مرد نکو ہم درین عالم است دوزخ او

آپ کی لڑکی نے اپنی جہالت سے نہ اتبک آپ کو پہچانا اور نہ کچھ صحبت کو پہچانا - میرے عیش کی کوئی صورت کم و بیش پیدا ہو سکتی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ آپ اپنی جائداد سے فہیمہ کا محروم الارث رہنا بہت جلد ظاہر کر دیں - آپ نے پہلے ہی ایسا کیا ہوتا تو مجکو زیادہ نفع پہنچتا - اب آپ کے اس احسان پر بھی میری آسایش کی پوری صورت نکلے یہ تو ممکن نہیں - لیکن خیر کچھ تو نفع پہنچ ہی جائیگا - ممکن ہے کہ میری طبیعت پر آپ کو تعجب ہو میری بات کو آپ باور نہ کریں - لیکن آپ کیوں نہ باور کریں ؟ - آپ ہی کی سی طبیعت تمام دنیا کی

ہو یہ کیا ضرور ہے۔ متمول بی بی سے میں فرمانبردار بی بی کو ہزارہا درجہ بڑھکر اچھا سمجھتا ہوں۔
میں آپ کو پھر باور کرانا چاہتا ہوں کہ میں کسی طرح آپ کے ارادے کے مخالف نہیں ہوں
آپ کے جی میں جو آئے شوق سے کیجیے میں ہرگز مزاحم نہ ہونگا۔ مزاحمت کا تو مجھے
یوں بھی حق نہیں ہے۔ صرف بی بی کو ورغلانا بس یہی میرے اختیار میں ہے۔ آپ کو اطمینان
دلاتا ہوں کہ میں ہرگز ایسا نہ کرونگا۔ لیکن اگر بی بی نے خود سر اٹھانا چاہا تو پھر میں مانع
بھی نہ ہونگا۔ میں کسی طرح اسپر جبر کر کے اپنی عاقبت خراب کرنا نہیں چاہتا۔ اے
پاک پروردگار تمام چیزیں خراب ہو جائیں۔ تمام منصوبے بگڑ جائیں۔ دنیا میں تو مجھے
جس حالت سے چاہ رکھ۔ لیکن قیامت میں رسوائی کا طوق گردن میں نہ ہو۔ آمین
ثم آمین۔

آپ کا خادم
محمد متین

یہ خط کسی آدمی کے ہاتھ روانہ کیا گیا۔ اور اطمینان کر لیا گیا کہ فی الواقع نصیر کے
ہاتھ میں خط پہنچ گیا۔ نصیر نے خط پڑھکر فوراً کلیم کو بلوایا۔ اور کلیم کی تحریک پر مجاہد بھی طلب
کیا گیا۔ اور ان سب کے جمع ہونے پر گفتگو شروع ہوئی۔

کلیم (مجاہد کی طرف مخاطب ہوکر) بھائی تم نے خوب ہی گل کھلایا۔ سلیم اور
متین کی چٹھی دونوں ساتھ پڑھی جائیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی مبدائی پر دونوں
فیاضیاں ہیں۔

مجاہد۔ ایک ہی مدار فیاض سے ان دونوں نے ازلی سعادت پائی ہے۔

کلیم۔ میرے کہنے کا منشا اور ہے۔ میں سمجھا ہوں کہ ایک ہی شخص کے یہ دونوں
مسودے ہیں۔

مجاہد۔ خدا نے آپ کو ضرورت سے زیادہ ذہین بنایا ہے اسلیے آپ سب کچھ
سمجھ سکتے ہیں لیکن جہانتک امر حق کو تعلق ہے سلیم اور متین میں اب تک کوئی مراسلت
نہیں ہوئی۔ سلیم کا خط آپ کے والد بزرگوار کے خط کا جواب تھا اور متین نے جو کچھ لکھا ہے وہ
شیخ صاحب کے ارادے سے واقف ہوکر لکھا ہے۔ ہاں شیخ صاحب کا ارادہ متین کو صرف

میرے ذریعہ سے معلوم ہوا۔ میں خطاوار ہوں تو صرف اسی قدر۔

کلیم۔ لیکن مجھکو ہرگز یہ امید نہ تھی کہ حق ہمسائگی آپ یوں ادا کریں گے۔

مجاہد۔ بھائی سچی بات تو یوں ہے کہ فہیمہ کے حق میں یہ آپ صاحبوں کا ظلم دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوا۔ اخوت اسلامی اور حق ہمسائگی یہی دو نسبتیں آپ سے ہیں۔ فہیمہ کے ساتھ بھی یہ دونوں واسطے موجود تھے۔ وہ بھی مسلمان ہے۔ اور برابر اسی محلہ میں آپ کے گھر رہ چکی ہے کیا وجہ ہے کہ میں آپ کا ہمدرد بنوں اور اُسکا شریک حال نہ ہوں خصوصاً ایسی حالت میں کہ آپ ظالم ہوں اور وہ مظلوم ہو۔ جس میں کو تمام حالات سے مطلع کرنا انسانی ہمدردی کا مقتضا تھا۔ میں اُنکو مطلع نہ کرتا تو خطاوار ہوتا۔ راست بازی نے مجھے ساکت نہ رہنے دیا۔

جب کلیم نے دیکھا کہ گفتگو کا پہلو بدلتا جاتا ہے۔ مجاہد کسی طرح دبنے والا نہیں۔ اور تیغ نصیر پر بُرا اثر پڑ رہا ہے تو کلیم اُٹھ کر چلا گیا۔ مجاہد تھوڑی دیر تک بیٹھا۔ بیٹھا رہا۔ پھر وہ بھی اپنے گھر چلا آیا۔

شروع سے آخر تک نصیر چپ رہا۔ اُسکے مُنھ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا جس کا سبب یہ تھا کہ وہ بہت متاثر تھا اور اپنی غلطی پر نادم تھا۔ کلیم کو اپنے باپ کی دلی حالت سے خبر ہوئی اور کسی قدر اپنے مقصود کی طرف سے اُسکے دل میں نا امیدی پیدا ہو چلی۔

اُدھر جتنے مواضع خریدے جاتے تھے بیعنامہ میں بجائے باپ کے نام کے کلیم کا نام درج ہوتا تھا۔ باپ اسکو دیکھتا اور سمجھتا تھا مگر چپکا ہو جاتا تھا۔ اس طرح دو سال کے اندر بہت سی جائداد کلیم کے نام ہو گئی پُرانی دستاویزوں کو بدلوا کر کلیم نے نئی دستاویزیں خاص اپنے نام لکھوانا شروع کیں۔ یہ چالاکی کچھ پہلے سے چلی آتی تھی۔ سب مل ملا کر سات مواضع ایسے ہو گئے جنپر تنہا کلیم کا نام درج کاغذات مال تھا۔ نصیر یہ سب دیکھتا تھا لیکن دلی کمزوری سے سکوت کرتا تھا اور اس طرح کلیم کو اپنی بد طینتی کے اظہار کا موقع ملتا تھا۔

دو برس یوں گزرے اور تیسرے سال حسن اتفاق سے ایک شاہ صاحب محلہ کی مسجد میں آکر ٹھہرے۔ جاہل محض۔ مذہب اسلام سے بالکل ناواقف۔ لیکن ہنسانے رلانے کے لیے چند عام لبھانے والی باتیں انکو معلوم تھیں۔

باب ۵

خرابی حالت کا ادنیٰ نمونہ

تھوڑے دنوں میں شاہ صاحب مرجع عوام ہو گئے۔ نصیر بھی شاہ صاحب کے دربار میں حاضر ہوتا تھا۔ کلیم کسی کا دوست نہ تھا۔ ہوا کا رخ دیکھتا تھا۔ باپ کو شاہ صاحب کے پاس آتے جاتے دیکھ کر یہ بھی وہاں حاضر ہونے لگا۔

کلیم کو پھر ایک مرتبہ گزشتہ باتیں یاد آئیں۔ شاہ صاحب کے زمرۂ مریدین میں وہ داخل ہوا اور اپنے باپ کو بھی مرید ہونے کی ترغیب دی۔ کلیم نے اپنی چال بازیوں سے شاہ صاحب پر پورا قابو حاصل کر لیا تھا۔ شاہ صاحب اسکی مرضی کے خلاف زبان نہیں ہلا سکتے تھے۔ اور شاہ صاحب کے حکم کو نصیر رد نہیں کر سکتا تھا۔

کلیم کی تحریک پر ایک روز شاہ صاحب نے یہ مضمون پیش کیا کہ شیخ نصیر اپنی تمام جائداد کار خیر میں وقف کر دیں اور کلیم کو اسکا متولی بنائیں۔ تولیہ نسلاً بعد نسلاً کلیم کے خاندان میں رہے۔ ممکن ہو کہ شاہ صاحب نے نیک نیتی سے یہ صلاح دی ہو۔ سلیم یا فہیم کو نقصان پہنچانا شاہ صاحب کا مقصود نہ ہو۔ محض کلیم کا خوش کرنا اسکا مقصود رہا ہو لیکن ظاہر ہی کہ کلیم کا یہ جوڑ چل جاتا تو فہیم اور سلیم کے لیے دقت تھی۔ شاہ صاحب جاہل مطلق تھے۔ کلیم نے انکو آمادہ کیا وہ نصیر پر دباؤ ڈالنے کو مستعد ہو گئے۔ مسائل مذہبی سے وہ واقف ہوتے تو سمجھتے کہ نصیر کی اور اولاد موجود ہے وہ محروم ہوگی تو نصیر پر روز حشر عذاب ہوگا۔ اور اسی کے ساتھ یہ بھی وہاں پکڑا جاوے گا۔

مجاہد کے مخبر لگے رہتے تھے۔ اسکو ان تمام حالات سے فوراً خبر ہو گئی۔ ایک روز وہ بعد نماز مغرب مسجد میں آیا۔ شاہ صاحب کے مرید حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے کلیم بھی انہیں شریک تھا۔ نصیر ایسے جلسوں میں بہت کم شریک ہوتا تھا لیکن حسن اتفاق کہ اسدن وہ بھی موجود تھا۔ مجاہد کنارے بیٹھ گیا۔ جب شاہ صاحب نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو مجاہد نے کہا ”السلام علیکم“ شاہ صاحب نے نہایت استکراہ سے

جواب دیا۔ مجاہد نے کبھی شاہ صاحب کی مخالفت نہیں کی تھی۔ لیکن یاروں نے اسکا نام معاندوں میں لکھوا رکھا تھا۔ اور شاہ صاحب کے دل میں خواہ مخواہ مجاہد کی طرف سے بغض تھا۔ شاہ صاحب تو کچھ نہ بولے۔ کلیم نے پوچھا کہیے حضرت آپ کہاں تشریف لائے ہیں؟

مجاہد۔ شاہ صاحب سے چند باتیں دریافت کرنی ہیں۔

شاہ صاحب۔ بیٹا آؤ۔ قریب آؤ۔ کیا پوچھتے ہو۔

مجاہد۔ حضرت آپ پر تو تمام علوم ظاہر و باطن کھلے ہیں مجھے ایک مسئلہ میں کچھ شک سا ہو گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میری تشفی ہوگی تو آپ ہی سے ہوگی۔

شاہ صاحب۔ بیٹا شرعی مسائل کسی عالم سے پوچھ فقیر کو شرع سے کیا کام۔

مجاہد۔ میں کچھ مذہب اسلام کی بات پوچھوں گا۔

شاہ صاحب۔ ہم عشق کے بندے ہیں مذہب سے نہیں واقف۔

مجاہد۔ میں کچھ قرآن و حدیث کے متعلق پوچھنے آیا ہوں۔

شاہ صاحب۔ بابا ہم لوگوں کو قرآن و حدیث سے کیا مطلب۔

مجاہد۔ اللہ اور اسکے رسول کی باتیں میں پوچھتا ہوں اور آپ اسکے بیان کرنے میں تامل کرتے ہیں؟

شاہ صاحب۔ بابا تو یہ باتیں کسی مُلّا سے پوچھ۔ ہم فقیروں کو انسے کیا سروکار۔

مجاہد۔ تم مذہب نہیں جانتے۔ قرآن و حدیث نہیں مانتے۔ اللہ اور اللہ کے رسول سے سروکار نہیں رکھتے تو تم کس مرض کی دوا ہو۔ یہ کہنا تھا کہ چاروں طرف سے معتقدین مجاہد پر ٹوٹ پڑے۔ آزادی سے کہہ تو گیا لیکن مریدوں کی یورش دیکھ کر بہت گھبرایا۔ کلیم نے ذرا لوگوں کو تیز کر دیا۔ قریب تھا کہ مجاہد پٹ جاتا۔ لیکن قدرت پروردگار دیکھیے کہ اتنے میں دو مولوی دور و نزدیک سے اس مسجد میں ٹھہرے ہوئے تھے انھوں نے جو دیکھا کہ ایک حق گو پٹا چاہتا ہے تو گوشہ مسجد سے نکل کر وہ دونوں مجاہد کے پاس آ گئے۔ ان میں سے ایک نے اُس شخص کو جو مجاہد کا گلا دبائے ہوئے تھا دھکیل دیا وہ ٹھیلخنی کھا کر کنارے

ہوگیا۔ ان دونوں بہادروں کے سامنے کسی کی نہ چلی۔

کلیم (پشاوری مولوی سے) آپ کون ہیں۔

مُلّا۔ ہم بندۂ خدا ہے۔

کلیم۔ آپ کو ہمارے معاملات میں کیا دخل ہے۔

مُلّا۔ آپ کے گھر کا بات نہیں ہے۔ دین کا بات ہے۔ ہم دو دن سے مسجد میں ٹھہرا ہے۔ اس بڈھا کا خاطر محمد دلا اللہ کرتا ہے کہ پیمبر کا اتنا تعظیم صحابہ نہیں کرتا تھا۔ اسوقت کی بات سے ہمکو معلوم ہوا کہ یہ بالکل جاہل ہے اور دین سے اسکو کچھ تعلق نہیں ہے۔ مسلمانوں کو دھوکا دینے کے واسطے یہ شاہ صاحب بنا ہے۔ دین سے یہ بے ادبی کرتا ہے۔ مسلمان ہوکر مرتد بنتا ہے۔ ہمارے ملک میں ہوتا تو آگ اسکا سر کاٹ ڈالتا۔

کلیم۔ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ شاہ صاحب جاہل ہیں۔

مُلّا۔ ہم عالم جاہل نہیں جانتا۔ یہ بیچارہ مسلمان دین کا مسئلہ پوچھنے آیا۔ اگر یہ بڈھا شاہ مسئلہ جانتا ہے اور نہیں بتاتا ہے تو اسکا زبان کاٹ لینا چاہیے۔ اور مسئلہ نہیں جانتا اور دین کا پیشوا بنتا ہے تو اسکا سر کاٹ لینا چاہیے۔ پیشوا سے دین بنکر ردی لکھا ہے تو کام کیوں نہیں کرتا اور کرنا نہیں آتا تو مسلمانوں کو فریب دینے کے لیے مذہبی پیشوا کیوں بنتا ہے۔ ہمارا مذہب ایسا ہوگیا کہ جاہل لوگ امام بنتا ہے۔ انگریزی عملداری میں سزا کم ہے پھر بھی اطلاع کیا جائے تو اسکو دغا میں سزا ہو سکتا ہے۔ ابھی ملتان میں ایسا مقدمہ ہم خود دیکھ چکا ہے۔

مریدوں نے یہ حال دیکھ کر کلیم سے کہا۔ کہ "آپ ملا صاحب سے کیوں بحث کرتے ہیں۔ شاہ صاحب کیا نہیں جانتے۔ سب کچھ جانتے ہیں۔ رات دن انکو سکھانے پڑھانے کے سوا اور کام ہی کیا ہے۔

مُلّا۔ ہاں یہ ہم مانتا ہے۔ اچھا صاحب (مجاہد کی طرف مخاطب ہوکر) پوچھیے کیا پوچھتا ہے ہم بھی غور کرے گا۔

مجاہد۔ (مُلّا کی طرف مخاطب ہوکر) اچھا آپ بھی بیٹھیے۔ جو ہم پوچھتے ہیں آپ

سنتے جاتے ہیں۔

یہ دونوں ملا زمہ سے بہت عالم تھے۔ لیکن اب تک مجاہد نے اتنا ہی سمجھا تھا کہ یہ دونوں سچے مسلمان ہیں اور میرے ہمدرد ہیں۔ ایک ملا مجاہد کے دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب بیٹھا اور مجاہد گویا حلقہ میں بیٹھ کر شاہ صاحب اور اُنکے ذریات پر حملہ آور ہوا۔

مجاہد۔ (شاہ صاحب سے) اگر کوئی مسلمان یہ وصیت کرے کہ اُسکی کل جائداد کار خیر میں صرف ہو۔ شرعی ورثا محروم رہیں تو یہ وصیت جائز ہے۔؟

کلیم کچھ بولنا چاہتا تھا کہ ملاؤں نے اُسکو ڈانٹا اور کہا کہ "شاہ صاحب سے پوچھا جاتا ہے" جو سب سے زیادہ واقف ہوا اسی کا بولنا مستحسن ہے؟

کلیم۔ مسائل فقہ شاہ صاحب کو کم معلوم ہیں۔

ملا۔ جب شاہ صاحب کی مذہبی معلومات کا یہ حال ہے تو انکو مذہبی پیشوا کس نے بنایا۔ ہندوستان میں بہت بڑا حرابات ہے۔ اور اسی سے ہندوستان غارت ہوا ہے کہ یہاں عالم کا قدر نہیں ہے۔ یہاں قدر ہوتی ہے تو مکار جاہلوں کی۔ عالموں کو کوئی نہیں پوچھتا۔ اور جاہل مذہبی پیشوا بنتے ہیں۔ ہمکو اس بات پر بڑا غصہ ہے اسوقت اس بڈھے کو (شاہ صاحب کی طرف مخاطب ہوکر) اس سوال کا جواب دینا ہوگا۔ اگر اسنے جواب نہ دیا تو ابھی ہم اسکو مسجد سے نکال دیں گے۔

مجاہد۔ (ملا صاحب کی طرف مخاطب ہوکر) اس بڈھے کو آپ پیچھے نکالیے گا اسوقت وہ نہیں بولتا تو اسی کو (کلیم کی طرف اشارہ کرکے) بولنے دیجیے۔

کلیم۔ اگر کوئی کل جائداد اپنی کار خیر میں دے ڈالے تو کوئی امر مانع نہیں ہے۔

ملا۔ دے ڈالنے کا سوال نہیں ہے۔ وصیت کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔

کلیم۔ اگر کوئی وصیت کرے کہ اُسکا تمام مال اُسکے مرنے کے بعد کار خیر میں لگایا جائے تو یہ وصیت بقدر ایک ثلث کے جائز اور بقدر دو ثلث کے ناجائز ہوگی۔

مجاہد۔ ورثہ کے حق میں وصیت کیسی ہے۔

ملا۔ حرام۔

مجاہد۔ کیا حرام سے آپکا یہ مطلب ہی کہ وصیت کرنے والا گنہگار ہوگا۔
ملاّ۔ گنہگار تو ہو ہی گا۔ یہ تو آخرت کا بات ہی۔ دُنیا مین بھی پشیمان ہوگا قاضی کے سامنے اب‘ وصیت قابل نفاذ نہ ٹھہرے گی۔
مجاہد۔ قاضی اب کہان ہین۔
ملاّ۔ حکام وقت قاضی کا قایم مقام ہی۔ وراثت۔ نکاح۔ طلاق۔ مہر۔ وغیرہ وغیرہ بہت سا بات احکام شرع کے مطابق انگریزی عدالتون سے فریقین کے مسلمان ہونے کا حالت مین فیصلہ پاتا ہی۔
مجاہد۔ وصیت کیون ورثا کے حق مین ناجائز ہی؟
ملاّ۔ قرآن مین وارثون کے حصص مقرر ہین۔ اور جہان کہیں کچھ اغلاق ہے احادیث سے صاف ہوگیا ہی۔ قرآن و حدیث کے خلاف وصیت کرنا بے ادبی ہی۔ اور پہلے منع کیا گیا ہی۔ پیغمبرؐ خدا کا قول ہی۔ الا لا وصیۃ للوارث۔ وارث کے حق مین وصیت نہین ہی۔
مجاہد۔ اگر کوئی شخص احکام قرآنی کو بُرا از حکمت نہ سمجھے یعنے لڑکیون کو یا بیبیان کو حق دینا منظور نہ کرے اور یہ خیال کرے کہ احکام قرآنی جہانتک عورتون کے حقوق سے تعلق رکھتے ہیں بیجا خلاف عقل اور خلاف مصلحت ہیں تو کیا ہے؟
ملاّ۔ کوئی مسلمان ایسا خیال رکھے تو وہ گنہگار ہی نہین ہی۔ مرتد ہی جو شرع مین کافر سے بھی بدتر سمجھا جاتا ہی۔ جب اسکے نزدیک احکام الٰہی خلاف عدل اور خلاف انصاف ٹھہرے تو اللہ بھی عادل اور منصف اور حکیم نہوا۔ اور جو خدا کو ان صفات سے متصف نہ سمجھے وہ کمبخت مسلمان کب ہے۔
مجاہد۔ اچھا اگر شخص وصیت نہ کرے ملکہ جیتے جی ایک وارث کو تمام حقیت اپنی دیکر دوسرے ورثا کو محروم کردے۔
ملاّ۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہی جیتے جی دیدے گا تو خود کیا کھائے گا؟
مجاہد۔ فرض کر لیجیے کہ اُسنے دیدیا۔ اور خود بھیک مانگ کر یا کوئی اور پیشہ کرکے

کزرکرتا ہی۔

مُلّا۔ خلاف عقل بات کیونکر فرض کیا جا سکتا ہی۔

مجاہد۔ مسئلہ تو مفروضات پر بھی بتایا جا سکتا ہی۔ آپ کو اسکے فرض کر لینے مین کیا تامل ہی۔

مُلّا۔ اکثر لوگ خدا سے مکر کرتا ہی۔ وصیت نامہ خلاف شرع سمجھکر ہبہ نامہ لکھدیتا ہی وصیت مقصود ہوتا ہی۔ اور ظاہر کرتا ہی ہبہ۔ قبضہ چھوڑنا مقصود نہیں ہوتا اور نہ قبضہ چھوڑتا لیکن یہ سب فریبی کارروائی کرکے دُنیا مین ذلت اُٹھاتا ہی اور مرنے پر جو ہوگا اُسکا علم خدا کو ہی۔ جو ہمارے تمھارے اور تمام بنی نوع انسان کے دلون کا بھید جانتا ہی۔

مجاہد۔ آپ نے میرے سوال کا جواب نہین دیا۔ فی الواقع کوئی شی ایک وارث کو حقیقی دیدیجائے اور دوسرے وارث کو نہ دیجائے تو یہ دینا شرعاً کیسا ہی؟

مُلّا۔ اب مین کہانتک آپ کے سوالون کا جواب دون۔ جواب دینے مین غور و فکر سے کام لیا جاتا ہی۔ دماغ کو تکلیف ہوتا ہی۔ اسقدر مجکو معلوم ہی کہ بشیرؓ نے اپنے بیٹے نعمان کو ایک غلام دیا۔ اور پیغمبر خدا کے پاس آیا کہ آپ کو گواہ کرے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کہ دوسرے بیٹے کو کیا دیا ہی۔ بشیر نے عرض کیا کہ کچھ نہین۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مین اس ظلم پر گواہ نہ ہونگا۔ بشیر گھبر گیا اور غلام جو نعمان کو دیا تھا واپس لے لیا۔ اب آپ بھی غور کرے کہ اس حدیث سے کیا بات پیدا ہوتا ہی۔ بعضون نے کہا ہی کہ ایسا ہبہ مکروہ ہی اور حرام کے قریب ہی یعنی مکروہ تحریمی ہی۔ اور بعضون نے لکھا ہی کہ ایسا ہبہ مطلق حرام اور باطل ہی۔

مجاہد۔ جناب مُلّا صاحب۔ آپ نے جو کچھ فرمایا سب بجا فرمایا۔ آپ کے ملک مین علمی چرچا ضرور ہوگا جبھی آپ کو یہ سب باتین معلوم ہیں۔ لیکن شروع مین آپ نے یہ کیا فرمایا کہ "زبان کاٹ لی جاتی۔ سر اُڑا دیا جاتا"

مُلّا۔ ہم قوم کا بات کہا۔ پٹھان لوگ جھوٹا اور خلاف شرع بات سُنکر جہالت کرتا ہی لوگونکو مار ڈالتا ہی لیکن پڑھا لکھا عالم لوگ ایسا بات نہین کرتا۔ وہ بحث کرتا ہی جیسا ہم نے کیا۔ اور قاضی کے سامنے مقدمہ جاتا ہی تو وہ فیصلہ کرتا ہی جیسا یہان کچہری کا حاکم لوگ کرتا ہی۔

مجاہد - (شاہ صاحب کی طرف مخاطب ہو کر) کہیے حضرت کچھ آپ کی سمجھ مین بھی آیا - عالم و جاہل مین یہ فرق ہے - مہینوں سے آپ شیخ نصیر کو وصیت کرنے کی ترغیب دے رہے ہین اور ناحق غریب ضمیمہ کی بد عا لینے کو طیار ہین - اگر آپ مین ذرا بھی حب اسلام ہوتی تو آپ ایسے ناپاک مشورے مین شریک نہ ہوتے - میری راے شرع سے یہ ہے کہ آپ ایسے پیشواؤن کے سایہ سے دور بھاگنا چاہیے - آپ ایسی صورتون سے سخت گمراہی پھیلتی ہے - اپنی رنگت جمانے کے لیے عام پسند حکایتین سناتے ہین - خدا اور خدا کے رسولؐ کی باتون سے آپ کو مطلب نہین ہوتا آپ مریدون کا رجحان طبیعت اور عام خلقت کا رخ دیکھتے ہین اور مناسب حال باتین سنا کر عوام کو اپنے دام مین لاتے ہین - آپ کو اس سے بحث نہین کہ خدا اور خدا کے رسولؐ کا دین جاری ہوتا ہے یا مٹا جاتا ہے - آپ کو اپنی کامیابی سے غرض ہے اشاعت دین سے کوئی مطلب نہین ؎

اے بسا ابلیس آدم روے ہست　　　پس بہر دستے نباید داد دست

مین اپنے بچپن مین جب سنتا تھا کہ فلان بادشاہ نے فلان فقیر کی گردن مارنے کا حکم دیا - فلان بادشاہ کے وقت مین فلان درویش دار پر کھینچا گیا - تو مجکو تعجب ہوتا تھا کہ خدایا یہ کیسے شقی القلب لوگ تھے جو فقیرون کو بھی چین سے نہین رہنے دیتے تھے لیکن اب معلوم ہوا کہ بہت سے فقرا ایسے ہین اور ممکن ہے کہ پہلے زمانہ میں بھی ہون جنکا نہ ہونا آسایش خلایق کا باعث ہوتا ہے - کیا معنی کہ اگر کوئی شخص برا ہے اور برا مشہور ہے تو اپنے لیے برا ہے - دوزخ مین جائیگا تو اپنے جسم سے دوسرون کو کیا نقصان - لیکن ایک شخص ایسا ہے کہ نہایت برے افعال اس سے ظہور مین آتے ہین اور پھر عوام میں وہ پیشواے دین سمجھا جاتا ہے - نعوذ باللہ کیسی خطرناک حالت ہے - اس شخص کے ناپاک دستور کو عوام ذریعہ نجات سمجھتے ہیں - اور کوئی عالم منع کرے تو میان صاحب کے فعل سے تمسک کیا جاتا ہے شرک فی النبوۃ اور شرک فی اللہ - تو یہ اعتقادات کی ابجد ہے - جہلا کے نزدیک جب تک اپنے پیر کو ہادی اور راللہ سے مرید برتر نہ سمجھے گا - اسیر راہ سلوک ہرگز روشن نہوگی

یہان تک بھی خیریت ہی۔ صرف مُرید ہی حرام کے گئے۔ پیر کے ساتھ اپنے لیے بھی
جہنم کا راستہ نکالا۔ مشکل تو یہ ہوتی ہی کہ پیر کے بھروسہ پر یہ مریدین دوسرے بندگان
خدا کے آزار کے درپے ہوتے ہیں اور اپنے شمار مین مجاہدین فی سبیل اللہ مین
داخل ہوتے ہین۔ تمام دُنیا سے مال لوٹ کھسوٹ کر لاتے ہیں۔ سیکڑون کو ذبح کرتے
ہیں۔ ہزارون گھر برباد کرتے ہین۔ اور پھر دادا پیر کے عُرس کے لیے سو پچاس روپیہ
شاہ صاحب کے سامنے پیش کیے۔ اور شاہ صاحب تمام معاصی کے بخشوا دینے کے
ضامن ہو گئے۔ اب پھر وہ قتل و غارت کے لیے تیار ہیں۔ میرے کہنے کا یہ مطلب
نہین ہی کہ نفوس کرام سے زمانہ خالی ہی یا پہلے خالی تھا۔ ایک سے ایک بڑھکر کامل گزرے
ہین۔ اور اب بھی بعض بڑے بڑے اکابر موجود ہیں۔ لیکن سچے درویش اتنے کم
ہیں اور تم ایسی نقلی صورتین اتنی زیادہ ہین کہ محتاط شخص کو تم سے دور رہنا اچھا
ہی۔ خدا صاف لفظون مین لکھتا ہی للذکر مثل حظ الانثیین۔ ایک مرد کو دو عورتون کے
برابر حصہ دیا جائے۔ یعنے نصیر کی جائداد مین کلیم دو روپیہ پائے۔ سلیمہ دو روپیہ پائے
اور حمیدہ ایک روپیہ پائے اور تم یہ صلاح دیتے ہو کہ پانچون روپیہ نصیر کے مرنے کے
بعد کلیم ہی کو پہنچ جائیں۔ حمیدہ کچھ نہ پائے۔ اب تم خود دل میں سوچو کہ نصیر کو خلاف قرآن
عمل کرنے کی تم ترغیب دیتے ہو اور صرف ترغیب ہی نہیں بلکہ پیشواے دین کی حیثیت سے
اسکو باور کراتے ہو کہ اسمیں بہتری ہی۔ تم ہی بتاؤ کہ تم نیابت رسول اللہ صلعم کی ہو یا نیابت
شیطان۔ تم پر تو میرا اعتراض کم ہی پیٹ کے لیے آدمی کیا نہیں کرتا۔ آخر وہ بھی تو آدمی ہی
ہین جو پیٹ کے لیے ڈاکہ مارتے ہیں چوری کرتے ہیں۔ حیرت تو اُن بیوقوفون پر ہی۔ جو
خدا کا کلام اور رسولؐ کے احکام سے گریز کر کے تم ایسے مکّارون کی جاہل فریب باتون
پر عمل کرتے ہیں۔

غرض موقع پا کر مجاہد نے خوب ہی سُنایا۔ کوئی دقیقہ باقی نہین لگا رکھا۔ شاہ صاحب
تو کیا بولتے کلیم بھی دم بخود ہو رہا۔

نصیر یہ تمام باتین کمال عنایت غور سے سنتا رہا۔ اسکے چہرے سے پیدا تھا کہ وہ بہت

کچھ متاثر ہو رہا ہی۔ اسکے بعد ایک مُلّا نے کھڑے ہو کر عشا کی اذان دی۔ اور اذان کے ساتھ ہی سلسلہ سخن بند ہو گیا۔

نماز پڑھ کر سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ مجاہد نے اُن مُلّاؤں کے لیے بہت عمدہ کھانا اپنے گھر سے بھیجا۔ اور پچاس ۵۰ روپیہ خوان پر رکھ دیئے۔ دونوں مُلّا اپنے دل میں سمجھے کہ عاقبت میں حق گوئی کا صلہ ملتا ہی دنیا میں بھی مل گیا۔

صبح کو مسجد میں ایک دوسرا ہی گُل کھلا۔ نکلیم تو پابند صوم و صلوٰۃ نہ تھا لیکن شاہ صاحب کی مجلس میں شریک ہونے کے لیے وہ نمازی بن گیا تھا۔ نفیر گو پابند صلوٰۃ تھا۔ لیکن صبح کی نماز وہ قضا پڑھتا تھا۔ شاہ صاحب کی صحبت کا اثر اتنا ہی ہوا کہ وہ صبح اُٹھنے کا عادی ہو چلا تھا۔ شاہ صاحب بوقت نماز پڑھاتے تھے اور اسلیے اُنکو سب کے پہلے مسجد میں آ بیٹھنا بھی لازم تھا۔ شاہ صاحب کی نماز کہاں تک ریاکاری پر مبنی تھی یہ آگے اعمال سے ظاہر ہی۔ ہمیں نماز سچے دل سے ہوتی تو پھر کیا پوچھنا تھا شاہ صاحب کی صحبت میسر ہی نہ ہوتی یعنی صحابہ کرام اور اکابر اسلام جو پہلے گزر گئے ہیں انہیں کیا تھا کوئی سرخاب کا پر لگا ہوا تھا۔ اُنکی عبادت سراپا خالصاً لوجہ اللہ ہوتی تھی۔ اسلیے تلامذہ مصاحبین احباب اور مریدین پر بیک سچا اور خاص اثر کرتی تھی۔

صبح کو نماز کے لیے وہ سب جمع ہوئے جنکو اس داستان سے تعلق ہی۔ نماز پڑھکر شاہ صاحب فارغ ہوئے اور وظیفہ شروع کیا۔ جماعت میں ایک اجنبی شخص شریک تھا جیب سے اُسنے کاغذ نکالا۔ کبھی وہ شاہ صاحب پر نظر کرتا تھا اور کبھی کاغذ دیکھتا تھا۔ اس حرکت پر ہر شخص کو تعجب ہوا۔ پہلے شاہ صاحب ہی نے گفتگو میں سبقت کی۔

شاہ صاحب۔ بابا کیا دیکھتا ہی۔؟

اجنبی۔ آپ کو دیکھتا ہوں اور اپنا کاغذ دیکھتا ہوں۔

شاہ صاحب۔ کاغذ میں کیا لکھا ہی۔؟

اجنبی۔ کاغذ میں لکھا ہی کہ تم نے ملتان کی ایک گاڑی میں دس برس کے لڑکے کو زیور کی طمع سے مار ڈالا تھا۔ اور پھر یہ لکھا ہی کہ سیالکوٹ کی مسجد کے حجرے میں تم نے دو ہزار

زیور چاندی سے سونا بنانے کے لیے اپنے احمق معتقدین سے لیے اور پھر وہان سے
رفو چکر ہوئے۔ اس کاغذ مین لکھا ہے کہ ڈیرہ اسمٰعیل خان میں ایک رسالدار جو تمھارا
مرید ہے اور اُسکی بی بی تمھاری معتقد تھی۔ اس بی بی کو تم نے وہان سے بھگایا اور لاہور
کے قریب پہنچکر تم نے اُسکے تمام زیورات لیکر اُسکا ساتھ چھوڑ دیا۔ مین سیالکوٹ کا
کوتوال ہون۔ اور تمھاری تلاش کے لیے چھ مہینے سے گھوم رہا ہون۔ امرت سر
[illegible] دہلی۔ مراد آباد۔ بریلی۔ بنارس۔ غازی پور۔ پٹنہ جہان جہان تم گئے
[illegible] تمھارے ساتھ ساتھ چلا۔ ۲ ہفتے سے یہان بھی مقیم ہون۔ آج میری
[illegible] ٹھکانے لگی ؎

للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری　　طے ہوئی آج کی منزل مین مسافت میری

پھر کیا تھا۔ کوتوال صاحب کے ساتھ پانچ کنسٹبل خاص چہرہ کی پولیس کے
بہ تبدیل لباس شریک نماز تھے۔ فوراً انھون نے وردی پہنی اور شاہ صاحب کی بانہہ پکڑی
شاہ صاحب نے گردن نیچی کرلی اور کوتوال کے ساتھ ہوئے۔ شاہ صاحب کے ساتھ
جو دو چار مرید تھے وہ اس طرح نکل گئے کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ کوتوال نے شاہ صاحب
کے ساتھیون کو پوچھا تو اُنکا اسباب البتہ لاوارثی مال کی طرح بحق سرکار ضبط ہونے کو ہاتھ
آیا۔ لیکن اُن بندگان خدا کا کچھ پتا نہ لگا۔ کلیم پہلے ہی مسجد سے باہر ہوگیا تھا۔ نصیر آخر
تک رہا۔ اور پھر آہستہ سے اپنی چھڑی اُٹھائی اور جوتا پہنکر گھر کا راستہ لیا مجاہد اور دو
دونون مُلّا مسجد مین رہ گئے۔ دو چار محلے والے مجاہد کی فراست کے مداح اور مُلاؤن
کی ایمانداری کے قائل باقی رہ گئے۔ مسجد میں کوئی گھنٹہ دن چڑھے تک محلہ والے آتے
رہے اور شاہ صاحب کے حالات مجاہد سے سُنتے رہے۔

باب ۶

غلط فہمیان

مجاہد خوش خوش اپنے گھر آیا۔ اور دو گھنٹے کے بعد نصیر کے طلب کرنے پر اُنکی خدمت

میں حاضر ہوا۔ نصیر بہت تپاک سے ملا۔ اور کہنے لگا "تمہاری باتیں میرے دل پر اثر
کرتی جاتی ہیں۔ میں تمکو بہت سچا مومن اور بڑا ہی راست باز مسلمان سمجھتا ہوں۔
اس شاہ نے مجھے بڑا ہی دھوکا دیا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کلیم کی چالبازی
تھی۔ میں صدق دل سے توبہ کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ آیندہ کوئی بات خلاف
شرع پسند نہ کرونگا۔ کلیم میرے کام آئیگا نہ فہیمہ۔ بس ایک ایمان میرے
ساتھ جائیگا۔

مجاہد۔ مجکو آپ کی باتوں کا اعتبار نہیں۔ لمحہ لمحہ آپ کی راے بدلتی ہے۔
وہ تلون مزاج یار میں ہے ہاں ابھی ہے تو لحظہ بھر میں ہیں
کسی بڑے عالم کو بلوائیے۔ کچھ دین کی باتیں سُنیے۔ تاکہ ایمان میں آپ کے استواری
آئے۔ خیالات میں استقلال پیدا ہو۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں آپ کو دیندارون
سے صحبت کم رہی۔ اور دینی علوم کی تحصیل بھی آپ نے نہیں کی۔ اب آخری وقت
میں یہی شغلے اچھے ہیں۔ دنیا کے مزخرفات کو چھوڑیئے۔ اور خدا کی طرف لو لگائیے

نصیر۔ عرصہ سے میری یہی خواہش ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ مذہب اسلام میں
اتنے مختلف فرقے ہیں۔ مولویوں میں اسقدر اختلاف راے ہے کہ اگر کوئی شخص کچھ
مذہبی باتیں سُننا چاہے تو اُسکو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کسکی سنے اور
کسکی نہ سُنے۔

مجاہد۔ ایک حد تک آپ کا کہنا صحیح ہے لیکن کوئی شخص اگر سچے دل سے طلب
حق کرے تو اسکو کوئی دشواری نہ ہوگی۔ کیا معنی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
قول و فعل کے مطابق خدا شناسی کا نام ہے اسلام۔ تمام اہل اسلام اسمیں متفق ہیں
اتنا سمجھ لیجیے تو مذہبی بحث کا فیصلہ کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ پیغمبر خدا نے جو فعل
عبادت سمجھکر میں کیا وہ تم بھی نہ کرو۔ اور جو فعل پیغمبر خدا نے کیا اور اپنی اُمت کو اُسکے
کرنے کی ہدایت کی اُسکو حتی الوسع کرو۔ بس یہی اسلام ہے۔ رہا جزیات میں اختلاف۔
جزیات کے اختلاف سے نہ کوئی کافر ہوتا نہ ناجی۔ اسلام میں سچا سمجھی نہیں ہے

اور نہ چھوٹی چھوٹی باتون سے ایمان مین کوئی فرق آتا ہے -

نصیر - بھائی تمھاری باتین مجکو بہت بھائی ہیں - میرے ذہن مین یہ بات جم گئی کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے وہی بڑا مسلمان ہے -

مجاہد - بڑا اور چھوٹا پن نہین جانتا - صرف اتنا جانتا ہون کہ کتاب اللہ اور کتاب اور سنت کی اتباع کا نام اسلام ہے - اور جو اسکا متبع نہین ہے وہ مسلمان نہین ہے -

نصیر - [illegible] یہی سمجھتا ہون -

مجاہد - مین ایک شخص کا نام بتاتا ہون - آپ اُن سے ملیے یا اُنکو بلا بھیجے - دیکھیے وہ سبھی کے نزدیک بہت عالم ہین - اور کیسی باتین بتاتے ہیں -

نصیر - نام کیا ہے ؟ -

مجاہد - آرہ کے مولوی صاحب بہت مشہور آدمی ہیں - مولانا محمد ابراہیم آپ انکو جانتے ہین - انکی ذات سے ایک بہت بڑا مدرسہ جاری ہے - اسمین دینیات کی تعلیم دیجاتی ہے - وہ مفسر ہیں - محدث ہین - واعظ ہین - بڑے محقق اور بڑے پکے دیندار - آپ اُن سے ملیے تو جی خوش ہو جائے -

نصیر - اجی ابو محمد ابراہیم کو تو مین جانتا ہون - وہی نا جو وہابی مشہور ہین - انکو تو کوئی اچھا نہین کہتا -

مجاہد - پیغمبر خدا کو کفار کب اچھا کہتے تھے - اگر آپ کسی بزرگ کی وقعت کو عوام کے قول سے جانچین گے تو بڑی غلطی مین رہیں گے - آپ یہ دیکھیے کہ مولوی ابراہیم کو لوگ برا کہتے ہین آپ یہ دیکھیے کہ مولوی ابراہیم کو برا کہنے والے کیسے ہیں - آپ ہی کے محلہ مین شاہ صاحب آئے تھے - تمام شہر اُنکی طرف گرویدہ تھا - لیکن آپ نے دیکھا کہ اُنکا کیا حشر ہوا - شاہ صاحب پر اعتقاد رکھنے کا مادہ جنمین ہے وہ ہرگز مولوی صاحب کی طرف رُخ نکرین گے اور مولوی صاحب پر ایمان لانے والے ایسے بے پیرون پر نظر نہ ڈالیں گے مین نے قرب کی وجہ سے مولوی ابراہیم کا نام لیا - آپ محسن الملک ملا شاہ امانت اللہ غازی پوری کو بلوا لیجیے دنیا میں ایک سے ایک بڑھکر عالم اور صوفی موجود ہین - طالب سچا چاہیے -

تصیر۔ تو پھر مولوی ابراہیم کو وہابی کیوں کہتے ہیں؟۔
مجاہد۔ آپ وہابی اور بدعتی کے جھگڑے میں نہ پڑیے انسان تو ہر وقت انسان ہی ہیں آپ جب
لڑتے ہیں تو گالیاں بکتے ہیں۔ علما کی لڑائی یہ ہے کہ ایک دوسرے کو وہابی اور بدعتی کا خطاب دیتا ہے۔ کوئی
قرآن اور حدیث سنائے تو آپ سنیے۔ خدا اور رسول کے کلام پر عمل کیجیے کہنے والے سے آپ کو
کیا مطلب ہے کہ وہ کیسا ہے۔ آپ کو قرآن و حدیث کا غلط ترجمہ کوئی عالم نہ سنائیگا اطمینان
کر لیجیے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مشہور ہے۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم
ثم الذین یلونھم۔ ترجمہ۔ سب سے اچھا زمانہ میرے ہمعصروں کا ہے۔ پھر انکا جو میرے ہمعصروں
سے ملے۔ پھر انکا جو ان ملنے والوں سے ملے۔ علمائے اربعہ تک دین و دنیا کا ایک
پیشوا ہوتا تھا۔ اسکے بعد تفرقہ پڑا اور ایک صدی کے اندر علما فقہا محدثین کا گروہ الگ ہو گیا
اور بادشاہ دارالکین دوست کی جماعت الگ ہو گئی۔ وہ زمانہ بھی غنیمت تھا کہ عوام کے
ڈر سے سلاطین علما کا ادب کرتے تھے اور کچھ اپنے ایمان کے سبب سے کسی ایسی
مذہبی تہذیب زمانہ مابعد کے اعتبار سے ضرر معتنم تھی۔ اسلام میں ضعف آیا تو سلاطین
وقت علما کی طرف سے بیخوف ہوئے۔ اور اب خود علما کو یہ فکر ہوئی کہ وہ شرعی امر میں بادشاہ
کے لیے سہولتیں بہم پہنچا کر بادشاہ کے دربار میں سرفرازی حاصل کریں۔ سچے علما پھر بھی
اپنی حالت پر قایم رہے۔ لیکن انہیں میں بدنام کنندہ نکونامے چند بھی تھے۔ ضعف
ایمان تمام پھیل رہا تھا۔ جھوٹے پیشوا اصلی پیشوا سے زیادہ موقر سمجھے گئے۔ جھوٹے پیشواؤں
کی ہدایت میں سہولتیں زیادہ اور علمی معلومات کی ضرورت کچھ بھی نہ تھی اسلیے یہ تعداد میں
بھی زیادہ ہوئے۔ اسلام قیامت تک قایم رہیگا۔ اور وقتاً فوقتاً علمائے امتی کانبیا ے
بنی اسرائیل کے سچے مصداق ریفارمر بھی پیدا ہوتے رہیں گے جس طرح علمائے بنی اسرائیل
کے مخالفین ہوتے تھے ویسے ہی سچے مصلحوں کے خلاف بھی عوام نے کمر باندھی۔ آپنے
پوچھا تو کچھ لفظ وہابی کی تحقیقات بھی سن لیجیے گو اسکے جاننے میں دین و دنیا کا کوئی نفع نہیں۔ اکبر کے وقت میں
جو حالت اسلام کی تھی وہ ایسی کھلی ہے کہ اُسکے تذکرے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن پھر
بھی وہ حالت غنیمت تھی۔ اُسوقت بہت سے مسلمان ایسے تھے جو اکبری دربار کا نور کچھ

مقابلہ کر سکتے تھے۔ جہانگیر اور شاہجہان کی حالت بین بین تھی۔ عالمگیر خود اپنی ذات سے سخت تھا اور اسکے وقت مین بھی پکے مسلمان تھے۔ لیکن عام مسلمانون مین زہریلا اثر پھیل رہا تھا۔ ہندوؤن کی صحبت نے مسلمانون کے مذہب کو بھی مذہب ہنود کی طرح شرک فی اللہ اور شرک فی النبوت کا معجون مرکب بنا رکھا تھا۔ اب اسی حالت مین طرہ یہ ہوا کہ رنگینی طبع نے بھی مذہب اسلام مین دخل حاصل کیا۔ محمد شاہ رنگیلے کا زمانہ دہلی میں اور یہان لکھنؤ میں آخری وقت شاہان اودھ کا ایسا گزرا ہی کہ سب پر ظاہر ہی۔ ان بادشاہون کی دلی تمناؤن کے ساتھ مذہبی انقلاب نے بھی ڈراونی صورت پیدا کی۔ مسلمانون کے گھر مین وہ وہ باتیں ہونے لگین جو عربون ترکون مغلون کے خیال میں بھی نہ تھیں کہ ہماری اولاد اس طرح ہمارے نام مٹاوے گی۔ اب اس حالت طوفان بے تمیزی میں جہان اسلام نے جو ذرا اسلامی رنگت دکھانی چاہی ہر طرف سے لوگ اوپر دوڑ پڑے۔ عیسائی اچھے۔ یہود اچھے۔ ہنود اچھے۔ زردشت اچھے لیکن وہ نہین اچھے جنکے منھ سے یہ نکلے کہ "بھائیو خدا اور خدا کے رسول کی راہ پر چلو"۔ گنگی اور خانہ انی رواج کی پیروی چھوڑو۔ خدا کے حکم اور رسول کی سنت کی پیروی کرو۔ ان سچے مسلمانون کی شان مین لوگون نے طرح طرح کے سوء ظن ظاہر کیے۔ کتنے مسلمان نماز نہین پڑھتے۔ روزہ نہیں رکھتے۔ احکام شرع سے نفرت رکھتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں گانا سنتے ہین۔ ہر امیر پر وجد کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم فنا فی اللہ ہو رہے ہین۔ انسے مصلحان قوم کہتے تھے کہ بھائیو نفس امارہ نہین مانتا تو سب کچھ کرو۔ اور اپنے کو برا سمجھو بلکہ برا بھی نہ سمجھو۔ ہر ایک کا معاملہ خدا سے جدا ہی لیکن یہ کیا غضب ہی کہ ہماری دیکھا دیکھی جاہل مسلمان نمازیں قضا کرتے ہیں۔ افعال حسنہ کی پیروی چھوڑتے ہین۔ اور اختراعی طریقے پر فنافی اللہ ہوکے چلے آتے ہین۔ خود مریض رہو لیکن اپنے مرض کو مرض متعدی کیون بناتے ہو۔ ناصحون کی اس کڑوی نصیحت نے قوم سے انکو وہابی خطاب دلوایا۔ جس طرح انبیا سے بنی اسرائیل جادوگر مکار اور دغا باز کہے جاتے تھے۔ اسی طرح اسوقت کے قومی ریفارمر کی شان مین

کہا جاتا ہے۔ کہ یہ بے دین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے منع کرتے
ہیں۔ کیا اچھی تعبیر ہے۔ یہ غریب مُلّا پکار رہے ہیں کہ "بھائیو آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے محبت کرو۔ اُنکے طریقے پر چلو۔ اُنکے افعال و اقوال کی متابعت کرو۔ آنحضرتؐ
نے جو کیا وہ تم بھی کرو اور جس سے منع کیا وہ ہرگز نہ کرو۔ تم ایسا کرو گے تو محب رسولؐ سمجھے
جاؤ گے۔ اور جب محبت رسولؐ پیدا ہوگی تو راہ خدا بھی ملیگی"۔ بھلا کے مرد یہ [illegible]
صالحین مصلحین کا گروہ تو دشمن نبیؐ سمجھا گیا۔ اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف
راہ اختیار کرنے والے آنحضرتؐ کے دوست ہیں۔ [illegible]
ہر ایک کی عقل نے اسے تسلیم بھی کر لیا۔ تمام عمر جس نے تحصیل علم حدیث میں صرف کی [illegible]
سیکڑوں کو علم حدیث کا عالم بنا دیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر قدم بقدم چلنے
میں اپنی نجات سمجھا وہ تو محب رسول نہ کہا جائے۔ گمراہ [illegible] دشمن رسولؐ مشہور ہو۔ اور
محب رسولؐ کون بنے؟ وہ جاہل مطلق جس نے توہم کر کے شرکیں آنکھ عصب [illegible] وہ
پڑھا اور آنکھیں بند کر لیں محض ریا سے۔ سچے دل سے ہوتے بھی [illegible]
پر کوئی اعتراض نہیں۔ مشکل تو یہ ہے کہ اس لباس میں ہزار جھوٹے ہیں تو کوئی دشمن سمجھے۔
ہاں اور سنیے۔ نجد میں کوئی محمد ابن عبد الوہاب پیدا ہوا تھا اور مدینہ پر اُسنے مسعود شاہ نجد
کے ساتھ چڑھائی کی تھی۔ اور لکھوا سے حدیث نبوی "لا تجصص القبور" قبروں کو سجدہ ساجد
بجز روضہ اقدس رسول اللہ علیہ التحیۃ والسلام کے۔ تمام قبروں کے گنبد توڑ ڈالے۔ اور
سجدہ قبریں مٹا دیں۔ اُسکا بیان تھا کہ ایسی تعمیر مستحب تھی تو اصحاب کے وقت میں کیوں
نہ ہوئی۔ یہاں عبد الوہاب کے عقاید سے بحث کرنا نہیں ہے۔ صرف یہ دکھانا ہے کہ ابن عبد الوہاب
کون تھا یا اُسکے عقاید کیا تھے۔ اہل سنت و جماعت کے مذہب کا اصول یہ ہے کہ توحید
اور رسالت [illegible] کو بُرا نہ کہو۔ جب یزید کو ملعون کہنے میں اختلاف ہے تو عبد الوہاب تو
احیاے سنت نبوی کا مدعی تھا۔ وہ [illegible] اسکا [illegible] [illegible] مگر یہ مسئلہ
ہندوستان میں یہ بے ادب مشہور ہوا اور حجاز میں بھی یہی شہرت ہوئی۔ جاہل غریب
باتیں بہت جلد اثر پیدا کرتی ہیں مسلمان ہند سے عناد رکھنے والے ایسے سمجھے

کرنے سے جو بدگمانیان گورنمنٹ کے ذہن مین پیدا ہوئی تھین وہ رفع ہو گئین
اور بالآخر گورنمنٹ نے یہ حکم دیا کہ دفاتر سرکاری مین اس گروہ کے لوگ اہل حدیث لکھے
جائیں - اب جسکو آپ گمراہ کہتے ہیں وہ اہل حدیث ہین یعنے سنت نبوی کے جاننے
والے اور اسپر عمل کرنے والے - نام ہی سے سمجھ جائیے کہ یہ امت محمدیہ مین سب سے
افضل اور برتر ہونے کا دعوی کرین تو کیا بیجا ہے -

نصیر - بھئی یہ کسی کے مقلد نہین ہوتے ہین جو سمجھ مین آتا ہے کرتے ہین -

مجاہد - یہ خدا اور خدا کے رسول کے مقلد ہیں اور کس کے مقلد ہون ۶
تمھارے شاہ صاحب جو مسجد میں تھے اُنکے مقلد ہون جب خوش ہوے -

نصیر - نہین صاحب امام ابوحنیفہ رح کے مقلد ہون -

مجاہد - اچھا اسے بھی سُن لیجیے - سب میں ہی کہدونگا تو مولوی صاحب
آکر کیا سُنائیں گے - سُنئیے جب اسلام عرب سے نکل کر دور دور پھیلنے لگا اور معاملات
بھی نئی قسم کے پیدا ہوئے تو اسوقت ضرورت ہوئی کہ قرآن اور حدیث کو ملا کر عوام
کی آسانی کے لیے فقہ مدون کی جائے - ہر سمجھدار مسلمان کو راے لگانے کا حق
حاصل تھا - لیکن چند علما زیادہ تر اس قابل سمجھے گئے اور گویا قوم سے وہ تدوین
فقہ کے لیے مامور ہوئے اُنھون نے کوشش کی اور بہت سے مسلمان اُنکے مددگار ہوئے
ان علما کو مجتہد یا امام کا لقب دیا گیا - اختلاف آرا لوازم انسانی سے ہے - کہیں کہیں ان
ائمہ میں باہم اختلاف ہے لیکن محض جزئیات اور مستحبات مین - کلیات اور واجبات مین
بالکل نہین ہے یا بہت کم ہے - ان ائمہ مین امام ابوحنیفہ رح عراق کے فقیہ تھے عراق سے
ہندوستان تک تمام علما کے تلمذ کا سلسلہ زیادہ تر انھین تک پہنچتا ہے اسلیے ہندوستان
میں زیادہ انھین کی راے کا رواج ہے - اور جہان تک میں نے غور کیا ہے تو اکثر مسئلون
مین امام ابوحنیفہ کی راے زیادہ تر صحیح معلوم ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اُنکے پیرو بھی زیادہ
ہین - لیکن میرا یہ عقیدہ نہین ہے اور نہ خدا نخواستہ کسی دانشمند مسلمان کا ہونا چاہیے
کہ ان ائمہ کی تقلید جزو ایمان ہے - اور جسکا یہ خیال ہے میرے نزدیک وہ بڑی غلطی مین ہے -

میں نے تو ایک مرتبہ بہت بڑے عالم سے سُنا تھا اور مجھے تعجب ہے کہ وہ کیسے عالم تھے
اگر یہی علم ہے تو اس سے جہل کہیں اچھا۔ وہ فرماتے تھے کہ بروز حشر چاروں امام یعنے
امام ابوحنیفہ ۔ امام شافعی ۔ امام حنبل ۔ امام مالک الگ الگ کھڑے ہونگے اور انکے
مقلدین اپنے اپنے اماموں کے جھنڈے کے تلے ہونگے ۔ وہ وقت غیر مقلدوں کے
لیے نہایت سخت ہوگا جو کسی جھنڈے کے نیچے کھڑے نہ ہوسکیں گے ۔ میں سُنکر ساکت
رہا لیکن اسکا جواب بہت آسان تھا یعنے ان اماموں کے پہلے جتنے صحابی گزرے
ہیں اور خود پیغمبر صاحب ان اماموں میں سے کسی کے مقلد نہ تھے ۔ جہاں وہ کھڑے
ہونگے وہاں غیر مقلد بھی کھڑے ہوجائیں گے ۔ اگر محض غیر مقلد ہونے سے پیغمبر خدا
کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہونا نصیب ہوجائے تو غیر مقلد ہونے میں کہیں زیادہ نفع ہے

تقلید شخصی ہی ایک ایسا مسئلہ ہے جو بہت زیادہ غیر مقلدوں کا بُرا ٹھہراتا ہے ۔ قرآن میں
صاف محکوم ہے ۔ فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم مومنین الخ ۔
ترجمہ ۔ تم مومن ہو تو تنازع کی حالت میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو ۔ یعنی کتاب
اللہ اور سنت رسول سے فیصلہ چاہو ۔ پھر دوسری جگہ قرآن میں ہے ۔ واذا قیل لہم تعالوا
الی ما انزل اللہ والی الرسول رایت المنافقین یصدون عنک صدودا ۔ ترجمہ ۔ تو نے
منافقوں کو دیکھا جب وہ آیات قرآن اور قول رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں
تو تجھ سے کنارہ کر جاتے ہیں ۔ ان آیتوں سے بظاہر یہ پایا جاتا ہے کہ کوئی مسئلہ پوچھنے
آئے اور مولوی ہدایہ یا در المختار نکال کر جواب دینے بیٹھے تو وہ گنہگار ہے ۔ لیکن ایسا نہیں
ہے ۔ ہدایہ یا در المختار کتاب اللہ اور سنت الرسول کا ماحصل ہے جو آسانی کے واسطے
سلسلہ وار لکھدیا گیا ہے ۔ ہر شی کا اعتدال اچھا ہوتا ہے ۔ نہ تقلید واجب ہے اور باعث معصیت ہے
موقع اور ضرورت کو دیکھنا ہے ۔ وہ شخص جو احکام قرآن اور حدیث سے واقف نہ ہو اُسکو
بوقت ضرورت ترجمہ قرآن نکال کر اُس سے مسئلہ اخذ کرنے سے مفتاح الجنۃ مولفہ
مولوی کرامت علی کا دیکھنا کہیں بہتر ہے بشرطیکہ اُسکے ذہن میں یہ ہو کہ قرآن کو ہم سمجھ نہیں
سکتے اور جو ماحصل اسکا مفتاح الجنۃ میں لکھا ہے اُسے ہم آسانی سے سمجھ لیں گے ۔

غرض جاہلون کو بغیر تقلید کے چارہ نہین ہو- اور عالم کو تقلید ضروری نہین ہو لیکن یہ بات تجربہ سے ثابت ہوئی ہو کہ جتنے ایمہ پہلے گزر گئے ہین اُنسے اچھی راے یا کوئی نئی راے زمانہ حال کے مولوی پیدا نہیں کرتے - تمام مسائل کی چھان بیان ہو چکی ہو- حال کے علما صرف اتنا کر سکتے ہین کہ ایمہ سابقہ مین جسکا مسئلہ اُنکو زیادہ تر مطابق قرآن وحدیث معلوم ہو اُسپر عمل کرین حنفی مولوی - شافعی مذہب کے کسی مسئلہ کو باوجود قریب عقل ہونے کے محض اسلیے نہ مانے کہ اُسکو ابو حنیفہؒ نے نہین مانا تھا تو یہ غلطی ہو- خود امام ابو حنیفہ کا یہ دستور تھا کہ معقول طور پر کوئی انکی راے سے اختلاف کرتا تو وہ فوراً اپنی راے سے پلٹ جاتے - میں کوئی نئی بات نہین کہتا - برابر فتاوی اس طرح ہوا کیے ہین - حنفی فقہ ہندوستان مین رائج ہو لیکن بعض بعض مسائل میں امام شافعی وغیرہ ایمہ کی راے کے مطابق بھی فتوی دیے گئے ہین - فتاواے قاضی خان اور فتاواے عالمگیری میرے قول کے لیے سند ہو- لیکن جہلا اگر عام آزادی حاصل کرین گے تو احتمال اسکا ہو کہ بغیر دلیل وحجت کے اپنی اپنی گھاتوں پر خدع نفس سے آسان آسان مسائل یا اپنے مناسب حال خود غرضیون سے بھری ہوئی باتیں چُن چُن کر اختیار کرنا شروع کریں گے اور جہان جیسا موقع دیکھین گے اپنے مطلب نکالنے سے غرض رکھین گے ہو سکتا ہو کہ دین مین ضعف پیدا ہو اور کیا عجب کہ اسی مصلحت سے علماے متاخرین وجوب تقلید کے قائل ہوئے ہون-

نصیر- بھئی تم نے تو بالکل میری راے ہی بدل دی - میں بالکل خلاف تھا - لیکن اب جہان تک مین خیال کرتا ہون تمھاری باتون کو سراپا معقول پاتا ہون

مجاہد- حضرت اصل امر یہ ہو کہ انسان جب تک کسی امر کو جانتا نہین اُسکے خیالات نہایت متوحش رہتے ہین - آپ نے یہ باتیں سُنی نہ تھیں اسلیے آپ ناواقف تھے اور سُننے کے بعد آپ کیا ذرا سی سمجھ والا مسلمان بھی میری راے سے اختلاف نہیں کر سکتا - خدا اور خدا کے رسول سے کوئی اختلاف کرے تو میری گفتگو سے

بھی اختلاف کرے - مگر کیا مولوی ابراہیم آئینگے اُسوقت آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلام کیا شئی ہے - اور مولوی ابراہیم کی کیا تخصیص ہے - آرہ قریب ہے اسلیے میں نے پہلے انکا نام لیا - آپ غازی پور کے مولوی امانت اللہ صاحب کو بلوا لیجئے - بڑے مقرر اور خوش بیان واعظ - صوفیانہ مذاق کے ساتھ انکو بھی دین اسلام سے بڑی محبت ہے - انکی صحبت بھی آپ کو بہت نفع دیگی - علماے وقت سے جسکو آپ پسند کریں اُسکی صحبت سے مستفید ہو جیئے - آخر وقت آگیا ہے - ایسے ہی مشغلوں میں رہیے تو اچھا -

نصیر - اب میں سمجھ گیا - علوم دین کے جاننے والے باعمل ہوں تو انکی صحبت سے ہم جاہلوں کو فائدہ ہے - جزئیات میں کچھ اختلاف ہے تو قابل لحاظ نہیں ہے - بھلا جزئیات کو ہم کچھ کر دیں حرام کرتے ہیں - میں سمجھ گیا - میرے نزدیک مولوی ابراہیم اور مولوی امانت اللہ دونوں برابر ہیں -

غرض آٹھ دس دن کے اندر مولوی محمد ابراہیم صاحب چھپرے میں تشریف لائے - مدرسہ کے چندہ کے لیے یا وعظ و نصیحت کے لیے سال میں دو چار مرتبہ اضلاع گرد و نواح میں انکا گشت ہو جایا کرتا تھا - چھپرہ قریب ہی تھا - انکو چھپرے آنے میں کوئی تامل نہیں ہوا - اور نہ مجاہد کو اُنکے راضی کرنے میں کچھ دقت ہوئی -

مولانا ابو محمد ابراہیم چھپرے میں

مجاہد کے گھر آکر مولوی صاحب ٹھہرے اور ہر روز بعد نماز عصر کے وہ کچھ مسجد میں وعظ کرتے تھے - نصیر برابر مجلس میں بیٹھتا تھا - مولوی صاحب مجاہد کی غرض جانتے تھے - کار ثواب تھا اسلیے وہ اسکے مؤید ہوئے - دو ہفتے تک مولوی صاحب نے اسلام کے عقاید پر مختلف پیرایہ میں اپنا وعظ سنایا - اور روز بروز نصیر انکا شیدا ہوتا گیا جب اچھی طرح - مولوی صاحب کو یقین ہو گیا کہ مذہب اسلام کی پوری عظمت نصیر کے دل میں

قایم ہو چکی تو ایک روز انھون نے اپنا وعظ امر زاعی کے متعلق سُنایا۔

وعظ

میرے ہاتھ مین اسوقت **ابو الفضل محمد احسان اللہ العباسی** کا ترجمہ قرآن مجید ہی۔ یہ ترجمہ ابھی حال مین شایع ہوا ہی۔ آج ہی کی ڈاک میں میرے پاس آیا ہی۔ سورۃ النساء کا دوسرا رکوع میں پڑھتا ہون۔ اور آپ صاحبون کو اسکا ترجمہ سُناتا ہون

۲ع تمھاری اولاد کے حق مین اللہ بتاتا ہی کہ مرد کو دو عورتون کے برابر حصہ دیا جائے۔ اور اگر عورتین ہی ہون تو دو سے زیادہ کو ترکے کی دو تہائی اور اگر ایک ہو تو اسکو آدھا میت کے مان باپ مین سے ہر ایک کو اگر اسکی اولاد ہو ترکے کا چھٹوان حصہ اور اولاد نہو اور مان باپ دونون وارث ہون تو مان کو ایک ثلث اور میت کے بھائی بہنین ہون تو مان کو ایک سدس ترکے کی تقسیم ادائے وصیت (اگر میت نے وصیت کی ہو) یا قرض کے بعد ہی۔ تم نہین جانتے کہ تمھارے باپ اور بیٹیون مین سے کون تمکو زیادہ نفع پہنچائیگا اللہ کی طرف سے حصے مقرر ہین کہ وہ جاننے والا حکمت والا ہی اگر تمھاری بیبیان اولاد نہ چھوڑین تو تمکو نصف ترکہ ملیگا اور اولاد ہو تو چوتھائی ترکہ کی یہ تقسیم ادائے وصیت (اگر میت نے وصیت کی ہو)

۱؎ یہ ایک عام قاعدہ وراثت کا ہی کہ جتنا بھائی کو ملیگا اُسکا نصف بہن کو ملیگا ۲؎ تین عورتون اور ایک عورت کا حصہ تو معلوم ہوا اگر دو کا پتا نہین چلا مصنفات مین حصون کا حصہ معین ہی اسپر قیاس کرکے اور نیز دیگر قراین کے لحاظ سے فتوی اسپر ہی کہ دو ہون جب بھی دو تہائی ترکہ پائینگی۔
۳؎ یہان باپ کا حصہ نہین بیان کیا گیا اسلیے کہ بقیہ دو ثلث یا جتنا ہوگا وہ تو باپ کا ہی ہی۔
۴؎ یعنے میت کے مال سے پہلے تجہیز و تکفین کرکے قرض ادا کرے۔ اسکے بعد وصیت بقدر ایک ثلث مال کے ادا ہوگی۔ ان سب کے بعد ورثا میں ترکہ تقسیم کیا جائیگا۔

۲ع یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین ج فان کن نساءً فوق اثنتین فلهن ثلثا ما ترک ج وان کانت واحدۃ فلها النصف ط ولابویه لکل واحد منهما السدس مما ترک ان کان له ولد ج فان لم یکن له ولد و ورثه ابوه فلامه الثلث ج فان کان له اخوۃ فلامه السدس من بعد وصیة یوصی بها او دین ط اباؤکم وابناؤکم لا تدرون ایهم اقرب لکم نفعا ط فریضة من اللہ ط ان اللہ کان علیما حکیما ۝ ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لهن ولد ج فان کان لهن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیة یوصین بها او دین ط ولهن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد ج

یا قرض کے بعد ہے۔ اور تمہارے ترکہ میں تمہاری بیبیون
کا حصہ اگر تمہاری بھی اولاد ہو تو ایک چوتھائی ہے اور اولاد
ہو تو آٹھوان حصہ۔ مردکی یہ تقسیم ادائے قرض یا تعمیل
وصیت کے بعد ہے۔ اور جس نے کچھ وصیت کی ہو
مرد یا عورت جسکے اصل فرع ہو اور بھائی بہن یا بھتیجی
تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ۔ اور اگر
زیادہ ہون تو وہ ایک ثلث میں شریک ہین۔ ترکہ
کی یہ تقسیم بعد ادائے قرض یا تعمیل وصیت کے ہے اگر
میت نے وصیت کی ہو اور ضرر رسان نہو۔ یہ اللہ کی وصیت ہے۔
اللہ دانا اور بردبار ہے۔ اللہ کی یہ حدیں ہیں جو کوئی اللہ اور اللہ کے
رسول کی اطاعت کریگا اسے اللہ جنت میں داخل کریگا جسکے نیچے
نہرین جاری ہیں۔ اور جہان ہمیشہ رہنا ہوگا اور یہ بڑی
کامیابی ہے۔ جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کریگا اور
اللہ کی حدون سے بڑھ جائیگا اسے اللہ دوزخ میں ڈالیگا
اور اسے ذلت کا عذاب ہوگا۔

فان کان لکم ولد فلهن الثمن مما
ترکتم من بعد وصية توصون بها او
دين ۚ وان کان رجل يورث کللة او
امراة وله اخ او اخت فلکل واحد
منهما السدس ۚ فان کانوا اکثر
من ذلك فهم شرکاء في الثلث من
بعد وصية يوصى بها او دين غير مضار
وصية من الله ۗ والله عليم حليم ۗ تلك
حدود الله ۗ ومن يطع الله ورسوله
يدخله جنت تجري من تحتها الانهر
خلدين فيها ۗ وذلك الفوز
العظيم ۝ ومن يعص الله
ورسوله ويتعد حدوده يدخله
نارا خالدا فيها ۠ وله
عذاب مهين ۝

چند مقامات پر آپ زیادہ غور کیجیے۔ شروع میں خدا نے مردون کا حصہ عورتون سے
دو چند قرار دیا ہے اب اسپر بھی مرد شکر نہ کریں تو سخت نافرمانی ہے۔ اولاد کے ہوتے ہوئے
والدین کو حصہ دینا پہلے عرب کو پسند نہ تھا اسلیے ان نادانون کیلیے دستور کو ع میں
خدا کہتا ہے "تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ اور اولاد میں سے کون تمکو زیادہ نفع پہنچائیگا"۔
اسکا منشا یہ ہے کہ خدا تم سے زیادہ سمجھتا ہے۔ تم لوگ یہ خیال نہ کرو کہ میراث کریون تقسیم ہوتا تو
اچھا ہوتا۔ اور یہیں سے صریح تردید اس خیال کی بھی ہوتی ہے کہ بیٹوں کے ہوتے ہوئے بیٹیون
میں جائداد کے رہنے سے باپ کا نام رہیگا اور مورث کو کچھ نفع پہنچے گا۔ اسکے بعد ہی خدا
کہتا ہے یہ اللہ کی طرف سے حصے مقرر ہیں اللہ جاننے والا حکمت والا ہے یعنے یہ حصے جو مقرر ہیں

خدا کے مقرر کیے ہوئے ہین - کوئی اس سے عدول نہ کرے - کسی کے دل مین یہ
خیال نہ گزرے کہ یہ حصے مصلحت وقت کے خلاف ہین - کوئی ایسا بے ادب خیال
دل مین لائے گا تو خدا کو معلوم ہو جائیگا - وہ دلون کی بات جانتا ہی - کیا تمکو خدا کے حکیم
ہونے مین شبہ ہی اور تم سمجھتے ہو کہ تم خدا سے اچھا قانون بنا سکتے ہو ہرگز نہین خدا نے اخیر مین کہدیا کہ دین
یا وصیت تقسیم ترکہ سے پہلے جب ہی داخل کرنا ہی کہ اُسمین ضرر ہو یعنی حب حصص وارثان کی محرومی کے لیے وصیت
یا دین عاید نہ کیا گیا ہو یہ ہے سیدھے طور پر سمجھا کر اور پھر حکم خدا پر چلنے والون کے لیے جنت کی
بشارت دیکر انسان ایسے سرکش مخلوق کے لیے اخیر رکوع مین پھر خدا صاف صاف
کہتا ہی کہ "جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی حدون سے بڑھ جائیگا
اُسے اللہ دوزخ مین ڈالے گا - اور اُسپر ذلت کا عذاب ہوگا" اب وہ حضرات جو خدا
کے حکم اور خدا کے وعدون کو محض امر موہوم سمجھتے ہین - حقوق غصب کرنے مین نڈر
ہین مرنے کے بعد خوب سمجھ جائینگے کہ خدا کے وعدے کیسے سچے ہین - لیکن
افسوس کہ اُسوقت کی سمجھ کچھ کام نہ آئے گی -

بھائیو! اسلام سے بنی نوع انسانی کی دُنیا اور آخرت سنوارنا مقصود ہی - "الدنیا
مزرعة الاخرة" (دُنیا آخرت کی کھیتی ہی) آخرت درست نہین ہو سکتی جب تک کہ دُنیا درست
نہ ہو - جب دُنیا مین اس طرح انسان رہے گا کہ آخرت کے لیے یکسوئی جمع ہو تو باقاعدہ
زندگی بسر کرنے سے اُسے سچی خوشی حاصل ہوگی - دُنیا میں اگر کوئی شی قابل قدر ہی
تو وہ سچی خوشی ہی - اور یہ خوشی معقولات پر بھی خیال کیا جائے تو تجربہ سے صاف ظاہر
ہوتا ہی کہ دین اسلام پر کاربند ہونے سے حاصل ہوتی ہی - لطف اور سچائی کے
ساتھ زندگی بسر کرنے کا قاعدہ جیسا عمدہ اسلام نے مقرر کیا ہی - ویسا کسی ملت اور
مذہب مین نہین ہی - پیغمبر خدا کی بعثت کی پہلے اہل عرب نہایت بُرے طور پر زندگی بسر
کرتے تھے - اسلام نے انکی تمام ناپاک عادتون کی اصلاح کی - جس سے بہت جلد عرب کو
یہ فخر حاصل ہوا کہ مسلمانون کے عروج کے وقت سب سے زیادہ مہذب قوم دُنیا کے پردے
پر یہ تھی - زمانہ عروج کی قید اسلیے ہی کہ اسوقت کے مسلمان احکام شرع کے اُتنے

پابند نہیں ہیں جتنا کہ ابتدا سے زمانہ میں تھے۔ اور جن باتون مین یہ اب خلاف شرع عمل کرتے ہین اُس باتون مین دوسری قومون سے مدرجہا گھٹے ہوئے ہیں۔

تمام باتون کا تذکرہ ایک وقت میں نہین ہوسکتا۔ اسوقت صرف عورتون کے حقوق کے متعلق کچھ آپ کو سنایا جاتا ہے۔ کفار عرب عورتون کی قدر بہت کم کرتے تھے کسی قسم کے حقوق معین نہ تھے۔ بعض کمبخت لڑکیون کو مار ڈالتے تھے۔ خدا سورۂ تکویر میں فرماتا ہے۔ "اذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت" زندہ درگور لڑکیون سے (قیامت میں) پوچھا جائیگا کہ "تم کس گناہ میں قتل کی گئیں تھیں"۔ لڑکیان پیدا ہوتی تھین تو بعض جاہل زندہ دفن کراتے تھے۔ خدا اس ظلم کو کس لفظون مین ادا کرتا ہے۔ ہائے۔ بے بس بے زبان لڑکیون پر ظلم۔ توبہ۔ توبہ۔ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کی عملداری نہ ہوتی تو یہاں کے مسلمانون مین بھی لڑکیون کو زندہ درگور کرنا رائج ہوجاتا کیونکہ اسوقت بعضون کے دل لڑکیون کی طرف سے اتنے پھرے ہوئے ہین جتنے کہ جاہل ناسپاس عربون کے۔ بہت سے مسلمان اپنی لڑکیون کے حقوق آیندہ تلف کرنے مین بے تکلف پائے جاتے ہین۔ سیکڑون تدبیرین سوچتے رہتے ہین۔ بالغ لڑکیون کو بھوکون مارنا اور نابالغ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا نتیجہ کے اعتبار سے یکسان ہے۔ اس ناپاک دستور کے مٹانے مین اسلام نے بہت زیادہ کامیابی حاصل کی۔ عورتون کے حقوق قرآن میں ذکر کیے گئے۔ عورتون کو ذلیل سمجھنے والے ذلیل کیے گئے۔ یہانتک کہ مسلمانون سے دوسری قومون نے عورتون کے حقوق کی نگہداشت کا سبق لیا۔

تجربے سے دیکھا گیا ہے کہ عورتون کی عزت پر قومی ترقی منحصر ہے۔ سبب یہ سمجھ مین آتا ہے کہ جب عورتیں غلامی کی طرح رہین گی تو اُنکے بچے غلامی کا سبق اپنی مان سے حاصل کرین گے۔ عالی ہمتی۔ حمیت۔ مستعدی اور سیر چشمی مان مین نہین تو بچون مین کہان سے ہوگی۔ اور پھر وہ بچے کیا زور دکھائین گے۔ جو اپنی ماؤن کو لونڈیون سے بدرجہا بدتر حالت میں ہمیشہ دیکھتے رہے۔ ہند کے بعض جاہل مسلمان تمام احکام الٰہی فراموش کرکے عورتون کے حقوق غصب کرنے مین اپنا فخر جانتے ہین۔ اور اسی مین

انتہا سے ذہانت سمجھتے ہین - یہتر پڑین اس دہانت اور اس بیحیائی پر - انگریزون کو دیکھو کہ عورتون کے حقوق کی حفاظت اور عورتون کی عزت اپنا قومی شعار جانتے ہین اب دونون قومون کا مقابلہ کرلو کہ مسلمان غلام ہین اور انگریز آقا مسلمان محکوم ہیں اور انگریز حاکم - مسلمان کتاب اللہ پر ایمان لاکر عورتون کے حقوق غصب کرتے وقت بے تکلف کتاب اللہ سے مخالفت کرتے ہین اور اسی لیے خوار ہیں - اور انگریز کتاب اللہ پر ایمان نہین لائے ہین لیکن اس بارے مین اور دوسرے دنیوی معاملات مین اُنکا عمل کتاب اللہ کے موافق ہے اور اسی لیے فخرزمانہ ہورہے ہین -

بہت سی باتین آج کل ترقی یافتہ قومون مین کتاب اللہ کے موافق پائی جاتی ہین - اور نگوں بخت مسلمانون مین کتاب اللہ کے خلاف دیکھی جاتی ہین - مثلاً کوئی انگریز کسی جگہ آنے کا وعدہ کرے تو ٹھیک وقت پر آئیگا - اور کوئی ہندوستانی کسی دوست سے اپنے آنے کا وعدہ کرے تو کیا عجب کہ نہ آئیگا - اور آئیگا بھی تو یہ یقینی ہے کہ معین وقت پر نہ آئیگا - ضرور کچھ نہ کچھ دیر کریگا - دعوتون مین ۱۲ بجے بُلانا ہوتا ہے تو ۸ بجے کا وقت لکھا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ ۱۲ بجتے بجتے خواہ مخواہ سب جمع ہوجائیں گے - اب بتائیے کہ قرآن شریف مین جو اوفوا بالعہد کہم " اپنے وعدون کو پورا کرو " آیا - اسکی پابندی انگریز کرتے ہیں کہ مسلمان کرتے ہین - ایک چھوٹی سی مثال مین نے دیدی - ورنہ غور کیا جائے تو ترقی یافتہ قومون کی بہت سی باتیں کتاب اللہ کے موافق ہیں -

جاہل عربون مین بیٹیون کی بڑی قدر تھی - انکی کثرت سے باپ کو قوت پہنچتی تھی - قبیلے کو زور ہوتا تھا - بیٹے باپ کی مدد کرتے تھے - بیٹا اپنے ہوتے ہوئے باپ کا میدان جنگ مین جانا سخت ہتک سمجھتا تھا - باپ پٹ جائے تو بیٹے جب تک اُسکا بدلا نہ لے لین اپنے کو غیرتوقر جانتے تھے سات سات پشت کے بعد بدلا لیا جاتا تھا - وہ سب خاندانی واقعات یاد رکھتے تھے - مثلاً زید کسی موقع پر بکر کو پاتا تو اس بنیاد پر اس سے لڑنے کو کھڑا ہوجاتا کہ بکر کے دادا کے دادا نے زید کے دادا کے دادا کو مارڈالا تھا - زید کے خاندان کی ہتک تھی جب تک کہ وہ اپنے جداعلیٰ کا خون بہا نہ لیتا - خاندان سے بزدلی کا دھبہ مٹ جانے کو وہ بکر کا مارڈالنا

فرض جانتا۔ بیٹیون کے اس ظاہری سلوک پر نظر کر کے عرب کے جہلا لڑکیون کو وبال جان سمجھتے تھے۔ اور یہ نہین سمجھتے تھے کہ عورتین انتظام عالم مین کسقدر ضروری ہیں۔ بیان ذکر کرنے کا منشاء صرف یہ ہو کہ عرب مین بیٹیون کو بیٹیون پر ترجیح دینے کی جھوٹی سچی وجہ تھی جب بھی اسلام نے یہ ترجیح ناپسند کی۔ ہندوستان مین تو کوئی وجہ نہیں ہو۔ مالدارون کے لڑکے ہوش سنبھالتے ہی باپ کی موت کے لیے دعائیں کرتے ہین۔ اگر کوئی باپ کو مار ڈالے تو انکے دل مین مار ڈالنے والے کو انعام دینے کی خواہش پیدا ہوتی ہوگی۔ غریب کے لڑکے تو ہل چلانے گھاس چھیلنے مین باپ کو مدد بھی دیتے ہین۔ امرا کے لڑکے تو یہ بھی نہاین کرتے۔ باپ کی بیماری مین خدمت کرنا ننگ سمجھتے ہین۔ گھڑے سے پانی انڈیل کر باپ کو کبھی نہ دین گے اور خدمتین کیا کرین گے۔ لڑکیان بیچاری مرنے جینے کی ساتھی ہر وقت ہاتھ و اپنے پاؤن دابنے سر سہلانے پنکھا جھلنے کو طیار پھر اُنکو باپ وبال جان سمجھے تو سخت بے عقلی ہو۔

اسلام کے احسانات کا جب تذکرہ کیا جاتا ہو تو آج کل مہذب قومون مین یہ تسلیم کیا جاتا ہو کہ اسلام نے عورتون کے حقوق کی حفاظت اعلیٰ درجہ پر کی۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وراثت مین مردون سے نصف عورتون کو صرف اسلیے ملتا ہو کہ عورتون کا درجہ مردون سے نصف ہو۔ اس شبہ کے رفع کرنے کے لیے یہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہو کہ حصے کی کمی بیشی مدارج اور عزت کی کمی بیشی کے اعتبار سے نہین ہو بلکہ ضرورت کے اعتبار سے ہو۔ مردون پر بیبیون کا نان ونفقہ واجب ہوتا ہو۔ اور عورتین اپنے نان نفقہ کا بار اپنے شوہرون پر رکھتی ہیں اسلیے حصہ کی کمی بیشی مالی ضرورت کے اعتبار سے اُس عدل واعتدال پر مبنی ہو جسکے لیے اسلام خاص شہرت رکھتا ہو۔ ہندوستان کے بعض انوکھے مسلمان ہین کہ عورتون کے حقوق غصب کر کے اور اُنکے واجب حقوق کے چھین لینے میں اتنے بیباک اور اتنے دلیر ہین کہ کتاب اللہ اور کتاب الرسول کا آئین ذرا بھی خیال نہین۔ بڑے بڑے سمجھدارون کی طمع نے آنکھیں بند کر دی ہین۔ ع

بدوزد طمع دیدہ ہوشمند

بڑے بڑے گھرانون مین کتنے بے حمیت بھائی ایسے ہین جو بہنون کے حقوق
کھانے مین دندان طمع تیز رکھتے ہیں اور حق و ناحق کا ذرا بھی خیال نہین کرتے۔ اور پوچھیے
پر کہتے ہین کہ بہن حصہ لینا نہین چاہتی۔ بہنون کی شریف النفسی سے ناجائز فائدہ
اُٹھاتے ہیں اور شرم نہیں آتی۔ وہ بیچاری بیکس ہوکر دل کڑھتی ہے اور یہ دنیا بھر کے
قابل ہوکر مال مغصوبہ کو بہن کی تعریفیں کر کے کھاتے ہین۔ بھائیون کے فعل پر
کوئی حیرت نہین۔ انسان پیٹ کے لیے چوری کرتا ہے۔ ڈاکہ مارتا ہے۔ دغا بازی کرتا ہے۔ جھوٹ
بولتا ہے۔ بے حیا بنتا ہے۔ جان مارتا ہے۔ جان دیتا ہے۔ کیا نہیں کرتا۔ لالچ انسان کے ساتھ
مخلوق ہے اور وہی سب کراتی ہے۔ تعجب تو ان باپون پر ہے جو بیٹیون کی حق تلفی کے لیے
بیٹون کے شریک ہوجاتے ہیں۔ عرب لوگون مین جو سلوک بیٹیون کا باپ کے ساتھ تھا
وہ اوپر بیان کیا گیا۔ ہندوستان میں نوے فیصدی بے ادب۔ بے حمیت ناسپاس
لڑکون کی تعداد ہے۔ جوان ہونے کے بعد ہی باپ کی زندگی کے دن گننے شروع کرتے
ہین ہر وقت یہ خیال کہ مار گنج ٹلے اور ہمے دست برد کا موقع ہو۔ ایسی حالت مین جو
محبت باپ کو لڑکون سے ہوگی وہ بھی ظاہر ہے۔ باپ جو کبھی کوشش کرتا ہے کہ لڑکیان محروم
رہین یا حصہ شرعی سے کم پائین۔ تو کیون۔ بیٹے اگر سب کچھ پا گئے تو اسکا کیا بھلا ہوگا
لیکن اتنی حیرت ہے کہ باپون کی محبت کم ملتی ہے۔ سمجھ میں نہین آتا کہ مسلمان جو ہو جو کتاب اللہ
سے ضد رکھتے ہیں وہ مسلمان کس بات کے ہین۔ باپ اگر بیٹون کی خاطر سے لڑکیون کی
حق تلفی پر ساعی ہو تو اُسکی کوشش سوا اسکے اور کیا سمجھی جائے کہ وہ کلام اللہ کے
انتظام کو پسند نہین کرتا۔ اُسکے نزدیک خدا علیم نہین ہے اور نہ اُسکا کلام حکمت سے بھرا
ہے۔ اُسکی خواہش یہ ہے کہ اگر قرآن اسکی پسند کے مطابق ہوتا تو اچھا ہوتا بھائی بہن کا حق
غصب کرنے میں ساعی ہو تو وہ فاسق ہے ڈاکو ہے۔ قاطع الطریق ہے گنہگار ہے لیکن مومن ہے
مگر وہ باپ جو اپنی جان نثار لڑکی کو اپنی وراثت سے بھی محروم کرتا ہے کہ اُسکے
نزدیک لڑکیوں کو حق دیا جانا خلاف مصلحت اور خلاف دانش ہے۔ در حقیقت یہ خیال رکھتا ہے
کہ احکام قرآنی اس بارے میں ناقص ہین۔ اُس باپ کے حق مین فتوی سنانے کو میرا جی

نہین چاہتا - ہر شخص خود سمجھ لے کہ قرآن کو ناقص خدا کو غیر علیم سطلق سمجھنے والے کا ایمان کی کیا نوعیت ہوگی - وہ گنہگار ہے - کافر ہے - مسلمان ہے - مرتد ہے کیا ہے - جو شخص بے وجہ تمنا کرے کہ اُسکے ترکہ کی تقسیم احکام قرآنی کے خلاف ہو تو اچھا - مجکو تو اُسکے ایمان کی طرف سے بڑا کھٹکا ہے -

مسائل شرعیہ سے الگ ہو کر محض عقل سے سوچیے - اور الگ کیون جائیے مسائل شرعیہ تو بالکل عقل کے موافق ہوتے ہین - غور کیجیے انسان کو یہ خیال نہین ہوتا کہ مرنے پر اعمال کا حساب دینا ہوگا - دلون کے راز میدان حشر مین ظاہر ہون گے - مظلوم ظالمون کی فریاد لیکر خدا کے سامنے پہنچے گا اور وہان "من یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ" ذرا ذرا سی نیکی اور بدی کا حساب ہوگا - بلکہ وہ اپنی غلط فہمی سے مرنے کے بعد بھی دُنیا کی باتون کی فکر رکھنا چاہتا ہے - اُسے فکر ہوتی ہے کہ میرے بعد گھر کی کیا حالت ہوگی - اسمین چراغ جلانے والا بھی کوئی ہوگا یا نہین - میری جائداد میرے بعد لاوارث ہو کر سرکار مین ضبط ہو جائیگی یا کسی وارث کے قبضہ مین رہے گی - خاندان مین رہے گی یا خاندان سے باہر چلی جائیگی - یہ خیالات نہایت حیرت افزا ہین - مرنے والا اگر بہشت مین ہوگا تو اُسکی نعمتون کے لطف مین مست ہوگا - اور دوزخ مین ہوا تو معاذ اللہ اُسکی تکلیف ناگفتہ بہ - دونون مین اُسکے دماغ مین اس خیال کی گنجایش نہین ہو سکتی کہ میرے بعد میری جائداد کا کیا انتظام دُنیا مین ہو رہا ہے -

حریص جو مرتے وقت جائداد مٹھی مین بند کرکے قبر مین اپنے ساتھ نہین لیجا سکتے - کوشش کرتے ہین کہ کتاب اللہ اور کتاب السنت کے خلاف وصیت کرکے جائداد کے عوض معصیت کا بوجھ اپنے کاندھے پر لیجائیں - معاذ اللہ کیسی غلط فہمی ہے - خیر یہ مان لیجیے کہ اپنی جائداد اپنے ہی خاندان مین رہے - یہ خیال خوش کُن ہوا کرتا ہے - فطرت انسانی کا مقتضا ہے کہ انسان اپنی اولاد کے لیے سرمایہ چھوڑنے کا بند و بست کرتا ہے - وہ چاہتا ہے کہ اُسکے بعد اُسکی اولاد آرام مین رہے - لیکن یہ کیا بیہودہ سمجھ ہے کہ اس بارے مین لڑکون کو تو اپنی اولاد سمجھے اور لڑکیون کو غیر کی اولاد سمجھے - لڑکیون کو محروم کرکے لڑکون کے

حق مین وصیت کرنے والے اُن لوگون سے بہ شکل جُدا سمجھے جا سکتے ہین جو اپنی لڑکیون کو
پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے تھے۔

ہندوؤن کے میل جول سے لڑکون اور لڑکیون میں امتیاز کرنے کا دستور یہان کے
مسلمانون میں بھی قایم ہو چلا ہے۔ اسیلیے ہندوستان میں لڑکیون کا محروم کرنا کوئی
انوکھی بات نہین سمجھی جاتی۔ ورنہ دیگر بلاد اسلام میں اگر کوئی شخص بوجہ اپنی اولاد کو
اپنے ترکہ سے محروم کرے تو قوم بہت بُرا مانے گی۔ اور ایسا شخص لوگون مین ذلیل سمجھا
جائیگا۔ لوگ اُس سے نفرت کرین گے۔ یا محروم الارث اولاد کے دیندار عادل ہونے
مین شبہ کرین گے۔ ایک شخص جب اپنی اولاد کو بوجہ اپنے ترکہ سے محروم کرتا ہے اُس
غریب نے کوئی خطا نہین کی اُس سے کوئی بے ادبی نہیں ہوئی کسی طرح اُسنے
باپ کا دل نہین دُکھایا اور باپ اسکو محروم الارث قرار دیتا ہے تو سوا اسکے اور کیا
سمجھا جائیگا کہ وہ غلطی سے زمرہ اولاد مین شمار کیا جاتا تھا۔ باپ کو ٹھیک معلوم تھا کہ وہ
اسکا باپ نہین ہے جب تو اپنے ترکہ سے اسکو محروم رکھتا ہے۔

یہ کہنا بھی نامناسب نہین ہے کہ ہندوؤن کی حالت سے زیادہ بُری حالت
اس بارہ مین مسلمانون کی ہے۔ کیونکہ متمول اور معزز ہندو بیاہ کے وقت لڑکیون کو کبھی کبھی
اتنا دیتے ہیں کہ وہ اُنکے حصہ کے قریب قریب ہو جاتا ہے۔ مسلمانون مین تو یہ رواج ہے کہ
بیاہ کے وقت شرع پر عمل ہوتا ہے۔ لڑکی کو کچھ دینے کی فکر نہین ہوتی۔ مہر کی تعداد ہی پر شفقت
کی طرف توجہ ہوتی ہے کسی طرح لڑکی گھر سے باہر نکلی تو پھر اُس سے واسطہ نہین ہوتا۔ شوہر
مر گیا یا کنارہ کش ہو گیا تو لونڈیون کی طرح لڑکی میکے مین آکر کام کاج کرکے پیٹ پالتی ہے۔
اور اگر کہین شوہر اسکا زندہ رہا اور کفیل رہا تو بھائیون کو باپ کے جیتے جی یہ فکر پیدا ہوئی
کہ کوئی بندوبست ایسا ہونا چاہیے کہ لڑکی پدری ترکہ سے کچھ نہ پائے۔ تجربہ سے دیکھا
گیا ہے کہ بیٹون کی خاطر سے بے عقل باپ کیا کچھ نہین کرتے۔ دین و ایمان سے بھی
نہین ڈرتے۔ اب ایک صورت پیدا ہو چلی ہے کہ مقدمات عدالت میں رجوع ہوتے ہیں
اور لڑکیون کے حق میں ڈگریان ہوتی جاتی ہین۔ اب دیکھیے: حق کوشش کیا صورت نکالتے

ہیں۔ مذہب بدبے سے بھی تو کام نہ چلے گا۔ عیسائی ہونے سے بھی تو چھٹکارا نہ ہوگا وہاں تو عورتوں کے حصہ مردوں کے برابر ہیں۔ ورنہ یہ سلسلہ بھی شروع ہو جاتا۔ ہندؤں کے قانون خود اُنکے لیے بُرے ہوں لیکن خیریت ہے کہ وہ دوسرا گروہ اپنے میں شامل نہیں کرتے ورنہ کتنے حضرات ایسے پیدا ہو جاتے کہ لڑکیوں کو محروم رکھنے کے لیے اپنے کو ہنود مشہور کرتے۔ اور اگر وہ خود ایسا نہ کرتے تو صاحبزادے کب چوکتے لڑکیوں کے دعویٰ کرنے پر کہدیتے کہ مرتے وقت ابّا جان ہندو ہو گئے تھے

یہ امر کہ لڑکیاں سیکے سے بہت کچھ پاتی ہیں ہنود کی قومی مجالس میں بارہا زیر بحث آچکا ہے۔ سرز کالستھوں نے کمیٹیاں کرکے چاہا کہ یہ دستور اٹھا دیا جائے۔ وہ اب اتنا بھی دینا نہیں چاہتے جو اب تک بطور رواج کے دیا جاتا ہے۔ قانون اور قاعدہ بنانا مردوں کے اختیار میں ہے۔ وہ جتنا چاہیں عورتوں کو ستالیں لیکن معلوم رہے کہ قومی ترقی ہرگز نہ ہوگی جب تک کہ عورتوں کے حقوق کی حفاظت نہ کی جائیگی۔ حجت یہ پیش کی جاتی ہے کہ تلک کا روپیہ فضول خرچیوں میں مال مفت دل بیرحم ادھا دھند خرچ کیا جاتا ہے۔ یہ حجت صحیح ہے۔ فضول خرچیاں ضرور روکی جائیں۔ معاہدہ یہ ہو کہ تلک کا روپیہ خرچ نہ ہو لڑکی کے لیے کوئی سرمایہ مستقل قرار پا جائے۔ لیکن شروع سے دینا ہی بند کر دینے کی کوشش بیجا ہے۔ یہ کیا مناسب ہے کہ جو لڑکی لاکھوں روپیہ کی جائداد والے باپ کے گھر میں پلے وہ جوان ہونے پر خالی ہاتھ دوسروں کے گھر اس طرح بھیجدی جائے جیسے دودھ سے مکھی نکال کر پھینک دیجاتی ہے۔ میرے نزدیک مصلحان قوم ہنود تلک کی رسم مٹانے کی کوشش کرنے میں لڑکیوں کے موجودہ حقوق کو بھی تلف کرتے ہیں۔ ہاں تلک کے روپیہ کو اسراف سے بچانے کی فکر کریں تو بہت اچھا

تلک کیا ہے اسے بھی سُن لو۔ ہندؤں کی اکثر جماعتوں میں دستور ہے کہ لڑکے والے پہلے سے زر نقد طے کر لیتے ہیں۔ اوسط درجہ والوں میں ہزاروں روپیہ بیٹے والا لیکر نسبت منظور کرتا ہے۔ اور بڑے بڑے زمیداروں اور تعلقداروں میں تو لاکھوں روپیہ اس طور پر بیٹی والے کو دینا پڑتا ہے۔ میرے کہنے کا یہ منشا نہیں ہے کہ ہندؤں کا

یہ دستور مسلمانوں کے قانون وراثت سے اچھا ہے۔ بلکہ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپنی شرع کا پاک دستور چھوڑ کر رسم ہنود کی پابندی میں مسلمانوں نے کوشش کی تو لڑکیوں کی حق تلفی میں وہ ہنود سے بھی سبقت لیگئے۔ بعض مسلمان لڑکیاں ایسی ہیں کہ نہ وہ ملک اور جہیز کی مد میں کچھ پاتی ہیں نہ باپ کے ترکہ سے کچھ انکو ملتا ہے۔ بیاہ کے وقت باپ نے شرع کی پابندی کی۔ اور جب جائداد میں حصہ دینے کا وقت آیا تو ہنود کی تقلید کی۔

وراثت کے متعلق کچھ مسائل شرعیہ بھی آپ صاحبوں سے بیان کیے جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ وصیت کرنا چاہے کہ اُسکا کوئی وارث ترکہ شرعی سے محروم رہے یا حصہ شرعی سے کم و بیش پائے تو ایسی وصیت کالعدم ہے۔ ورثاء کے حق میں وصیت جائز ہی نہیں ہے۔ کوئی وصیت کریگا بھی تو ورثا مطابق شرع کے اپنا حق پائیں گے۔ وصیت نامہ کا کچھ لحاظ نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی جیتے جی ایک اولاد کو زیادہ اور دوسری اولاد کو کم دے اور اس کمی بیشی کی کوئی وجہ معقول نہ ہو تو دینے والا ضرور شرعاً سخت گنہگار ہوگا قاضی ایسے ہبہ کے جواز یا عدم جواز کی نسبت کیا حکم دیگا؟۔ علما میں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہبہ میں واہب کا علیحدہ ہو جانا اور موہوب لہ کا قابض ہو جانا لازم ہوتا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو ہبہ کالعدم ہو جاتا ہے۔ ہندوستان کی بود و باش پر لحاظ کرکے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں بیٹوں کے حق میں ہبہ عموماً کالعدم سمجھا جائیگا۔ میں نے آج تک نہیں دیکھا کہ باپ نے ہبہ کرکے خود کنارہ کشی کر لی ہو اور بیٹے کو تنہا قابض چھوڑ دیا ہو۔ تو قبضہ جیسی ہبہ کے قبل تھی ویسی ہی بعد ہبہ کے بھی رہے تو واہب کا علیحدہ ہو جانا اور موہوب لہ کا قابض ہونا کیونکر مقصود ہوگا۔

بعضوں کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ جائداد ہمیشہ خاندان میں قائم رہے۔ خاندان کی لڑکیاں ترکہ نہ پائیں اور اہل ذکور ہی کو جائداد ملے۔ ایسے خیال والے بے انتہا سادہ لوح ہوتے ہیں۔ میں نے ابھی بیان کیا کہ ایسا خیال خلاف شرع ہے۔ اور اب یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایسا سوچنا خلاف دانش بھی ہے۔ تیمور صاحبقران جسکا قبضہ چین سے مصر تک اور

بحر اسود سے بنگال تک تھا- آج اُسکی اولاد کے قبضہ مین ایک چپہ بھر بھی زمین نہیں ہے
پھر کسی کا یہ خیال کہ میری جائداد میرے خاندان میں ہمیشہ قایم رہے گی خدا سے لڑائی
نہیں تو کیا ہے- تمام [illegible] کے نصیب برابر نہیں- ایک غریب ہوتا ہے اور دوسرا تونگر ہوتا
ہے یہ محض انتظام عالم کا مقتضا ہے- کوئی یہ چاہے کہ اُسکے خاندان کو خدا ہمیشہ کے لیے
تونگر کردے- ادبار اُس خاندان میں آنے نہ پائے تو گویا اسنے ساتھ خدا کو بھی
بے ایمان بنانے کی کوشش کرتا ہے-

بہرحال دُنیا مین ہر طرح کے آدمی ہیں بہت سے ایسے ہیں جو اپنی جائداد کو اپنی
اولاد ذکور پر وقف کر کے سمجھے کہ غرض حاصل ہوگئی لیکن شرع نے انکی غرض پوری
نہ ہونے دی- جب مقدمہ لڑا تو سب لکھا پڑھا باطل ہوگیا- اِس قسم کی مثالین سیکڑون
ہزارون موجود ہیں- لیکن آنکھیں بینا نہیں کہ دیکھیں اور سبق حاصل کریں- کتنے وقف
نامے پریوی کونسل تک باطل اور کالعدم قرار پا چکے ہیں-

مین نے کسی اخبار مین پڑھا ہے کہ جب مقدمہ ابوالفیض محمد اسحاق بنام اسوما
ایسے اوقاف کو پریوی کونسل نے خلاف شرع سمجھ کر نہایت شدومد سے باطل قرار دیا
تو ہوس آف کامنس مین کسی صاحب نے فرط ذہانت سے یا ممکن ہے کہ کسی شخص یا لوا سطے کی
خاطر سے سوال کیا "کیا اِس سے مسلمانون مین بیدلی نہ پھیلے گی ؟" جواب ملا "فیصلہ
شرع محمدی کے موافق ہے تو کیا بے دلی پھیلے گی" شرعی احکام کو انگریزی عدالتون
سے تقویت پہنچتی ہے اور مسائل شرع کی حیات قایم ہے- ورنہ بعض مسلمانون کی خودغرضیاں تو
ایسی ہین کہ وہ خود اسکو مٹا چھوڑتے- افسوس! افسوس!! افسوس!!! شرم! شرم!! شرم!!!

ایک امر اور بھی قابل تذکرہ ہے کہ جن خاندانون میں مورث نے کوئی وصیت نامہ یا
وقف نامہ تحریر کیا- یا وارثون کے حقوق گھٹا بڑھا کر کوئی انتظام کیا وہان اور بھی
آپس کے جھگڑے فساد کو ترقی ہوتی ہے- جسکا یہ نتیجہ ہے کہ نہ باہم اخوت خاندانی رہتی اور نہ ذرا
ہمدردی اور محبت باقی رہتی- اگر مورث کی روح کچھ دنیا کے حالات جانتی ہے اور
اولاد کی راحت اور تکلیف سے متاثر ہو سکتی ہے جسکے متعلق مین کوئی قطعی رائے نہین

رکھتا تو آج وہ اپنی اولاد کی باہمی مخالفت اور تباہ حالی پر سخت متاسف اور اپنے فعل پر لفرین کرنے والی ہوگی۔ سب سے عمدہ وصیت نامہ قرآن ہے۔ جب مورث نے بجاے قرآن کے دوسرا وصیت نامہ ورثا کے لیے چھوڑا تو ظاہر ہے کہ قرآن سے زیادہ اُسکی عظمت ہو نہیں سکتی۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ورثا کے دلون سے قرآن اور نوشتہ مورث دونون کی عزت جاتی رہتی ہے اور وہ نفس امارہ سے مغلوب ہو کر ایسے ایسے ناکردنی افعال کے مرتکب ہوتے ہین کہ خدایا تیری پناہ۔

اس اطراف مین سب سے بڑا خاندان جسمین ورثا کے حق مین وصیت کیگئی ہے حاجی کریم بخش مرحوم الٰہ آبادی کا ہے۔ حاجی صاحب نے اپنی املاک کا ایک ربع کارخیر کے لیے وقف کیا۔ جسکا فیض عرصہ سے جاری ہے اور معلوم نہیں کب تک جاری رہیگا۔ ایک ثلث تک جو احتیار موصی کو دیا گیا ہے اسکے اندر ہی حاجی صاحب کا وقف ہے اور قابل ستایش ہے۔ اولاد اناث کو انھون نے محروم نہیں کیا یہ بھی قابل تعریف ہے۔ لیکن آیندہ انتظام کی ہدایتین کرنے کا یہ نتیجہ دیکھنے مین آتا ہے کہ حاجی صاحب کی غرض بالکل پوری نہین ہوئی۔ اُنھون نے چاہا کہ اُنکی اولاد آسایش سے بسر کرے لیکن مولوی خدیو حسین کے مرنے کے بعد آج تک جسکو بیس۲ برس ہوئے اسکے ورثا کو کوئی گھڑی اطمینان کی نصیب نہیں ہوئی۔ مقدمہ بازی کا سلسلہ بند نہین۔ ایک نہ ایک مقدمہ دائر ہی رہتا ہے اور ہر مقدمہ مین کوئی نہ کوئی حصہ وقف نامے کا صریحاً یا اعتبار ریحث ہوتا ہے۔ یہ تو طے پاگیا کہ وقف نامے کی قیدین یا شرطیں واجب التعمیل نہین ہین لیکن پھر بھی لڑائی کے پہلو نکلتے ہی چلے آتے ہیں۔ حاجی صاحب نے اپنے ورثا کی آسایش کا انتظام کیا تھا لیکن مقدمہ لڑنا اگر باعث تکلیف ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ اُنکے ورثا کو بجاے آسایش کے تکلیف پہنچی۔

وہین قریب ہی ایک بہت بڑے رئیس مولوی قاسم علی تھے اور اُنھون نے بھی اپنی جائداد کا انتظام وقف نامہ کی صورت مین کیا تھا۔ یون تو جائداد خود ہی ورثا کے لڑانے کا سبب ہوتی ہے اور اسی لیے بعض سمجھدار بجاے دولت مال کے

و دولت علم و فضل سے ورثا کو مالا مال کرنے کی فکر رکھتے ہین۔ لیکن مین کہہ سکتا ہون کہ
کہ وقف نامہ نہ ہوتا تو اُنکے ورثا میں اسقدر جلد لڑائی کی ابتدا نہ ہوتی جتنی کہ وقف نامہ
کے وجود سے ہوئی۔

فتحگڈھ کے ایک نامی رئیس منشی محمد اکرم مرحوم نے بھی اپنی خاندانی جائداد کا انتظام
کیا تھا۔ انھون نے کسی کارِ خیر کے لیے وقف کرنے کا اظہار تو نہیں کیا لیکن تین بھائیون
نے اقرار نامہ کے طور پر یکے بعد دیگرے مہتمم ہونا اور حصہ دارون مین منافع کا تقسیم کرنا سطور
کیا۔ اور بھائیون کی تو اولاد اناث نہ تھی لیکن منشی صاحب کی لڑکیان تھین۔ اس
انتظام مین اِن لڑکیون کے حقوق قایم نہیں کیے گئے۔ یہ لڑکیان گھر ہی مین بیاہی
تھیں۔ اغلب ہی کہ انھون نے خود حصہ لینے سے انکار کیا ہو۔ منشی صاحب کی نیک نامی
اور فیاضی اسدرجہ شہرت رکھتی ہی کہ تمام حالات جانے بغیر ایسے ذمہ دار متقی اور فخر روزگار
مسلمان پر نکتہ چینی کرنے کی جرأت مجکو نہین ہی۔ لیکن مین اسقدر کہنے سے باز بھی
نہیں رہ سکتا کہ منشی صاحب اور اُنکے دوسرے بھائی کے مرنے پر جب تیسرے
بھائی مولوی محمد حسن کی باری آئی تو اُنھون نے نہایت دانشمندانہ حرکت یہ کی کہ اقرار نامہ
کے شرائط سے الگ ہو کر زحمت اہتمام سے خود کو بری کیا۔ دوسرے حصہ دارون کو پوری
آزادی دی۔ شرائط اقرار نامہ سے علیحدگی اختیار کی۔ مولوی محمد حسن اگر اس بلند خیالی
پر کاربند ہوتے تو تشرکا کے دلون میں خلش پیدا ہوتی اور خاندان مین نااتفاقی پھیلتی۔
تجربہ بتاتا ہی کہ ایسا ضرور ہوتا۔

باثر اشخاص کے فعل مین ایک خاصہ یہ بھی ہی کہ دوسرے اسکی تقلید کرتے ہین۔
اسی لیے حکم ہی کہ باثر لوگ اپنے افعال مین زیادہ احتیاط مدنظر رکھین کیونکہ انکے برا چھے
بُرے فعل کے مقلد آسانی سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ قریب ہی ایک گاؤن مین شیخ
کرامت حسین رہتے تھے انکا بھی جی چاہا کہ اپنی جائداد کا کوئی ہندوبست کرین جسمین اکثر شیخ کر
کا محروم کرنا مرکوز خاطر تھا۔ اور بعض لڑکے بدچلن تھے اُنکے اختیارات کا محدود کرنا تھا۔ بدچلن
تو تکلیف مین رہتے ہی۔ انکی تحریر نے نیک چلن بھائیون کو بھی زحمت مین ڈالا۔ انسان

مین قوت ملکوتی تو ہوتی نہین - جب وہ کوئی اختیار پاتا ہی تو خواہ مخواہ اُسکے نفاذ کی
کوشش کرتا ہی - یہ بڑی غلطی ہی کہ کسی کو خواہ مخواہ اختیارات دیے جائین اور
اُس بیچارے کی جان زحمت مین ڈالی جائے - مولوی کرامت حسین کو مرے ہوئے
ابھی تین برس نہین ہوئین لیکن اُنکے گھر مین جائیے تو عجب نکبت رسی ہی -
اُنکی اولاد میں ایک دوسرے کا بدخواہ تو تھا ہی - صورت مکان سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ ایک
دیوار بھی دوسری دیوار کی دشمن ہی - بدچلن تو بدچلن تھے ہی - وہ حساب کے وقت
مین نیک چلن تھے اُنھون نے سب سے زیادہ آگے قدم بڑھائے - باپ کی تحریر
اُنکے مد ہوئی تو پھر وہ کب چوکنے لگے - انسان ہر حالت میں انسان ہی - صفات
ملکوتی کہان سے لائے - یہ اُن مورثون کا ذکر ہی جو بڑے نیک نیت تھے - نیک نیتی سے اپنی
جائداد کا انتظام کرنا چاہا تھا اور اپنے پندار میں بڑا مضبوط کام کر گئے تھے - میں اُن نامون
کے ذکر سے اپنی زبان خراب کرنا نہیں چاہتا جنھون نے قرآن اور احکام قرآن کو غلط
سمجھکر اپنے خاندان کی بے زبان مومنات کو یعنے خود اپنی لڑکیون اور بہنوں کو اپنے ترکہ
شرعی سے محروم کرکے یا دوسرے لفظون مین اپنے خاندان کی بے زبان پردہ نشین
بھولی بھالی نادان عورتون کے حقوق غصب اور تلف کرکے تحریرین کیں یا اپنے
پیٹ پالے - آج اس خاندان کی حالت سمجھدارون کے نزدیک عبرت زمانہ ہو رہی
ہی اور انکی قبرین رہگزرون سے مخاطب ہوکر زبان حال سے کہہ رہی ہین ع

من نہ کردم شما حذر بکنید

آدمی کا پہچاننا بڑا مشکل ہی - بڑے بڑے متقیون کو دیکھا کہ تمام باتیں ریا سے
ملو پائی گئین - انسان کسکا مقلد بنے اور کس سے دور بھاگے - میرے نزدیک دفعۃً
کسی کی نہ دیکھے - کسی کی گفتگو پر خیال نہ کرے - صرف اعمال پر نظر کرے جسکے اعمال
سنت نبوی کے موافق ہون اُسکا پیرو ہو - اور جسکے اعمال سنت نبوی کے خلاف
ہون اُس سے دور بھاگے - آپ صاحبون کو اگر ایسے شخص سے ملنا ہو جسکا باطن
ظاہر سے اچھا ہو تو مظفر پور جائیے - اب تو ریل جاری ہو گئی ہی - کوئی پانچ چھ گھنٹے کی

مظفر پوری رحمۃ اللہ تعا ... ہے۔ وہان کے ایک معزز تعلقدار شیخ محمد احسین قریشی سیالکوٹی ثم
لیٰ سے ملے۔ انکی وضع سپاہیانہ ڈاڑھی چڑھی ہوئی ظاہری حالت یہ ہے۔ لیکن دل انکا
سبحان اللہ اگلے مسلمانون کا سا صاف پاک۔ مزاج مین تواضع وانکسار بدرجہ
غایت۔ پابند صوم وصلوۃ۔ راست گفتار۔ مہمان نواز۔ سیر چشم۔ بہادر
باحیا۔ بامروت۔ تمام اوصاف انہین بزرگان دین کے سے ہین۔ لیکن بادی النظر اسکا
امتیاز نہین ہوتا۔ تجربہ اور صحبت سے معلوم ہوتا ہے۔ بہت بڑی زمینداری انکے قبضہ
مین ہے۔ اور اللہ کے فضل سے صاحب اولاد بھی ہین۔ بعض ورثاء آئندہ کی خاطر سے
چند احباب نے۔ احباب کا لفظ بھی مناسب نہین کیونکہ انکے احباب کمینہ خصلت
ہو نہیں سکتے۔ کیسے حید سٹنے والون نے انکو حصہ شرعی کے خلاف ورثا میں جائداد کے ہبہ کرنے
یا وصیت کرنے کی صلاح دی۔ لیکن انھون نے منظور نہیں فرمایا۔ اور کتنے سادے
اور پُر اثر طور پر کہا یہ بھئی! مین بندہ گنہگار ہون۔ اسلیے خدا سے ڈرتا بھی بہت ہون
میری ہمت تو نہین پڑتی کہ اپنی جائداد کو غیر مساوی طور پر تقسیم کر کے خدا کی نافرمانی کرون
یہ کچھ بھیں حضرات کو زیبا ہی جو اپنی پرہیزگاری اور اتقا پر اللہ تعالیٰ کو عاشق سمجھتے ہین
اور اس خیال مین ہین کہ کچھ ہی کریں خدا کو بُرا نہ معلوم ہوگا۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا
جب بہت سی تقریریں پیش ہوئین۔ تو شیخ صاحب نے فرمایا کہ مین سب جانتا ہون
لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی جانتا ہون کہ جن حضرات کے آپ نام لیتے ہین وہ رسولؐ
کے پیرو نہ تھے — کے پیرو تھے۔ اسلام کی نظر مین انھون نے بہت ذلیل کام کیا ہے
مجھ مین جب تک عقل ہے۔ رسوائی دارین مین خرید نہین سکتا۔ ہان میرے ورثا باہم رضامند
ہو کر کسی خاص نحو پر تقسیم جائداد چاہین تو مستحسن ہے اور مین بھی انکی شرکت کو طیار ہون۔
انسان کیسا خود غلط مخلوق ہے۔ کس کس طرح وہ جائز اور ناجائز طریقون سے دولت
جمع کرتا ہے اور اپنے نقاسے نام کے جھوٹے خیال میں کمینے اور ناپاک ذریعون سے کام
لیتا ہے۔ لیکن خدا کبھی اُن آدمیون کے نام روشن نہین رکھتا جو بیجا وسیلون اور گندے
طریقے سے بنا نمود چاہتے تھے۔ خدا مجاہدین فی سبیل اللہ کا نام بلند کرتا ہے۔

بھائیو! سرافرازی دارین چاہتے ہو تو کار خیر مین کوشش کرو۔ کہ مجاہدین مین تمھارا نام لکھ جائے۔ مجاہدین فی سبیل اللہ مین داخل ہونا ہو تو پل۔ مسجد۔ شفاخانے۔ جیتے جی ہواؤ اور خدا کی خواہشون پر چلو۔ صدق دل سے تم ایسا کروگے تو صدیون تک نام قایم رہے گا۔ کوئی اور عمدہ کام بنی نوع انسانی کی بہبود کا کر جاؤ تو قیامت تک بقاے نام ممکن ہی۔ لیکن کوئی یہ چاہے کہ لڑکیون کا حق تلف کر کے اور بیٹون کو جائداد دیکر اپنی نسل کو مستقل دولت۔ پائدار عزت دیجائے تو یہ غیر ممکن ہے۔ عزت اور ذلت خدا کے اختیار مین ہی۔ خدا کی مرضی کی خلاف ورزی کر کے کوئی عزت نہین حاصل کرسکتا۔ تعز من تشاء و تذل من تشاء۔ بیدک الخیر انک علی کل شیٔ قدیر۔ خداوندا تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ خیر تیرے ہاتھ مین ہی اور تو سب پر قادر ہی۔

مین آپ صاحبون کے سامنے ۔۔۔ پور کے ایک خاندان کا ذکر کرتا ہون۔ وصیت ہو تو ایسی اور انتظام ہو تو ایسا۔ کچھ عرصہ ہوا کہ ۔۔۔ پور کے ایک نامی رئیس پنشنر سب جج مولوی سیف اللہ خان صاحب نے بہت بڑی جائداد چھوڑ کر وفات کی۔ جائداد کچھ تو انکی موروثی تھی اور زیادہ تر اُنھون نے خود پیدا کی تھی۔ انکی موروثی جائداد کی تاریخ دیکھی جائے تو وہ اُن تاریکیون سے خالی نہین ہی جو مسلمان گھرانون مین تیرہ صدی کے آغاز مین چھائی ہوئی تھین۔ یہان پر مین مولوی صاحب کے اُس شرعی انتظام کی تعریف کرتا ہون جو اخیر اخیر اُنھون نے اپنی جائداد کا کیا۔ مین انکے مال جمع کرنے یا دولت پیدا کرنے کی تعریف نہین کرتا۔ اتنی سب دولت جمع کر کے دوسرون کے واسطے چھوڑ جانا اور اپنی گردن پر خواہ مخواہ بھی روز قیامت مین حساب دینے کا بار لیجانا عاقبت اندیش کا کام نہین ہی۔ حساب کتنا ہی آسان ہو پھر بھی ایک زحمت ہی۔ لیکن مین اس امر کی ضرور تعریف کرونگا کہ جائداد پیدا کرنے مین اُس شخص نے کمال کیا۔ نہ تو کبھی اپنے روپیہ کا سود لیا۔ حتی کہ معاملہ رہن کو بھی ناجائز سمجھا۔ فریب دہی یا نشام پرئی وغیرہ قسمت آزمائیون پر تو کبھی عمل نہین کیا اور نہ

ناجائز طریقہ سے کہین روپیہ پایا - اس زمانہ مین جائداد بڑھانے کے یہی معمولی ذریعے
ہین - ان سب باتون سے مولوی صاحب کو نفرت تھی اور پھر اتنی بڑی ریاست
انھون نے پیدا کرلی کہ باید و شاید - اگر جائداد پیدا کرنے کے حالات لکھے جائین تو
اُسکے لیے ایک دفتر چاہیے - مختصر یہ کہ جائداد نہایت جائز طریقے سے حاصل کی اور
جائداد کا جو انتظام مرتے وقت کیا وہ بھی نہایت ہی قابل قدر کیا - سب سے بڑی
بات یہ تھی کہ ایسا منتظم اور حُر رس شخص مظفرپور مین اعلیٰ درجہ کا تھی اور سیر چشم سمجھا جاتا تھا - سخاوت
اور سیر چشمی کے ساتھ سرمایہ کا جمع ہو جانا کہنے کو تو بہت آسان ہے - لیکن سوچیے تو حاصل
مولوی صاحب ہی کا حصہ تھا - انھون نے اپنے وصیت نامہ مین تمام پرانے ملازمون کی
پنشن مقرر کی - متوسلین ریاست کے وظیفے مقرر کیے - جن غربا کی پرورش وہ جیتے
جی کرتے تھے مرنے کے بعد بھی اُنکے نام وصیت نامہ مین درج کر دیے - ورثا جو شرعی طور
پر محجوب ہو گئے تھے اور اُنسے مولوی صاحب کو اُنس تھا یا خاندان کی بیوائین جو وارث
نہ تھین اور اطاعت اور فرمانبرداری سے مولوی صاحب پر اپنے کو ذی حق ثابت
کر رکھا تھا اور دوسرے تمام اعزہ جنسے اُنکو محبت تھی اور مولوی صاحب اُنکی پرورش
کرتے تھے سب کے حصے اُنھون نے اپنی جائداد مین قایم کیے - غرض کہ جس
مصلحت سے ایک ثلث جائداد کی بابت غیر ورثا مین وصیت کرنے کی اجازت
شرع نے دی ہے اُس غرض اور مصلحت کو مولوی صاحب مرحوم نہایت ہی
اچھی طرح سمجھے اور اس خوبصورتی سے یہ انتظام کیا کہ شاید اُنکا نظیر اس حصۂ ملک
مین کوئی دوسرا نکلے - باقی دو ثلث جائداد کا رجسٹری وقف کر کے اپنے پوتے کو نسلاً
بعد نسل متولی مقرر کیا - اس وقف کی نسبت میرے نزدیک مولوی صاحب چندان ممدوح
نہیں ہو سکتے لیکن پھر بھی معتنم ہو کر محض اپنے پوتے کے اختیارات محدود کرنے کے
لیے اُنھون نے ایسا کیا تاکہ جائداد تلف نہ ہو - پوتے کی اولاد اناث کو محروم نہین کیا
اور نہ خلاف قرآن مجید اپنے خاندان مین وراثت جاری کرنا چاہا - مولوی صاحب نے
وقف نامے مین ایک مدرسہ بنانے کی بھی ہدایت کی تھی جسکی تعمیل مولوی صاحب کے

نوا سے قاضی عظیم الحق ایسے ملک منیت متولی کے ذریعہ سے اس خولصورتی سے
ہوئی کہ کیا کہنا ۔ چھوٹے سے عرصے مین آج اُس مدرسے سے وہ نیض عام جاری ہی
کہ بڑی بڑی جائداد ہو قوفہ کے متولیون کو اُس سے سبق حاصل کرنا چاہیے ۔ مولوی
صاحب کے وقف نامے سے کہیں بھی بقاے نام کی خواہش پیدا نہیں ہی ۔ لیکن
نیک نیت کے لیے غیبی تائید ہوتی ہی ۔ آج وہان مدرسہ سیف الاسلام کی وہ شہرت ہی
کہ مولوی سیف اللہ کا نام معلوم نہیں کب تک دنیامین قایم رہیگا ۔ اور اس فیض عام
سے اُنکی روح کو اگر خدانے چاہا تواب عظیم پہنچتا رہیگا ۔

اب میری تقریر ختم ہوا چاہتی ہی ۔ اخیر اخیر مین آپکو یہ سُناتا ہون کہ عورتون کو معزز اور
موقر سمجھنا قومی ترقی کا زینہ ہی اور خدا کے حکم کی تعمیل ہی ۔ تمھارے اسلاف اسوقت موجود
نہین ہین کہ تم آنکھون سے دیکھو کہ تمھاری ماؤن اور دادیون کے ساتھ کیا سلوک
ہوتا تھا ۔ ہان یورپین حکام تمھارے سامنے ہین تم دیکھتے ہو کہ وہ اپنی ماؤن بہنون
بیبیون اور بیٹیون کے ساتھ کیسا برتاو کرتے ہین ۔ تم اِن سے سبق حاصل کرو
اور جہان تک شرع اجازت دے انکا تتبع کرو ۔ تم انگریزون کو عیسائی سمجھکر اتنا بُرا نہ سمجھو
کہ انکی اچھی باتون کی تقلید کو بھی پسند نہ کرو ۔ " ان الارض یرثہا عبادی الصالحون " خدا
قرآن مین کہتا ہی کہ " میرے صالح بندے وارث زمین کے ہوتے ہین " اسلام عیسائیت
سے ضرور اچھا ۔ لیکن بھائیو بُرا مانو یا بھلا مین تو صاف کہونگا کہ ہم سب نام کے مسلمان
بحیثیت مجموعی کسی طرح انگریزون سے صالح تر نہین ہین ۔ اگر ایسا ہوتا تو وارث ارض ہم
ہوتے نہ کہ انگریز ۔ وہ نفوس پاک جنمین جابجا اسلام کی جھلک باقی ہی اتنے کم ہین کہ
محض تبرک ہی تبرک ہین قومی حالت کا اندازہ کرنے مین بسبب قلت کے انکا کچھ شمار
نہین ۔ غرض انگریزون کی عمدہ باتین جو قرآن اور حدیث کے موافق ہون انکا اختیار
کرنا کچھ بھی معیوب نہین ہی بلکہ بعض بعض صورتون مین واجبات سے ہی ۔ ہم اچھی باتین
جو بھول گئے ہین اُنکو دوسری قومون مین دیکھ کر یاد کرلین تو کیا بُرا

مرد باید کہ گیرد اندر گوش   ور نوشت است پند بر دیوار

بھائیو! تم یہ نہ سمجھنا کہ میں تمھارے اخلاق بالکل ناپسند کرتا ہوں۔ تم سب میں برکت اسلام کی وجہ سے گئی گزری حالت میں بھی وہ وہ خوبیاں باقی ہیں کہ دوسری قوموں نے انکو خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ لیکن افسوس تو اسپر آتا ہے کہ خوبیوں کے ساتھ بعض بعض امور میں جہالتیں ایسی پیدا ہوگئی ہیں کہ سخت حیرت پیدا ہوتی ہے۔ غضب خدا کا کہ ہم قرآن کے حرفوں کو دین ایمان سمجھتے ہیں اور اُسکے مفہوم کو پسند نہیں کرتے۔ ایسی حالت میں آپ لوگوں کو مذہبی امور پر مستعد کرنے کو میں جو کچھ کہوں مجھے امید ہے کہ وہ میری ہر ایک نیتی پر محمول ہوگا۔ اور آپ سب صاحب میری زبان کی لغزشوں کی گرفت نہ کریں گے۔

خدایا ہمکو توفیق عطا کر کہ ہم تجھ سے ڈریں۔ زبان ہی سے تیرا نام نہ لیں بلکہ دل میں بھی تیرے احکام کی وقعت رکھیں۔ تیرے کلام کو پُر از حکمت جان کر اُسپر عمل کریں اور اُس سے محبت رکھیں۔ خداوندا قیامت کے دن ہمکو سرخرو کیجیو اور اُن لوگوں کے زمرہ میں نہ اُٹھائیو جنکے نام مسلمانوں کے سے اور دل منافقوں اور مشرکوں سے بھی بدتر ہیں۔ آمین ثم آمین۔

محض کا رنگ بدلا

مولوی محمد ابراہیم نے ایک مہینے کے قیام میں تمام شہر کے مسلمانوں کی حالتیں بدل دیں۔ شرک و بدعت سیہ کا بیج مارا گیا۔ اسلام کی حقیقت سب پر روشن ہوئی۔ سبھوں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ مسلمان کے گھر میں جنم پانے سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا اسلام نام ہے اعتقاد درست رکھنے کا اور اعتقاد کے ساتھ اعمال کو مہذب بنانے کا۔ ایک شخص اگر کچھ قابلیت رکھتا ہو اور نیک نیتی سے کچھ کرنا چاہے تو بہت کچھ کرسکتا ہے۔ جو مسجدیں عالمگیر کے بعد سے ویران ہوگئی تھیں وہ سب مولوی صاحب کے سبب سے آباد ہوگئیں۔ پانچوں وقت جماعت سے نمازیں ہونے لگیں سیمیات

شرعیہ سے وہاں کے مسلمانوں کو قطعی اجتناب نہیں ہوا تو اچھے بُرے کی تمیز البتہ
ضرور ہو گئی۔ تمام شہر میں مذہبی رونق تھی۔ ہر جگہ دین کا چرچا تھا۔ دغابازوں اور حیلہ سازوں کا
استیصال نہیں ہوا تھا لیکن پھر بھی مولوی صاحب کی ہوا ایسی بندھی ہوئی تھی کہ اُنکی
جماعت سست اور کمزور ہو گئی تھی۔ سُنت موی کے اجراء میں کوئی دم نہ مارتا تھا۔ یہ
سب کچھ مجاہد کی فکر سے تھا اور اُسی دلدادہ قوم کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ اصلاح قوم
کی اُسے دل سے لاگ تھی۔ مولوی صاحب ایسے ماثر شخص کو وہ سمجھ کر لایا تھا کہ نصیر کی
اصلاح کے ساتھ تمام شہر کے مسلمانوں میں تازہ روح پھونکی جائے گی۔ مولوی صاحب
کے ساتھ مجاہد کا بھی وقار بڑھا۔ مولوی صاحب تو آئے تھے نصیر کے خیالات بدلنے کو
لیکن اُسکے ساتھ تمام شہر کی اصلاح ہو گئی۔ اسکو یوں سمجھ سکتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چراغ
لاکر کسی شئی کی تلاش میں خانہ تاریک میں داخل ہو تو وہ تمام روشن ہو جاتا ہے۔ مقصود تھا
نصیر کے خیالات کا بدلنا لیکن اُسکے ساتھ تمام شہر کے خیالات بدل گئے۔ کوئی شخص
ایماندار ہی سے مستفید ہو تو مستعدی اور ہمت میں بڑی برکت اور بڑا زور ہے۔ محمد نصیر کے خیالات
میں بے انتہا تبدیلی ہوئی۔ وہ دل کا بہت اچھا تھا۔ علم کی کمی اور صحبت کی بُرائی سے
اُسکے اخلاق ناپسندیدہ ہو رہے تھے۔ مولوی صاحب کی صحبت سے متاثر ہونے کی
قابلیت اُسمیں بہت اچھی تھی۔ مولوی صاحب پر وہ بالکل فریفتہ ہو گیا اور مولوی صاحب
جب چلنے لگے تو وہ اُن کو پہنچانے آرہ گیا۔ اور وہاں کچھ دنوں تک اور مولوی
صاحب کے ساتھ رہا۔

کلیم اپنے باپ کی یہ حالت دیکھ کر بہت ہی پریشان ہوا اور سمجھا کہ کامیابی کی راہوں
میں بہت سی زحمتیں پیدا ہو گئیں۔ نصیر دو چار ہفتہ تک آرہ میں رہکر واپس آگیا
اب کلیم سے اُسکی طبیعت پہلے سے زیادہ غیر مانوس ہو گئی۔ کلیم اس فکر میں ہوا کہ
باپ کو کسی طرح رام کرنا چاہیے۔

ایک روز کلیم ملول خاطر بیٹھا ہوا مال کار پر غور کر رہا تھا۔ اسکو یہ فکر تھی کہ میری بات
بالا نہ رہی تو مجھکو ہمچشموں میں بڑی سُبکی ہوگی۔ وہ بڑا ہی طماع اور حریص تھا۔ ورنہ دین کی

باتون مین ہٹ کیسی - اپنی غلطی اُسے ثابت ہوئی تھی توبہ کرنا - خدا اور خدا کے رسول کے راستے پر آجاتا - یہ تو کفار عرب کی شان تھی کہ اسلام کو اچھا جانتے تھے اور پھر کفر سے منحرف نہ ہوتے تھے - اور کہتے تھے کہ مجھے اپنی رائے سے پھرتے ہوئے شرم آتی ہے کلیم کو مومنون کی پیروی سے کیا غرض تھی - وہ اپنے دل اور اپنی رائے کا بادشاہ تھا لیکن بات دوسرے کے اختیار مین تھی - اُسکو فکر اور سوچ کے سوا چارہ ہی کیا تھا - صورت معاملہ پر غور کرنا ہی اُسکے لیے رات اور دن کا مشغلہ تھا -

گیانی مل جو اسکے تمام رازون سے واقف تھا اور کسی قدر اس سے مانوس بھی تھا ایک روز کہنے لگا "میان کلیم مین ایک ترکیب بتاؤن - تیر بہدف - ذرا فرق پڑے تو میری زبان کاٹ ڈالو"

کلیم - تم یونہین کہا کرتے ہو - کئی مرتبہ مین نے تمکو آزمایا - زبانی جمع خرچ کے سوا تمھارے پاس اور کچھ نہین ہے -

گیانی - اچھا ایک مرتبہ اور آزما دیکھو - مجھ سے کوئی کام نکلے تو رسم ملاقات قایم رکھنا نہیں تو دوستون کی فہرست سے میرا نام نکال دینا -

کلیم - اچھا تم میرے معاملہ مین کیا کر سکتے ہو -

گیانی - مین کچھ سنون بھی تم پر کیا مصیبت ہے؟ مرض معلوم ہولے تو دوا دیجائے -

کلیم - بھئی رہنے بھی دو - تمھاری رائے کی ضرورت نہین ہے - تمھاری مدد سے میرا کام نہ نکلے گا -

گیانی - کہو تو سہی - مین سن لونگا تو تمھارا کیا ہرج ہوگا؟ -

کلیم - گویا تم جانتے ہی نہیں - وہی ابا جان کا معاملہ مومنون سے جسکا جھگڑا پڑا ہوا ہے - بارہا مین نے تم سے ذکر کیا - آرہ کے ایک مُلا نے بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا - اس قل اعوذیے نے ابا جان کو ایسا بہکایا کہ اب وہ دوسرے کی سُنتے ہی نہین اور نہ عمر بھر سُنین گے -

گیانی - لاحول ولا قوۃ - بس اتنی ہی بات کے لیے اسدرجہ ملول خاطر ہو - تمھارے

باپ ایسے سیدھے نہیں ہیں کہ دوسروں کا داؤن اُن پر چل جائے۔ تم خاطر جمع رکھو وہ پھر تمھاری طرف رجوع ہو نگے۔

کلیم۔ بھئی اس ملانٹے کا افسون الیسا زبردست ہی کہ میری عقل کچھ کام نہیں کرتی اَبّا جان اسکی صحبت مین مسخ ہو گئے ہیں۔

گیانی۔ سُننے سُنانے سے کہین آدمی ایمان دار یا بے ایمان ہوتا ہی۔ ہر شخص کی سرشت جُدا ہوتی ہی۔ تمھارے اَبّا کی سرشت ایسی نہین ہی کہ ایک ہیسنے مین کوئی اُنکا ایمان درست کر دے۔ وہ ایسے زدے نہین ہین کہ آرے کے مولوی صاحب سے درست ہو سکین۔

کلیم۔ کیا اَبّا جان کو تم بے ایمان سمجھتے ہو۔؟۔

گیانی۔ بے ایمان کے کیا سینگ ہوتے ہین۔ وہ بے ایمان نہین تو اور کیا ہین۔ نہ تمھارے ایمان کا ٹھکانا ہی نہ تمھارے باپ کے دھرم کا۔ تم بیچاری میمہ کی گردن کاٹنے کی فکر مین ہو اور وہ پیر فرتوت بھی تمھارے شریک ہو رہے ہین اب اُنکی بے ایمانی مین کیا شک ہو سکتا ہی۔ لیکن مجھے کسی کی ایمانداری اور بے ایمانی سے کیا مطلب ہی۔ مین تمھارا دوست ہون اور تمھاری دوستی سے سروکار ہی۔

کلیم۔ تو تم اَبّا جان کو گالیان کیون دیتے ہو۔

گیانی۔ مین نے گالی کب دی ؟۔

کلیم۔ صریح "بے ایمان" کہتے ہو اور پھر کہتے ہو" گالی کب دی"!

گیانی۔ بے ایمان کہنا گالی ہی ؟۔

کلیم۔ گالی نہین تو اور کیا ہی۔

گیانی۔ تمھارے اَبّا جان کے مُنھ پر چیچک کے داغ ہین۔ اگر مین کہون کہ شیخ جی کا چہرہ ناہموار ہی تو کیا یہ کہنا گالی دینے کے برابر سمجھا جائیگا ؟۔

کلیم۔ یہ تو ایک واقعہ کا بیان ہی۔ اُنکا چہرہ کھُرا ہی تو کیا تم خواہ مخواہ میری خاطر سے چکنا کہو گے ؟۔

گیانی - ہان بس اسی طرح سمجھو کہ جب انہین ایمان نہین تو انکو بے ایمان کہنا کیا بُرا ہی۔

کلیم - تم نے کیا بے ایمانی دیکھی۔

گیانی - اس سے بڑھکر اور کیا بے ایمانی ہوگی کہ اُنھون نے بیچاری فہیمہ کو اپنے ترکہ سے محروم کرنا چاہا - اور تم ایسے ناخلف بیٹے کو سب کا سب دینا چاہا۔

کلیم - مین ناخلف نہ ہوتا تو سب کا سب مجھے دینا درست ہوتا ہے۔

گیانی - جب بھی درست نہ ہوتا۔ جب تمھارے مذہب مین لڑکیون کا حق مقرر ہو تو اسکو تلف کرنا کیسا - اور اگر یہ خلاف مزاج ہی تو دعوی اسلام سے باز آئے۔

کلیم - بچہ ا - تم بھی تو دو بہنین رکھتے ہو۔ کچھ انکو کیون نہ دیدیا۔

گیانی - مجھے بہنون کا کیا ذکر ہی - اور پھر ہمارے شاستر مین بہنون کا حق نہین ہی اور ہوتا تو مین خوشی سے دیتا۔ وہ دونون اپنے گھر بہت خوش اور خرم بسر کرتی ہین - پھر بھی مین اُنکو اتنا دیتا ہون کہ کسی مسلمان کے گھر لڑکیون اور بہنون کو اتنا کم دیا جاتا ہوگا

کلیم - لین خوشی کا دینا اور ہی اور حصہ دینا اور شئی ہی۔

گیانی - اجی مجھے کسی کو ایماندار یا بے ایمان کہنے سے کیا مطلب ہی۔ مجھکو اسوقت پار سال کا واقعہ یاد آیا جب یہان کے ہندؤن نے ایک جولاہے کو دو چند قیمت دیکر قربانی کی ایک گائے لے لی تھی - اور تمھارے باپ دین دین کہکر ڈاڑھی پھٹکارتے ہوئے صاحب مجسٹریٹ کے پاس کہنے جاتے تھے کہ ہمارے مذہب کی توہین ہوتی ہی" جولاہا تو دو چند قیمت پاکر باغ باغ تھا - اور یہ ڈاڑھی ہلاتے ہوئے ادھر سے اُدھر بیتاب پھر رہے تھے۔ تو معلوم ہوتا تھا کہ اِن سے بڑھکر مومن کوئی دوسرا نہین ہی۔ اور آج لڑکی کا حصہ دینے کا وقت آیا تو دین اور ایمان سب بھول گئے۔ مین اِن باتون کو کیا جانتا - وہ تو آرہ کے مولوی صاحب آئے تو مین قصداً اُنکے وعظون مین شریک ہوتا تھا اور اُسوقت آپ صاحبون کی قلعی کھلی کہ کہان تک آپ صاحبون مین دین اور ایمان ہی - اور یہ معلوم ہوا کہ اسلام کوئی اور ہی شئی ہی جو آپ کے خواب خیال مین بھی نہین ہی

اسلام کی نظروں میں ہم اور آپ دونوں برابر ہیں۔ صرف تھوڑا سا فرق ہوگا
کلیم - تو کیا تمھارے نزدیک لڑکیوں کو حق دینا مناسب ہے۔
گیانی - مناسب ہی نہیں ہے واجب ہے۔ کیوں نہ دینا چاہیے۔ بیٹوں اور بیٹیوں دونوں کے پیدا کرنے میں ماں باپ کا قصور برابر ہے۔ کیوں بیٹوں کو سب کچھ دیا جائے اور بیٹیوں کو کچھ نہ دیا جائے۔
کلیم - یہ تو نرالی منطق تم نے شروع کی۔ ماں باپ پیدا کرنے میں قصور وار ہوتا ہے اسکا کیا مطلب ہے۔
گیانی - یہ تمھاری سمجھ سے باہر ہے۔
کلیم - کہو تو سہی میں سمجھوں تمھاری بلا سے۔ تم تو اپنا مدعا ظاہر کر جاؤ کہ کیا کہتے ہو
گیانی - اصل یہ گیان کی باتیں تم گوشت اور مچھلی کھانے والے کیا سمجھوگے
کلیم - بہت بڑھ کر کہو۔ سیدھی طرح کہنا ہو تو کہو۔
گیانی - دنیا جنجال ہے؟ کہو کہ ہاں ہے۔ اس جنجال میں کوئی فکر وتردد سے خالی ہے؟ - کہو کہ کوئی نہیں۔ ماں باپ لڑکوں کو پیدا کرنے کا سبب ہوتا ہے؟ - کہو کہ ہاں۔ اولاد پیدا نہ ہوتی تو وہ جنجال میں نہ پھنستی؟ کہو ہرگز نہیں۔ باپ نے اپنے تھوڑے سے شہوت کے لیے اولاد کو پیدا کرکے وبال میں پھنسایا کہ نہیں؟ بولو۔ تم کیا ہو باپ کی شہوت حیوانی ہی کا تو نتیجہ ہو۔ اگر تمھاری تکلیف کا خیال کرکے سچ نفیر اپنی خواہش سے باز رکھتے تو تم کو آج یہ زحمت کیوں ہوتی۔ کہ ادنی جائداد کے لیے بےچین ہو رہے ہو۔ میں بار بار سوچتا ہوں کہ تمھاری بہن کے وجود کے سبب ہونے میں تو تمھارے باپ بڑے مرد تھے اب اُس بیچاری کو حصہ دینے میں کیوں تامل کرتے ہیں؟ جب صبر کا وقت تھا تو صبر نہیں ہوا۔ اور اب اُس بیچاری کو وبال دنیا میں پھنسا کے الگ ہو کر جاتے ہیں۔ یہ کیا انسانیت ہے۔
کلیم - تمھاری تقریر کا پچھلا حصہ تو لائق التفات نہیں ہے۔ لیکن پہلی تقریر کی نسبت میں کہتا ہوں کہ آخر خدا ابھی تو ہندوں کے پیدا کرنے میں خطا کار ہے۔ کیونکہ وہی اصلی

باعث ہے تمام موجودات کا۔

گیانی۔ میں نے پہلے ہی کہدیا تھا کہ گیان کی باتین تمھاری سمجھ مین نہ آئینگی۔

کلیم۔ لالہ جی تم اس قابل ہوگئے کہ ہم سب پر ہنسو۔

گیانی۔ تمھارے چلن ہی ایسے ہین تو مین کیا کرون۔

کلیم۔ کیا مسلمان تم سے بھی گئے گزرے ہوئے۔

گیانی۔ بھئی بات بڑھتی جاتی ہے۔ اور مین ڈرتا ہون کہ تم ناخوش نہ ہوجاؤ۔ مسلمان مجھ سے ضرور بڑھکر ہین۔ لیکن تم نہین۔ تم تو نہ ہندو ہو اور نہ مسلمان ہو۔

کلیم۔ تم مسلمانون کی برابری کرسکتے ہو۔

گیانی۔ تم بھی عجب بے عقل ہو۔ مین بار بار کہتا ہون کہ مین اسلام کو اچھا سمجھتا ہون۔ لیکن کونسا اسلام ہے وہ نہین جو تمھارے دماغ مین ہے۔ اسلام وہ جو مولوی محمد ابراہیم کی زبان پر تھا۔ اور خدا کو علم ہے کہ اُنکے دل مین بھی ہے یا نہین۔ قیاس تو چاہتا ہے کہ اُنکے دل مین بھی ہے ورنہ تقریر پر اُنکی تقریر کا اثر نہ ہوتا۔ مولوی صاحب کی وعظ سنکر میرا دل بھی بے اختیار ہو گیا تھا۔

کلیم۔ تم نے ہندوؤن مین کیا بُرائی پائی۔

گیانی۔ تمام باتین خیالی ہین۔ ہندوؤن کی چند باتین مجھے پسند نہ آئین مسلمانون کے مذہبی احکام پسند آئے میری طبیعت پھر گئی۔ اب مین تم کو کن کن احکام کا نشان دون۔

کلیم۔ اچھا ایک تو سناؤ۔

گیانی۔ بھئی دیر ہوتی ہے۔ اب مین جاؤن گا۔ تمھاری دوستی سے درگزرا۔ مجھے برادری سے بھی تم خارج کرانے کی فکر مین ہوئے۔ تو ایک بات مین کہے دیتا ہون اور کرکے بھی دکھا دونگا۔ مین لاولد ہون اور راسید ہے کہ اولاد نہ ہو۔ بی بی کو دق کا عارضہ ہے۔ وہ بچنے کی نہین۔ اور اسکے بعد مین دوسرا بیاہ نہ کرونگا۔ مین پنجابی کھتری ہون یہان کوئی میرا بھائی بند نہین ہے۔ صرف دو تو بڑی بہنین تھین جو دانا پور مین

بیاہی گئیں اُن بہنون سے مجھے اتنی الفت ہی کہ شاید تمکو اپنی مان سے بھی اتنی محبت نہ ہوگی۔ اُنکو بھی میرے بغیر چین نہین پڑتا۔ ایک جاتی ہی تو دوسری آتی ہی ایک بہن مین ہمیشہ ساتھ رکھتا ہون۔ میری بی بی کو بھی وہ سب حقیقی بہن کی طرح چاہتی ہین۔ مجکو بھی چند عوارض مضمن ایسے ہین کہ شاید عرصہ تک زندہ نہ رہون۔ اس محلہ مین ایک گر بھائی میرا رہتا ہی جو نہایت ہی بد وضع اور بد چلن ہی۔ مجکو اس سے نفرت ہی اُسکی کوئی وجہ بھی نہین ہی۔ ہم دونون نے ایک ہی شخص سے کان مجکو ایسے تھے اس باہمی اُنس کو کیا ترقی ہوسکتی ہی۔ سو وہ شاستر کہتا ہی کہ میرے مرنے کے بعد میری تمام جائداد جو لاکھون روپیہ کی ہی گوُر بھائی کو جو میری قوم کا بھی نہیں ہی ملجائے اور میری حقیقی بہنین کچھ بھی نہ پائین۔ ہندوؤن مین بہنین وارث نہین سمجھی جاتین۔ مجکو اس سے بحث نہین ہی کہ شاستر کا یہ مسئلہ کیسا ہی۔ مین اپنے دل کی بات جانتا ہون کہ اگر مجھ مین ذرا بھی سمجھ ہوگی تو بہنون کو محروم الارث نہ ہونے دونگا۔ مرتے وقت اپنا مذہب بدل کر وہ مذہب اختیار کرونگا جسمین میری بہنین میرا کل ترکہ پاسکین اور وہ فقیر جو میرے مرنے کی ہر وقت دعا کیا کرتا ہی کچھ نہ پائے۔

کلیم۔ بھئی یہ مسئلہ تو ہندوؤن کا سخت بُرا ہی کہ بہنین زمرۂ ورثا میں نہین مین

گیانی۔ تم تو ہندوؤن سے بھی بدتر ہو کہ قرآن مین لڑکیون کا حصہ موجود ہی اور باپ کو ترغیب دیتے ہو کہ وہ لڑکیون کو محروم کردے۔ اب مین تم سے کھُل کر کہتا ہون کہ مین نے مسلمانون کے قانون کو خوب دیکھا ہی کھین سے اُسمین خامی نہین ہی۔ وراثت۔ نکاح۔ طلاق۔ مہر۔ کس کس باتون کا مین تذکرہ کرون۔ تم تو خیال نہ کرتے ہوگے۔ مین نے بہ نظر خریداری اِن تمام مسئلون کو جانچا اور مین سمجھا کہ کھین سے بھی یہ ادھورا نہین ہی اور ضرور الہام ربانی کے ذریعہ سے یہ قانون بندون تک پہنچا ہی۔ بندون کا بنایا ہوا ہوتا تو ضرور ناتمام اور ناقص ہوتا۔

کلیم۔ لیکن یہ عام طور پر مشہور ہی کہ مسلمانون کا قانون جہان تک جائداد منقولہ سے متعلق ہی ٹھیک ہی۔ اور غیر منقولہ جائداد کے لیے وہ مناسب وقت نہین ہی اور اُسکی

وجہ یہ ہو کہ عربون کے قبضہ مین غیر منقولہ جائدادین نہ تھیں۔

گیانی - ایک مسلمان کے منہ سے یہ باتیں مجھے سخت حیرت مین ڈالتی ہیں لیکن آپ کے اعتراض کا جواب دینا چاہیے۔ میں تو اس قابل نہیں ہون کہ آپ کی تشفی کرسکون - ہان مولوی مجاہد کے پاس چلیے۔ شاید آپ کا اطمینان ہو جائے۔

کلیم - یہ کہیے آپ مجاہد کے فرستادہ تھے۔ مجکو بھی تعجب تھا کہ آج آپ کو کیا ہو گیا ہے۔

گیانی - کیا حرج اب آپ نے دوسرا طرز اختیار کیا۔ نہ چلیے۔ مجھے کوئی ضرورت نہین ہے۔

کلیم - چلیے میرا حرج ہی کیا ہے۔ گو وہ خدا واسطے میرا دشمن ہو رہا ہے۔ مگر مجکو چلنے مین کوئی عذر نہین - وہ کمبخت میری عداوت سے باز آئے تو میرا کام ہی کیون بگڑے۔

یہ باتین ہو رہی تھیں کہ سامنے مجاہد نظر آیا۔ نصیر سے مل کر یہ گھر جا رہا تھا۔ گیانی نے دیکھا اور پکارا - مولوی صاحب! مولوی صاحب!! مولوی مجاہد آواز سنکر ٹھٹک گئے اور کلیم کے بلانے پر وہ بھی کمرے مین داخل ہو گئے - مولوی مجاہد کے سامنے بحث پیش کیگئی - مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم لوگون کے معلومات اس بارے مین بہت کم ہیں - بلیا کے ایک گریجوئیٹ مشی پرسنگ سہائے نام یہان رہتے ہیں - بی - اے ایل ایل بی ہین اس زمانہ مین جو لیاقت چاہیے وہ سب انمین موجود ہے - مین نے سنا ہے کہ وہ مسلمانون کے قانون وراثت پر بہت کچھ اعتراض رکھتے ہین - اگر مجھ سے اُنسے کہین مباحثہ ہو جائے پھر تمکو معلوم ہو کہ شرع محمدی کیا شی ہے -

کلیم - یہ کیا بڑی بات ہے - آپ بتا دیجئے مین ابھی بلائے لیتا ہون -

مجاہد - انکا بلانا مناسب نہین - وہ انگریزی خیال کے آدمی ہیں - آپکی امارت پر خفا ہونگے اور اپنی توہین سمجھین گے -

گیانی - مانا ہو تو ہمین سب نہ چلے چلیں ؟

کلیم - (کسی قدر تامل سے) اچھا کیا حرج ہے - ہمین سب چلے چلین -

پندرہ منٹ کے بعد سب کے سب دریا کنارے ایک بنگلہ مین جمع ہو گئے ہین

وہیں باغ میں ایک سادھو کی کوٹی تھی۔ سادھو جی بھی نوواردون کا تماشہ دیکھنے نرسنگھ سہائے کے پیچھے آکھڑے ہوئے اور گفتگو یون شروع ہوئی۔

نرسنگھ۔ آپ سب صاحبون نے کہان تکلیف کی۔ مین یہان اسکول مین عرصہ تک پڑھتا تھا۔ اور آپ سب سے مین واقف بھی ہون۔ مجھے تعجب ہے کہ مجھ ایک گمنام شخص کے ملنے کو آپ نے کیون تکلیف گوارا کی۔

مجاہد۔ آپ ذی علم نہین ہین ہے ذیعلمون کے پاس مالدارون کا آنا کوئی حیرت نہین ہے۔ کلیم آپ سے ملنے آئے تو کیا استعجاب ہے۔

نرسنگھ۔ مین شیخ کلیم ہی کی تخصیص نہین کرتا آپ تینون صاحبون کا آنا میرے فخر اور عزت کا باعث ہے۔

گیانی۔ بھائی میرا کیا ذکر ہے۔ میں کس شمار مین ہون۔ شیخ کلیم البتہ گھر سے بہت کم نکلتے ہیں۔

مجاہد۔ ہم دیوانون کے ساتھ شیخ جی بھی آج شریک ہوگئے۔ یہ رسم ظاہری کی باتین دور کیجیے اور پوچھیے کہ یہان کیون آئے۔

نرسنگھ۔ ہان۔ ہان فرمائیے آپ کہان تشریف لائے۔

کلیم۔ کچھ پوچھنا ہے۔

نرسنگھ۔ شوق سے پوچھیے۔

مجاہد۔ ہندوؤن کی وراثت کے متعلق ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ فرض کیجیے کہ خدانخواستہ آپ نادلد فوت کرین اور سوائے بہن کے اور کوئی رشتہ دار نہ چھوڑین تو آپ کا ترکہ بہن کو پہنچیگا یا یہ سنیاسی جو پیچھے کھڑے ہین انکو ملے گا۔

نرسنگھ۔ (باباجی کی طرف اشارہ کرکے) آئیے بیٹھیے آپ کھڑے کیون ہین۔

گیانی۔ حضرت انکے سوال کا جواب دیجیے۔ اور طرف مخاطب نہ ہوجیے۔

نرسنگھ۔ بہن کو تو ہرگز ترکہ نہ ملیگا کیونکہ بہین ورثائے شاستری میں داخل نہین ہین لیکن باباجی کیون پانے لگے۔ کوئی وارث نہ ہوگا تو گورمنٹ قابض ہوگی۔

مجاہد - باباجی اگر جھوٹ بولنا چاہین تب تو پا سکتے ہین ؟

نرسنگھ - یہ کیونکر ؟

مجاہد - دو جھوٹے گواہ پیش کردین اور اُنسے خود کو متوفی کا گوربھائی - چیلہ - یا گورو کہلادین اور عدالت گواہون کو سچّا مان لے -

نرسنگھ - ہان جھوٹ بولنا چاہین تو بات ہی دوسری ہے -

مجاہد - لیکن بہن تو جھوٹ بول کر بھی وارث نہین ہوگی -

کلیم - کیون ؟

گیانی - وہ عورت سے مرد ہو نہین سکتی - اور عورت ہونا جرم ہے -

نرسنگھ - ہمارے یہان اصول وراثت کا پنڈا دینے پر مبنی ہے -

مجاہد - اصول سے بحث نہین ہے - نتیجہ سے بحث ہے - عورتون کی قدر کم تھی اسی اصول سے تمام قاعدے بنے - ورنہ عورتین پنڈا دین تو کیا ہرج ہے - وہ کون کام ہے جو عورتین نہین کرسکتین -

نرسنگھ - خیر یہ باتین کچھ نہین - مین نے بھی بارہا سوچا ہے - ہندون نے عورتون کے حقوق کم رکھے ہین اور اسیلیے چند سقم اُنکے قواعد مین موجود ہین - لیکن سقم سے کوئی قانون خالی بھی ہے ؟ سیکڑون علما کی راے سے انگریزی قانون بنتا ہے - لیکن قانون چھپا نہین کہ ترمیم کا سلسلہ شروع ہوگیا -

مجاہد - جب انسان کوئی کام کرے گا تو وہ سقم سے خالی نہ ہوگا یہی تو نیری حجت ہے شرع محمدی قانون ربانی ہے - بھلا اسمین تو کوئی نقص دکھا دیجیے -

نرسنگھ - قانون ربّانی ہونے کا کیا ثبوت ہے -

مجاہد - یہی ثبوت ہے کہ اسمین کوئی نقص نہین ہے -

نرسنگھ - آپ کے نزدیک کوئی نقص نہوگا لیکن ذی عقل ہمیون سیکڑون نقص پاتے ہین -

مجاہد - آپ سے بڑھکر ذی عقل ہین کہان سے لاؤن کا کچھ آپ ہی فرمایئے -

نرسنگھ - بیریون کے پاس غیر منقولہ جائداد نہ تھی -

مجاہد - کیون نہ تھی؟ گھر تھے - باغ تھے - درخت تھے - جا بجا کھیت بھی تھے - مکہ کے قریب طائف ترکاریون کے لیے مشہور ہی - یمن مین ہر قسم کا غلہ ہوتا ہی - یہ حصہ ایسا زرخیز ہی کہ سکندر اعظم یونانی اس مقام کو دار السلطنت قرار دینے کی حسرت اپنے ساتھ قبر مین لے گیا - مدینہ سے کچھ آگے بڑھکر کشت زار شروع ہوتا ہی - عراق عرب مین خاصی طرح غلہ ہوتا ہی -

نرسنگھ - وہان یہ زمینداریان اور علاقہ داریان نہین ہین جو ہندوستان مین ہین -

مجاہد - ہان رعایا کو غلام سمجھنا - ہزار دو ہزار غلام مین ایک آقا زمیندار ہوکر رہے یہ طریقہ عرب مین نہ تھا - اور اسی لیے وہ کبھی دوسری قوم کے غلام بھی نہین ہوئے -

نرسنگھ - آپ ایک ایک مقدمات کو قطع کرتے جائینگے تو مین کیا مباحثہ کرون گا مین اپنی تقریر ختم کرلون تو آپ جواب دیجیے -

مجاہد - اچھا یون سہی آپ پہلے کہہ لیجیے - آپ غلط مقدمات سے نتیجہ نکالنا چاہتے تھے مین نے متنبہ کرنا مناسب سمجھا تاکہ تقریر مین بے وجہ طوالت نہ ہو -

نرسنگھ - آپ پہلے مجھے کہہ لینے دیجیے -

مجاہد - بہتر فرمائیے -

نرسنگھ - عربون مین زمینداریون کا دستور نہ تھا - اسلیے جہان تک جائداد منقولہ سے اُنکا قانون متعلق ہی درست ہی - اور غیر منقولہ جائداد کی نسبت بالکل ناقص ہی -

مجاہد - آپ نے انگلش پروفیسر سے یہ سُنا لیکن اسکا مطلب آپ کی سمجھ مین نہ آیا مجھ سے سمجھ لیجیے - انگریزون مین عورتون کے حقوق کی حفاظت بہت زیادہ ہی اور ہندؤن مین بالکل نہین ہی - انگریز مسلمانون کے قانون کو بمقابلہ ہندؤن کے بہت زیادہ پسند کرتے ہین مثلاً اسلام عورت مرد مین فرق نہین کرتا یہ انکو پسند ہی - لیکن اپنے قانون سے وہ مسلمانون کے قانون کو ضرور بُرا کہتے ہین وہ بھی سب نہین بعض بعض حق پسند اور حق گو ہین اور بعض اس اصول پر عمل کرتے ہین کہ اپنی چیز کو کبھی بُرا نہ کہو جائداد کیسی ہی ہو اسلام متعدد ورثا پر تقسیم کردیتا ہی - انگریزی مقنن ہندوستانی راج کی طرح

اپنے ملک کی علاقہ داریاں صرف بڑے لڑکے کو دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اسطرح ملک کی طاقت قایم رہتی ہے۔ اور انھیں خیالات سے وہ کہتے ہیں کہ شرع محمدی جائداد منقولہ کی بابت درست ہے اور غیر منقولہ کی بابت نادرست ہے۔

نرسنگھ۔ تو پھر بُرا کیا کہتے ہیں۔ حصہ داریوں سے ضرور خاندان بگڑجاتا ہے اور زور جاتا رہتا ہے۔

مجاہد۔ زور جاتے رہنے کی ایک ہی کہی۔ کیا زور اس طرح قایم رہتا ہے کہ دس لڑکوں میں نو بھیک مانگیں اور ایک گدی نشین ہو؟ اس طرح تو اور کمزوری آئے گی۔ خیالات میں پستی ہوگی۔ ہمت گھٹے گی۔ انگریزوں کا عروج ہے تو انکی بُری باتیں بھی اچھی ہوجائینگی۔ مسلمانوں کا قانون شرع سے یکسان ہے عبدالملک بن مروان کی حکومت نصف فرانس سے نصف پنجاب تک اور بحر سودسے سین تک پھیلی ہوئی تھی اُسوقت کسی نے نہ کہدیا کہ مسلمان کمزور ہیں اور انکا قانون ناقص ہے۔ مسلمان اب دو تین صدی سے گرگئے ہیں اور وہ بھی اسلیے کہ شرع پر انکا عملدرآمد نہیں ہے تو آپ کہتے ہیں کہ انکے قانون سے ملک میں کمزوری پھیلتی ہے۔ آج مسلمان اپنی شرع پر پورا پورا عمل کریں تو کوئی انکی ٹکر کا نہ نکلے یہ جو یورپین قوم کو آپ سرافراز دیکھتے ہیں اسکا باعث صرف یہ ہے کہ اسلام کے اکثر اصول پر انکا عمل ہے۔ یہ قرآن کو نہیں مانتے لیکن انکا عمل زیادہ تر قرآن کے موافق ہے۔ آپ سمجھیں یا نہ سمجھیں لیکن اتنا سُن لیجیے کہ خدا کہتا ہے "ان الارض یرثہا عبادی الصالحون" ہمارے صالح بندے دُنیا کے وارث ہوتے ہیں۔ انگریز اگر موجودہ قوموں میں صالح نہ ہوتے تو ہرگز ہم پر حکمران نہ ہوتے۔ اسلامی قاعدہ وراثت پر ہندوؤں کا عمل تو کیا ہوگا خود مسلمان اسپر کاربند نہیں ہیں۔ انگریز اکثر جائداد میں اصول اسلام کے پابند ہیں اور سختی کے ساتھ پابندی کرتے ہیں متوفی کے بعد کبھی انکو خیال بھی نہیں گزرتا کہ بعض اولاد پائے اور بعض اولاد نہ پائے۔ مسلمانوں کی کیفیت ہے کہ منقولہ جائداد میں تو کبھی لڑکیاں پاتی ہی نہیں۔ بھائی کو جھوٹ بولنے میں عار

نہیں اور منقولہ چیزون کے تصرف کا توت مشکل - رہی جایداد غیر منقولہ اُسکی نسبت ہندؤون کی طرح یہ عذر ہوتا ہی کہ جائداد غیر خاندان مین چلی جائیگی - بہرحال انگریز جب دیتے ہین تو اولاد ذکور اور اناث کو برابر دیتے ہین اور نہیں دیتے تو کسی کو نہیں دیتے صرف بڑا لڑکا گدی نشین ہوتا ہی - اسلام کی نظر مین یہ انگریزون کا طریقہ اچھا نہیں ہی لیکن یہان کے جاہل مسلمانون کے طرز عمل سے جو عورتون کو قطعاً محروم رکھنے مین کچھ بے حیائی نہین سمجھتے وہ کہین بہتر ہی - انگریزون کا طرز عمل جہانتک اسلام سے موافق ہی پسندیدہ ہی اور جہان سے اختلاف شروع ہوا ناپسندیدہ ہی - میرے نزدیک زمینداری نہیں زمینداری سے بھی کوئی زیادہ تر مستقل اور عزیز شی ہو اُسمین بھی متوفی کے تمام اعزہ قریب کو حصہ ملنا چاہیے بے محنت اور بے مشقت ملتا ہی اور اُسپر یہ حجت کہ مین لون اور وہ نہ لے - کیون تم لو اور وہ نہ لے یہ جائداد تقسیم سے خراب ہو جائیگی" جس کے دل مین یہ خیال گزرے وہی کیون نہ دست بردار ہو جائے - انسان کو اپنی محنت پر بھروسہ کرنا چاہیے متوفی کا مال جو اعزہ مین تقسیم ہوتا ہی یہ ایک انتظام عالم ہی - برابر کے دو عزیزون مین ایک پائے اور دوسرا نہ پائے یہ کیا؟ اگر کوئی کہے کہ بڑا بیٹا مستحق ہو چکا تو ہم کہین گے کہ خاندان کی عورتون کو پہلے ملنا چاہیے کیونکہ بہ نسبت مردون کے تحریر کم ہی اور اسلیے واجب الرعایت ہین اور واجب الرعایت کی اعانت پہلے ہونی چاہیے - لوکنت مفضلا لفضلت البنات -

نرسنگھ - مولویون سے گفتگو کرنے مین تو یہی خرابی ہی کہ اپنی کہتے ہین اور دوسرون کی نہین سُنتے - آپ نہ معلوم کیا کہہ گئے - گفتگو تو صرف یہ ہی کہ جب عورت دوسری جگہ بیاہ گئی تو جس خاندان مین گئی اُس سے واسطہ ہوا باپ کے خاندان سے کچھ تعلق باقی نہ رہا -

مجاہد - کیا جس نے پیدا کیا اُس سے تعلق نہین رہا؟ - کیا تعلق زناشوئی فطرتی تعلق سے بڑھکر ہی؟ بیاہ تو ایک نسبتی اور عارضی شی ہی - شوہر نے بی بی کو چھوڑ دیا پھر کچھ بھی نہین - مسلمانون کی سی آزادی دوسری قومون مین نہیں ہی لیکن ایسی صورتین ہر قوم مین پیدا ہو سکتی ہیں کہ زن و شو مین افتراق ہو جائے -

نرسنگھ۔ گو ہمارے یہاں طلاق نہیں ہے۔ لیکن میں مذہب اسلام کا مسئلہ طلاق ضرور پسند کرتا ہوں۔ جب ایک کو دوسرے سے نفرت ہو تو پھر افتراق نہ ہونا بڑا ہی اندھیر ہے

مجاہد۔ مسئلہ طلاق کو آپ مصلحت آمیز جانتے ہیں۔

نرسنگھ۔ مصلحت آمیز ہی نہیں بلکہ میں یہ جانتا ہوں کہ حسن معاشرت کے لیے جس طرح نکاح لازم ہے اسی طرح طلاق کی آزادی بھی ضروری ہے۔ طلاق کے متعلق شرع محمدی کے بعض احکام میرے نزدیک درست ہیں۔

مجاہد۔ ہاں۔ امتحان وکالت میں شرع محمدی داخل کورس ہے۔ آپ نے تو پڑھا ہی ہوگا۔

نرسنگھ۔ ہاں میں نے خوب پڑھا ہے۔ ہدایہ۔ سراجیہ۔ دُرِ مختار۔ ان سب کے ترجمے انگریزی میں موجود ہیں اور میں نے دیکھے ہیں۔ طلاق کے متعلق میری رائے کچھ کچھ مسلمانوں کے موافق ہے۔ اسکے متعلق عورتوں کی آزادی کچھ اور زیادہ ہوتی تو اچھا ہوتا۔

مجاہد۔ آپ ابھی راستے سے پھرین گے تو نہیں۔؟

نرسنگھ۔ ہرگز نہیں۔

مجاہد۔ خوب سمجھ کے کہیے۔

نرسنگھ۔ ہاں خوب سمجھ لیا۔

مجاہد۔ پھر اب کیا مشکل ہے۔ آپ نے تمام احکام شرع محمدی تسلیم کیے۔ ایک کو دوسرے سے تعلق ہی ایسا ہے کہ جہاں آپ نے ایک بات مانی پھر سب ماننا ہی پڑیگی۔

نرسنگھ۔ کیونکر؟

مجاہد۔ آپ کہتے ہیں کہ لڑکی کو حصہ نہ ملنا چاہیے اسلیے کہ وہ دوسرے خاندان میں چلی جاتی ہے۔ اگر قاعدہ طلاق روا رکھا جائیگا تو دوسرے خاندان سے لڑکیوں کا تعلق مستقل نہ ہوگا۔ فرض کیجیے کہ کسی عورت کو اُسکے شوہر نے طلاق دی اور پدری جائداد سے اُسکو قانون نے محروم رکھا تو بیچاری کہیں کی نہ رہی۔

نرسنگھ۔ جب طلاق روا ہوگی تو دوسرا بیاہ بھی جائز ہوگا۔ وہ دوسرا بیاہ کریگی۔

مجاہد۔ دوسرا بیاہ کرنا اسکے اختیار میں کب ہے؟ اور آپ کے موجودہ شاستر تو
دوسرے بیاہ کی اجازت ہی نہیں دیتے۔
نرسنگھ۔ ہمارے یہاں خاندان مشترکہ کی برکت بہت غنیمت سمجھی جاتی ہے۔
حالت اشتراک میں لڑکیاں وارث نہیں ہوتیں لیکن نان ونفقہ پا سکتی ہیں بہنیں
بھی نان ونفقہ پاسکتی ہیں۔
مجاہد۔ نان ونفقہ تو لونڈیاں بھی پاتی ہیں۔ اور پدری گھر کی کیا تخصیص ہے۔
عورتیں جہاں رہیں گی کام کریں گی اور کھانے کو پائیں گی۔ ایسے بگاڑے نان ونفقہ
دیتے ہیں اس سے کہیں زیادہ آرام لڑکیوں کو غیروں کے گھر ہے۔ میں کہتا ہوں
کہ عورتوں کو حصہ نہ دینا بڑا ظلم ہے اور آپ جواب میں کہتے ہیں کچھ ظلم نہیں۔ انکو صدقہ تو
مل سکتا ہے۔
نرسنگھ۔ خاندان مشترکہ کا اصول قایم رکھا جائے تو کسی طرح عورتیں ترکہ نہیں
پاسکتیں۔
مجاہد کیوں نہیں؟ کیا استحالہ ہے؟ مرد خاندان مشترکہ میں تقسیم کرا کے حصہ لے
سکتے ہیں اسی طرح عورتیں بھی لیا کریں تو کیا عیب ہے۔ لیکن میں تو خاندان مشترکہ
کی برکت جسے آپ بہت پسند کرتے ہیں سمجھتا ہی نہیں۔ ہندوؤں میں اور اُنکی
دیکھا دیکھی مسلمانوں میں جتنے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں انمیں سے نصف اشتراک
کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اتفاق رہا جب بھی ہر ایک کو تکلیف رہی کسی کو آزادی
نصیب نہ ہوئی۔ سچی خوشی قریب نہیں آئی۔ زبردست کو کمزور کے مقابلہ میں سیکڑوں
قسم کی دست درازیوں کا موقع رہا۔ اور جب بے لطفی حد سے بڑھ گئی تو مقدمہ بازیوں
کے لیے سیکڑوں دروازے کھل گئے۔ یہ سچ ہے کہ یکجائی میں کسی قدر فکر معاش کم ہوتی ہے
بار خانہ داری بٹ کر تقسیم ہو جاتا ہے لیکن اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خیالات پست ہو جاتے ہیں۔ ارادوں
میں ضعف آتا ہے ہمت اور مردانگی سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ ہندوستانیوں کی بداقبالی کے کلان
جہاں سب کچھ ہیں وہاں بود و باش کی شرکت بھی ایک چھوٹا یا بڑا سبب خیال کیا جا سکتا ہے؟

نرسنگھ۔ آپ کے نزدیک ہندو مذہب مین عیب ہی عیب ہے۔
مجاہد۔ ہرگز نہیں۔ مین اس خیال کا آدمی نہین ہون۔ مین تو یہ عقیدہ رکھتا ہون
کہ ہندوؤن کا مذہب بھی کتاب آسمانی سے شروع ہوا ہو۔ اسکے پیشوا بھی پیغمبر خدا ہون۔
آپکے بزرگان دین کی عظمت میرے دل مین بھی ہے اور سچی عظمت کا خیال کیجیے تو آپ
سے زیادہ ہی۔ مین یہ بھی مانتا ہون کہ زمانہ کے تصرفات نے جو انقلاب ہندوؤن مین پیدا کیے
پھر اُنکی اصلاح نہ ہو سکی۔ کہین دوچار ریفارمر ہوئے بھی تو چند مقلد پیدا ہو کر رہگئے اس طرح
فرقے اور مذہب بڑھتے گئے۔ لیکن خیالات کی پوری اصلاح ایسی نہیں ہوئی کہ تمام ہندوستان
کے ... سچے ریفارمر کے پیرو ہو جاتے۔ مین آپ کے مذہبکو برا نہیں سمجھتا
اور نہ سمجھ سکتا۔ صرف اتنا کہتا ہون کہ آپ لوگون مین رسوم کی پابندی بہت بڑھ گئی ہے
اور بعض اصول مین تصرفات بھی ہوئے ہین۔ آپ خود بعض بعض باتین ناپسند کرتے ہونگے۔
آپ کم اور مین زیادہ بس اتنا ہی فرق ہے۔
نرسنگھ۔ آپ کے گیانی جی ناپسند کرتے ہونگے۔ مین تو ہندو مذہب کی ایک بات
بھی ناپسند نہیں کرتا۔
گیانی۔ کیون حضرت یہ آپ نے میری طرف کیا اشارہ کیا مین تو کچھ بولا بھی
نہیں۔ آپ ہی کہہ رہے ہیں کہ مسلمانون مین طلاق اور عقد ثانی کا مسئلہ اچھا ہے۔
نرسنگھ۔ یہ مسلمانون کا خاص مسئلہ نہیں ہے۔ ہندوستان کے زمانہ ترقی مین بھی
طلاق اور عقد ثانی کا دستور تھا۔ زمانہ انحطاط مین یہ سب باتیں معیوب سمجھی جاتی ہین۔
مجاہد۔ جب کوئی اور بات بھی آپ کو ناپسند ہوگی تو اُسکی تائید بھی آپ کو پرانے اشلوکون
سے مل جائیگی۔ دین اور دنیا کا ساتھ ہے قومی ترقی کا ذریعہ دنیا مین ایک ہی ہے یعنے
کل افراد قوم کا ایک ساتھ عقل سے کام لینا اور اسکو بیکار نہ چھوڑنا۔ جب ہندوؤن کی ترقی کا
زمانہ تھا تو محامد انہیں مین تھے اور اسکے بعد وہ محامد ان سے منتزع ہو کر ایرانیون اور یونانیون
نے پائے۔ یہودیون اور عیسائیون نے بھی باری باری سے ترقیان کین۔ جب مسلمانون
کا زمانہ آیا تو سب محامد انہیں جمع ہوگئے۔ جب دوبارہ عیسائیون کی رونق کا زمانہ آیا تو

خوبیاں اسمین پھر آگئیں - فرق اتنا ہی کہ مسلمانون کی کتابون مین ابھی سب باتین موجود ہیں - ہندوؤن کی کتابین نایاب ہوگئی ہین - کوئی ایسی ہی پرانی کتاب ہو تو اسمیں زمانہ عروج کی باتین ملتی ہین - آج کل مہذب قومون مین "خذ ما صفا ودع ما کدر" پر عمل ہی - یورپین قومین عمدہ باتین جہان پاتی ہیں اُنکی چھان بنان مین معروف ہوجاتی ہین -

نرسنگھ - ہان اسقدر تو مین ضرور تسلیم کرتا ہون کہ دنیا مین خوش اور باقاعدہ رہنے کا ایک ہی راستہ ہی - عروج کے زمانہ مین تمام قومین اصول مین ضرور متفق ہونگی -

مجاہد - بے شک آپ خوب سمجھتے ہیں جس طرح قانون فطرت ایک ہی اسی طرح قانون فطرت سے پورا پورا فائدہ حاصل کرنے یعنے درجہ عروج پر پہنچنے کی راہین بھی ضرور ایک ہی ہونگی -

نرسنگھ - مسلمانون کی تو بحث زیر بحث تھی اور آپ نے روے سخن پھر دوسری طرف پھیرا -

مجاہد - مین نے کوئی بازی نہین بدی ہی کہ ہار جیت کا خیال ہو - آپ ذی علم ہین اور میں گو ذی علم نہیں ہون لیکن عالمون سے محبت رکھنے والا ضرور ہون - دنیا بھر کی لغویات بکنے سے تو اچھا ہی کہ ایسے ہی تذکرے رہین - آپ کا جی اُکتا گیا ہو تو مین رخصت ہوتا ہون -

نرسنگھ - نہیں - فرمائیے - مین سُننے کو طیار ہون -

مجاہد - حضرت - میری سمجھ مین یہ نہین آتا کہ ہندوؤن نے اپنے عروج کے زمانہ مین عورتون کے حقوق سے غفلت کی ہوگی ؟ -

نرسنگھ - بھئی امر حق کہنے سے کبھی دریغ نہ کرنا چاہیے -

مجاہد - آپ ایسے ذی علم سے تو یہی امید ہی -

نرسنگھ - مین خود کہتا ہون - آپ جلدی کیون کرتے ہین -

مجاہد - اچھا فرمائیے مین نہیں بولنے کا -

نرسنگھ- جہان پرانی کتابون سے یہ پتا لگتا ہو کہ ہندوؤن کی ترقی کے زمانہ مین بیوہ عورتون کے عقد ثانی کا دستور تھا وہان یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ بہنین زمرۂ ورثا مین تھین اور یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ عورتون کی بڑی قدر ہوتی تھی- زمانہ موجودہ کو نہ پوچھیے یہ ادبار کا زمانہ ہو خزان کو بہار سے کیا نسبت- لیکن آپ غور کیجیے کہ اس گئی گزری حالت مین بھی باپ کے ہوتے ہوئے بیوہ کو سب کا سب مل جاتا ہو- بھائیون اور بھتیجون کو قطعاً محروم کرکے لڑکیان متوفی کا کل ترکہ پا جاتی ہیں ہان شرکت کی حالت مین عورتیں نان و نفقہ پاتی ہین حصہ دار نہین ہوتین تو یہ ایک جدا بات ہو کہ ہندو شرکت کو ایک بڑی متبرک شی سمجھتے ہین اور دوسری قومیں اسکو پسند نہیں کرتیں آپ یہ نہ کہیں کہ "افراط و تفریط دونون معیوب ہین- اعتدال چاہیے- یہ کیا کہ عورتیں کبھی سب کچھ پا جائین اور کبھی کچھ بھی نہ پائیں" یہ حد امت ہو مین یہان صرف یہ دکھانا چاہتا ہون کہ ہندوؤن کے قانون مین عورتون کا اعزاز تمام قومون سے زیادہ تسلیم کیا گیا ہو-

مجاہد- یہ تو آپ نے نہایت اچھی خبر سنائی کہ بہنین پہلے زمرہ ورثا مین تھین بشرطیکہ آپ کے پاس اسکی سند بھی ہو-

نرسنگھ- مین صحیح کہتا ہون کہ ہندوؤن کے زمانہ ترقی مین بہنین ورثا مین شمار کی جاتی تھین- لیکن یعنی زمانہ تنزل مین وہ محروم کر دی گئین- دوا پر مین انکے حقوق اتنے بڑھ گئے تھے اور خاندان مین بہنین اور بھانجے اتنے زیادہ با اختیار ہو گئے تھے کہ پچھلے مقننون نے جھلا کر بہنون کو ورثا کے زمرہ سے خارج کر دیا-

مجاہد- مین تو آج تک یہ سمجھتا تھا کہ قانون وراثت لکھتے وقت ہندو مقننون نے بہنون کے حقوق سہواً نظر انداز کیے-

نرسنگھ- مین نے خوب تحقیق کی ہو- ورثا سے یہ عمداً زمانہ اخیر مین خارج کی گئی ہین-

مجاہد- میرے ذہن مین یہ بات آ گئی- جب اقبال نے ہندوؤن سے منھ پھیرا اور ادبار شروع ہوا تو عورتون کے حقوق تلف کرنے کی طرف قوم مائل ہوئی- بیواؤن کے

عقد ثانی کی ممانعت و راثت سے عورتون کا حرمان یہ سب ایک ہی زمانہ میں ہوا

نرسنگھ - مین بھی ایسا ہی خیال کرتا ہون لیکن اس سے یہ نتیجہ نہین نکلتا کہ مسلمانون کے قانون کو مین بے عیب سمجھتا ہون -

مجاہد - مین آپ کو مسلمان کرنے نہین آیا ہون اور نہ میں اپنی بحث کو ربڑ کی طرح طول دینا چاہتا ہون - شیخ کلیم مسلمانون کے قانون وراثت کو بُرا سمجھتے ہیں انکو بہن کو حصہ دینا ناگوار ہی اسلیے اپنے مذہب سے بیزار ہیں - مین انکو آپ تک لایا کہ انکو معلوم ہو جائے کہ ذی علم ہنود مسلمانون کے قانون وراثت کو کیسا سمجھتے ہیں اور یہ حضرت مسلمان ہو کر اُسکو بُرا جانتے ہیں -

کلیم - واہ مولوی صاحب ! آپ نے خوب نتیجہ نکالا - استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ - خدا نخواستہ - خدا نخواستہ کیا میں مذہب اسلام کی کوئی بات بُری سمجھتا ہون ؟ -

مجاہد - اب تک تو آپ اسلام اور اُسکے احکام سے مانوس نہین ہیں - آیندہ آپکے قلب کی کیا کیفیت ہوگی خدا کو علم ہی -

نرسنگھ - آپسمین پھر کبھی بحث کیجیے گا - اسوقت ایک بات کا جواب دیجیے -

مجاہد - فرمائیے - میں اسی لیے تو آیا ہون -

نرسنگھ - تمام مہذب قومون میں راج ناقابل تقسیم سمجھا جاتا ہی - ہندؤون کی گئی گزری حالت میں بھی راج ناقابل تقسیم سمجھا جاتا ہی - مسلمانون کا قانون عجب بے ڈھنگا ہی کہ کیسی ہی بڑی زمینداری ہو خلف اکبر کا کوئی حق فایق قایم نہین ہوتا -

مجاہد - آپ کے مُنھ سے یہ باتین بہت مستبعد ہیں - راج یا سلطنت میں جو محض قوم کی امانت ہی ایک قاعدہ مقرر ہو گیا ہی کہ بڑا لڑکا گدی پر بیٹھے گا تاکہ باہم جنگ نہ ہو - دو بادشاہ در اقلیمے نگنجد - یہ کوئی ذاتی حق نہین ہی محض ایک دستور کی بات ہی اور کہین کہین ایسا دستور بھی ہی کہ بیٹون کے ہوتے بھائی گدی نشین ہوتے ہیں بعض بعض ملکون مین یہ قاعدہ ہی کہ تمام رعایا مین سے جانشین منتخب کیا جاتا ہی - راج یا سلطنت جو ایک قسم کی امانت ہی اُسکو اس جائداد مین کیون ملاتے ہو جو متوفی کی

ذاتی ملکیت ہے اور اسکے مرنے کے بعد تمام اعزہ مین اسکا بٹ جانا عوام کے نفع یا
نقصان سے کوئی تعلق نہین رکھتا۔
کلیم۔ یہ تو باپ کی مرضی پر ہے کہ کسی بیٹے کو زیادہ دیکر اپنا قایم مقام کر جائے اور
باقی لڑکون کو گزر اوقات کے لیے کفاف مقرر کر دے۔
نرسنگھ۔ نہین آپ لوگون کے قانون مین تو ایسا اختیار نہین دیا گیا ہے۔
کلیم۔ مین وصیت کا ذکر نہیں کرتا۔
نرسنگھ۔ مین سمجھتا ہون۔ آپ کے کہنے کا منشا یہ ہے کہ جیتے جی وقف یا ہبہ کے
طور پر باپ کچھ انتظام کر جائے تو درست ہے۔ لیکن مین سمجھتا ہون کہ ایسا نہین ہے۔ آپ کے
پیغمبر نے صاف لفظون مین ایک لڑکے کو زیادہ اور دوسرے کو کم دینے کی ممانعت کی ہے۔
کلیم۔ نعمان ابن بشیر کا معاملہ دوسرا تھا وہان باپ نے ایک بیٹے کو ایک غلام
دیدیا دوسرے لڑکون کو کچھ نہین دیا۔ اسلیے آنحضرت نے ممانعت کی۔ اگر تمام لڑکون کو دیا جاتا
لیکن کم و بیش کسی کو زیادہ تو آنحضرتؐ ممانعت نہ کرتے۔
نرسنگھ۔ واہ آپ نے خوب منطق نکالی۔ حدیث کا منشا یہ ہے کہ باپ کا اولاد کے حق مین
بے انصافی ہونا سخت ظلم ہے۔ اور باطل ہے۔ آپ کے نزدیک ایک لڑکے کو ایک لاکھ دیا جائے
اور دوسرے کو ایک پیسہ دیا جائے تو وہ حدیث متعلق نہ ہوگی کیونکہ دونون نے کچھ نہ
کچھ پایا۔
کلیم۔ نہین ایسا اندھیر بھی ٹھیک نہین۔ کچھ تھوڑی بہت کمی بیشی ہو تو
ہرج نہین۔
نرسنگھ۔ آپ تھوڑے بہت فرق کا کیا معیار مقرر کرین گے۔
کلیم۔ جناب عقل بھی کوئی شے ہے۔
نرسنگھ۔ عقل تو یہی چاہتی ہے کہ باپ کو اپنی اولاد کے حق مین عدل کرنا چاہیے۔
کلیم۔ باپ اگر ایک لڑکے سے زیادہ خوش ہے اور اُسے زیادہ دیتا ہے تو کیا ہرج ہے۔
نرسنگھ۔ مین تو ہرج نہین سمجھتا صرف آپ کے مذہب کا مسئلہ بیان کرتا ہون پیغمبر نے

بیٹے نعمان سے خوش تھا جب ہی تو اسکو غلام دیتا تھا لیکن آپ کے پیغمبر نے اسے جائز نہیں رکھا۔

کلیم۔ آپ کو ہمارے مذہب کے مسائل معلوم نہیں ہین۔ باپکو اختیار ہی کہ کسی اولاد کو عاق کردے۔

نرسنگھ۔ بھئی عاق واق مین نہین جانتا۔

مجاہد۔ (منشی نرسنگھ سہائے سے مخاطب ہوکر) مجھے کہنے دیجیے۔

کلیم۔ ہان آپ ہی فرمائیے۔

مجاہد۔ عاق کرنا شرع مین کہیں نہین ہی۔ آپ نے اپنے گھر کی عورتون سے سنا ہوگا۔ عاق کیا چیز ہی؟ وارث اپنے مورث کے ترکہ سے جبھی محروم ہوسکتا ہی کہ وہ مورث کے قتل کا مرتکب ہو۔ باپ کی نافرمانی سے بیٹا ترکہ پدری سے محروم نہین ہوتا۔

کلیم۔ جیتے جی ایک بیٹا باپ کی خدمت کرتا ہو اور دوسرا باپ کو تکلیف دیتا ہو تو مرنے کے بعد دونون برابر وارث ہونگے؟

مجاہد۔ ضرور شرع تو یہی کہتی ہی۔ باپ تو دیتا نہین۔ خدا دیتا ہی۔ باپ مرگیا اسکے ورثا ترکہ تقسیم کرلین گے۔

کلیم۔ یہ تو بڑا ظلم ہی۔

مجاہد۔ کچھ بھی نہیں۔

کلیم۔ گالیان دینے والے اور خدمت کرنے والے دونون برابر ہوجائیں گے؟

مجاہد۔ ضرور برابر ہوجائین گے۔ اگر خدمت کرنے والے سے باپ راضی تھا تو جیتے جی اسکو کچھ کیون نہ دیدیا۔

کلیم۔ باپ ایسا کرے تو آپ نعمان ابن بشیر کی حدیث پیش کرنے کو طیار ہوجائین گے۔

مجاہد۔ (ہنس کر) اولاد میں غیر مساوی ہبہ کی ممانعت کا منشا یہ ہی کہ والدین کو ہبہ مین مساوات کا خیال رہیگا تو اولاد اطاعت سے منہ موڑے گی اور ترغیب منزل میں فرق ہوگا

اور تمدن میں خلل واقع ہوگا لیکن اگر ایک لڑکا پہلے ہی سے بے ادب ہو اور باپ کو ایذا پہنچاتا ہو تو ایسی حالت میں سعادت مند اور اطاعت شعار لڑکے کو کچھ دیا جائے اور سرکش کو نہ دیا جائے تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ باپ کے عدل میں فرق نہ آئیگا۔ خاطی کے سزا دینے میں کوئی مضایقہ نہیں۔ لیکن باپ بدچلن ہو۔ سعادت مند لڑکا اسکی بدچلنیون مین شریک نہو اور بدچلن لڑکا باپ کا ہمدرد ہو تو ایسی صورت مین بدچلن بیٹے کو کچھ دینا اور نیک لڑکے کو سرکش سمجھ کر کچھ نہ دینا سخت ضلالت ہے ماحصل یہ ہے کہ عقلاً و شرعاً کسی طرح جائز نہیں ہے کہ شیخ نصیر اپنی لڑکی فہیمہ کا شرعی حق کم کر کے تمھارے حوالے کرین اگر ایسا ہوا تو تم دونون سے خدا کے یہان مواخذہ ہوگا۔

نرسنگھ۔ کیا آپ لوگ کسی ذاتی معاملہ مین آپ فتوی پوچھتے پھرتے ہین۔

کلیم۔ نہین جناب۔ نہ کسی فتوی کی ضرورت ہے اور نہ کوئی معاملہ پیش ہے۔ مولوی مجاہد صاحب کے دماغ میں ضرورت سے زیادہ عقل ہے وہی ہم سب کو حیران کر رہی ہے۔

گیانی۔ (نرسنگھ کی طرف مخاطب ہوکر) شیخ صاحب کو مولوی صاحب سے کدورت ہے اسلیے مولوی صاحب سے یہ بے ادبی کرنے مین باک نہیں کرتے۔ ورنہ مین جہانتک سمجھتا ہون مولوی صاحب کا سا عادل اور منصف مزاج شخص اس چھپرے مین کوئی دوسرا نہین ہے۔

کلیم۔ (گیانی کی طرف مخاطب ہوکر) آپ نے انہین کیا انصاف دیکھا۔

گیانی۔ اچھا یا برا ہونا تو ایک اضافی امر ہے۔ ایک ہی شخص ایک وقت مین اچھا ہے اور دوسرے وقت برا ہے۔ لیکن پھر بھی انسان کو اچھا یا برا کہنا ہی پڑتا ہے اور میرے نزدیک کسی شخص کو بھلا یا برا کہنے یا سمجھنے کے قبل صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ اپنے گھر والون کے ساتھ کیسا ہے۔؟

کلیم۔ مولوی مجاہد اپنے گھر والون کے ساتھ کیا ایسا سلوک کرتے ہین جو دوسرے نہین کرتے۔؟

گیانی۔ آپ کے سمجھانے کو مین ایک آسان صورت اختیار کرتا ہون۔ آپ اپنے

گھر مین شیخ نصیر کا برتاؤ فہمیہ کے ساتھ دیکھیے۔ اور مولوی صاحب کا حال سُنیے کہ چار لڑکے
اور چار لڑکیان اِنکو خدا نے عطا کی ہین۔ خدا کی اس امانت کے ساتھ مولوی صاحب
ایسا دیانت دارانہ برتاؤ کرتے ہین کہ شاید و باید۔ تجارت اور دیگر مشاغل سے جو روپیہ
پس انداز ہوتا ہی اُسکو مولوی صاحب اپنی آٹھون اولاد کے نام علیحدہ علیحدہ بحصہ مساوی
بنک مین جمع کرتے ہین۔ پسر اور دختر مین کچھ فرق نہین کرتے۔ بھلا بتائیے توکسی اور گھر
مین آپ نے یہ راست بازی دیکھی ہی۔

مجاہد۔ میرے خانگی معاملات کا یہان کیون ذکر کیا جاتا ہی۔ مین جو کچھ کرتا ہون اپنی
اولاد کے ساتھ کرتا ہون۔ میرا فرض ہی مین ادا کرتا ہون۔ یا فطرتی محبت کا تقاضا ہی
اور مین مجبور رہون۔

گیانی۔ کیون نہ ذکر کیا جائے۔ یہ باتین ایسی ہین کہ بذریعہ ڈھول منادی کی جائے
اور قوم کے تمام افراد سے چاہا جائے کہ وہ بھی ایسا ہی کرین۔ جو آپ اسکا چرچا کیجیے اور
تمام لوگون کو واقف کیجیے۔ نیک کام کی ترغیب دینے مین کیا شرم ہی۔ ہان وہ طریقہ
مسلمانون کا البتہ شرمناک ہی کہ جب لڑکیان بیاہتے ہین تو جہیز کے کپڑے اور جہیز کی
چیزین سیکڑون آدمی کے سامنے کھول کھول کر دکھاتے ہین اور اتراتے ہین۔ دیتے
ہین اپنی لڑکی کو۔ نفع پہنچے گا داماد کو۔ لیکن اسکی جانچ کے لیے برادری کے تمام اوجال
اکٹھے ہوتے ہین کتنا بُرا نظارہ ہوتا ہی

نرسنگھ۔ آپ کا کہنا ایک حد تک صحیح ہی۔ لیکن یہ یاد رکھیے کہ دیکھ بھال کا طریقہ نکال
دیا جائے تو جو کچھ لڑکیون کو ملتا ہی یہ بھی نہ ملے۔ قوم کی اخلاقی کمزوریان تو بہت بُری ہوگئی
ہین۔ بہت کم ایسے ہین جو لڑکیون کو خوشی سے دیتے ہین۔ زیادہ تر سمدھیون کے
دباؤ سے دیتے ہین۔ لڑکیان جو امرا کے گھر بیاہی جاتی ہین وہ زائد جہیز پاتی ہین کیا
اُلٹی سمجھ ہی۔ محتاج لڑکیون کو کم اور متمول لڑکیون کو زائد دیا جاتا ہی۔ شاذ و نادر نہین
روز ایسا ہی دیکھنے مین آتا ہی۔ مسلمانون کی تخصیص نہیں۔ ہندؤون مین بھی یہ
بُری نظیر پائی جاتی ہی۔

کلیم - (مولوی مجاہد کی طرف مخاطب ہوکر) قرآن مین عورتون کا حصہ مردون سے
نصف رکھا گیا ہے اور آپ لڑکیون کو لڑکون کے برابر دیتے ہین - یہ خلاف عدل نہین
ہے؟ - اسی طرح کوئی شخص لڑکون کو اُنکے حصہ شرعی سے زائد دیدے تو کیا عیب ہے؟
مجاہد - مین بہت ممنون ہون کہ آپ نے اپنا شبہ ظاہر کردیا - یہ بات آپ کے
دل مین رہتی تو مجھے جواب دینے کا موقع نہ ملتا اور آپ کی غلط فہمی قایم رہتی شرعی
مسئلہ ہے کہ اولاد کو جب کوئی شے دی جائے تو برابر دی جائے - لیکن برابر دیے جانے
کے مفہوم مین اختلاف ہے - بعض کے نزدیک مساوات واقعی مراد ہے اور بعض کے نزدیک
مساوات مستند شرعی حصص کے مراد ہے جو قرآن میں بیان کیے گئے ہین - لڑکون کو
دوچند سے زائد دینا توکسی کے نزدیک روا نہین ہے - رہا یہ امر کہ لڑکون کو لڑکیون سے
مزید دیے جائے یا دوچند - مین یہی پسند کرتا ہون کہ جس طرح والدین کے مرنے کے بعد
پسر دوچند پاتے ہیں اسی طرح اُنکے جیتے جی بھی دوچند ہی پائیں نہ کم نہ زائد اور یہی عمل
میرا ہے مین لڑکیون کے نام جو روپیہ بنک مین بحصہ مساوی جمع کرتا ہون اسکی وجہ دوسری
ہے - مثلاً لڑکون کی تعلیم میں دوسو روپیہ ماہوار میرا خرچ ہوتا ہے اور لڑکیون کی تعلیم کے واسطے
جو معلم ہین وہ بھی دس روپیہ ماہوار پاتے ہیں - لڑکیان کچھ اور پڑھ جائینگی تو آٹھ دس روپیہ
ماہوار اور ترقی رکھی جائیگی - ایک طرف دوسو روپیہ خرچ ہوتا ہے - دوسری طرف
زیادہ سے زیادہ دس روپیہ - لڑکے پانچ روپیہ سے کم کا جوتا نہین پہنتے اور کرکٹ
کھیلنے میں دو مہینے ہی میں ایک جوڑا جوتا توڑ ڈالتے ہین - لڑکیان غریب آٹھ آنے
کی جوتیان پہنتی ہیں اور سال بھر تک وہ ٹوٹتی نہین - اسی طرح تمام باتین قیاس کر لیجیے
مجھ پر عادل اور منصف باپ کی حیثیت سے لازم ہے کہ ان تمام امور پر غور کرتا رہون یا بعض
سبب - ان پر لحاظ کرکے بنک مین روپیہ جمع کرتے وقت مین مساوات کا خیال رکھتا ہون
اور چاہتا ہون کہ میری کمائی سے میری تمام اولاد کو للذکر مثل حظ الانثیین کے مردون کو
اور عورتون سے برابر نفع پہنچے - نہ کسی کو کم اور نہ کسی کو زائد - اولاد نہ دنیا مین کام آتی
اور نہ عاقبت مین کام آئے گی - مین اپنا ایمان کیون بگاڑون - اور سچ تو یون ہے کہ

اپنی اولاد کے ساتھ جو محبت مجکو ہو اُسکی نوعیت ہی کچھ اور ہو - مین یہ خیال کرتا ہون کہ اولاد کو دُنیا کے جنجال مین پھنسانے کا مین باعث ہون - دنیا مین کوئی حوش نہین ہو یہ عجب پُر آشوب جگہ ہو کسی کا شعر ہو اور کتنا اچھا شعر ہو -

من ملک بودم و فردوس برین جایم بُد
آدم آورد درین ملک خراب آباد م

اسی کے قریب قریب حدیث نبوی ہو یہ الدنیا سجن المومنین وجنۃ الکافرین" اس کا ترجمہ یون کر سکتے ہین کہ عاقلون کے لیے دنیا جیل خانہ ہو - اور بے عقلون کے نزدیک باغ ہو" میرے چھوٹے چھوٹے بچے جب سامنے آتے ہین اور ذرا ذرا سی بات پر ہنستے ہین کھیلتے اچھلتے ہین اور کودتے ہین تو مجھے اپنا لڑکپن یاد آتا ہو اور مین گویا زبان حال سے اُنکی طرف مخاطب ہو کر کہتا ہون کہ ہنس لو بول لو میری طرح تم بھی ایک روز عاقل و بالغ ہو گے اور سمجھو گے کہ دنیا ہنسنے کی جگہ نہیں ہو اسکے جواب میں وہ لڑکے زبان حال سے مجھپر تمام الزام رکھکر وہی شعر پڑھتے ہین

من ملک بودم و فردوس برین جایم بود
آدم آورد درین ملک خراب آباد م

صرف اتنی ترمیم کر لیتے ہین کہ آدم کی جگہ مجھے مورد خطا ٹھہرا کر

ابم آورد درین ملک خراب آباد م

پڑھتے ہین اور اُسوقت مین کچھ ایسا متاثر ہوتا ہون کہ زبان اظہار سے قاصر ہو -

اللہ کے فضل سے تمام اولاد میری صالح اور ذی عقل ہو - لیکن خدانخواستہ کسی مین کوئی عیب ہوتا جب بھی میں اولاد کے حقوق میں کم و بیش نہ کرتا -

۹

معاملے کی صورت ہی بدل گئی

تھوڑی دیر تک اور باتین ہوتی رہیں - پھر سب اپنے اپنے گھر چلے گئے - کلیم پراِن

باتوں کا کچھ اثر نہیں ہوا وہ لکھا پڑھا سمجھ دار تھا لیکن ع بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند
اپنی خود غرضی کے سامنے وہ دنیا کی کوئی چیز قابل لحاظ نہیں سمجھتا تھا۔ اور ہر دم اپنے ہی
معاملات کو سوچتا رہتا تھا ہونے والی بات ہو کر رہتی ہے۔ اتفاق سے ایک عیار اسکو
مل گیا۔ اتنا تو معلوم ہوا کہ وہ کلکتہ سے آیا اور شاید کسی تھیٹریکل کمپنی کے ساتھ آیا لیکن
نہ اسکا نام معلوم ہوا اور نہ اسکا مذہب معلوم ہوا۔ تھوڑے دنوں تک وہ کلیم سے ملا۔ اور
پھر دونوں میں یارانہ ہو گیا۔ کلیم سے وہ بہت چھپ کر ملتا تھا۔ معلوم نہیں اشتہاری
مجرم تھا یا کیا باعث تھا کہ سب کے سامنے کلیم کے پاس آتا نہ تھا نہ شہر کی عام
گزرگاہوں سے کبھی گزرتا تھا۔

کند ہمجنس با ہمجنس پرواز

کلیم کو اس عیار نے وہ راہ بتائی جس سے نقشہ ہی بدل گیا اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ نصیر یا
کلیم کا نام لینے والا بھی کوئی چھپرے میں باقی نہیں رہا اور یہ گھر اس طرح تباہ ہوا کہ گزرنے
والے بھی ڈوسٹ شہر کر افسوس کر لیتے ہیں

عیار۔ ایک دن کلیم سے کہنے لگا۔ تم خاطر جمع رکھو۔ تمھارے باپ نے
تمام عمر جہالت مین بسر کی تو ایک مولوی صاحب کے سمجھا دینے سے اُنکے خیالات
ہمیشہ کے لیے بدل نہین سکتے۔ کچھ دنوں تک مولوی صاحب کی صحبت کا اثر رہیگا
پھر آپ ہی زائل ہو جائیگا۔ تم نے دیکھا نہین کہ جب کوئی مرجاتا ہی تو دو چار روز کے
لیے گھر کے تمام آدمی معصوم ہو جاتے ہین گویا وہ کچھ جانتے ہی نہین۔ معاصی سے
تائب ہوتے ہین۔ پنجوقتہ نماز پڑھتے ہین۔ سب کے سب یہی سمجھتے ہین کہ اب ہماری
موت بھی آیا ہی چاہتی ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ سب باتین زایل ہو جاتی ہین۔ انسان
دنیا مین ہزارون مرتبہ شیطان بنتا ہی اور سیکڑون مرتبہ فرشتہ بنتا ہی۔ خیالات اور توہمات
کا کچھ اعتبار نہین۔ مولانا اپنا زور طبیعت دکھا گئے ہین۔ اسوقت تمام شہر کی ہلاہلگڑ مچی
ہوئی ہی۔ دو چار مہینے کے بعد یہ سب جلسے تھے ویسے ہی ہو جائین گے۔ مولانا نے
تو کوئی اپنا قایم مقام چھوڑا نہین کہ وہ سبق بھولنے نہ دے۔

کلیم۔ اور یہ مجاہد بار آستین کیسے ہین یہی تو مولوی صاحب کو رُتے تھے اور
یہی اُنکے نائب بنے پھرتے ہین۔

عیار۔ کچھ ہی ہو۔ شیخ صاحب کا تم سے انحراف عارضی ہی اور اُنکا تقوی بھی بظاہر
بے ثبات اور ناپائدار ہی۔ خیر گھبراؤ نہیں کوئی ترکیب سوچی جائیگی۔

اتفاق سے ایک روز نصیر کی طبیعت کچھ بدمزہ ہوئی اور نصیر نے جلاب لیا حکیم کے
مشورہ سے کلیم نے ایک جھوٹا کاغذ بنایا اور آٹھ بجتے بجتے نصیر کے سامنے پیش کیا۔ اس
کاغذ پڑھکر نصیر نے خود کو مجسٹریٹ کی کچہری مین حاضر کرنا ضروری سمجھا۔

نصیر نے کلیم سے کہا کہ مین نے تو جلاب لیا ہی میری طرف سے تم چلے جاؤ

کلیم۔ انھیں دنون کے لیے تو مین کہتا تھا کہ عدالت کا مون کے لیے کسی کو مختار عام
مقرر کر دیجیے لیکن آپ کو عدالت کا کچھ ایسا شوق ہی کہ ذرا سا بھی کوئی کام ہو تو آپ کو خود
گئے بغیر چین نہیں آتا۔ اب بتائیے اسوقت آپ کیونکر جا سکتے ہین۔

نصیر۔ ایسا تھیں مختار نامہ لکھوالو اور چلے جاؤ۔

کلیم۔ مختار نامہ کا کاغذ لانا۔ لکھنا۔ رجسٹری کرانا کیا یہ سب ابھی ہوا جاتا ہی۔ خیر آج
تو خود جائیے لیکن دوسرے مواقع کے لیے مختار نامہ عام کسی کے نام لکھ کر ضرور
رجسٹری کرا دیجیے۔

نصیر۔ تمھاری دوستی سب رجسٹرار کے ساتھ کس دن کام آئے گی۔ دس
بجتے بجتے کاغذ خریدو اور فوراً مختار نامہ اُسپر لکھوالو اور کوشش کرو تو ۱۲ بجنے کے پہلے
رجسٹری بھی ہو سکتی ہی۔ برابر دست آرہے ہین۔ بھلا مجھ میں یہ سکت ہی کہ میں آج
خود کچہری جا سکون۔

خوشی خوشی کلیم باہر آیا اور عیار کے پاس گیا۔ وہان پانچ روپیہ کی جگہ پانچ ہزار کا
کاغذ خریدا گیا اور نصیر کی کل جائداد کا ہبہ نامہ نصیر کی جانب سے کلیم کے حق مین
لکھا گیا۔ کچھ تھوڑی سی جائداد سلیم کو دیگئی اور برائے نام فہیمہ کو بھی کچھ دیا گیا۔ سب
رجسٹرار بھی ہمراز تھا۔ بارہ بجتے بجتے یہ سب نصیر کے کمرے کے پاس پہنچے

کمرہ بند تھا اور اندھیرا تھا۔ سب رجسٹرار کے پہنچنے پر نصیر اندر سے لایا گیا جس نے
یہ کاغذ لکھا ہے اور پھر فوراً کلیم نے دستاویز پیش کر کے روبرو پشت دونوں جانب دستخط
کرائے۔ کلیم۔ عیار۔ اور سب رجسٹرار ان تین کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں ہوا کہ
نصیر کی کل املاک کلیم کی طرف منتقل ہو گئی۔ کلیم نے دو تین اعتباری شخصوں کی گواہی
ہبہ نامہ کے حاشیہ پر بنوالی تھی لیکن مضمون سے اُنکو بھی کلیم نے واقف نہیں کیا
تھا۔ کلیم نے یہ معاملہ پردہ میں رکھنا چاہا تھا۔ لیکن ایسی باتیں کہیں چھپانے سے چھپتی
ہیں۔ محرر رجسٹری کو کچھ شبہ معلوم ہوا اور اُسنے اپنی کوشش سے خفیہ طور پر دریافت کیا
تو سب حالات معلوم ہوئے۔ سب رجسٹرار کے خوف سے وہ کچھ بول سکتا تھا اور ادھر اپنی عزت کا
بھی خوف تھا کہ مبادا اعانت جرم میں بھی گرفتار ہو جاؤں۔ اس محرر کے ایک دوست [illegible]
بنارس کے رہنے والے مولوی محمد رشید چنار ضلع مرزاپور میں سب رجسٹرار تھے۔ یہ نہایت
متدین اور نیک نیت شخص تھے۔ حکام انکو بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے تھے
وہ محرر جھیرہ سے سیدھا چنار پہنچا۔ مولوی محمد رشید نے اس معاملہ میں کوئی رائے
تو نہیں دی لیکن اسکو تسلی دی اور کہا تم بے قصور ہو۔ گھبراؤ نہیں تمہاری مدد
میں کیے دیتا ہوں۔ اپنے افسر اعلیٰ رجسٹرار مرزاپور سے ایک موقع پر اُنھوں نے سرسری
تذکرہ کر دیا تاکہ اس غریب محرر پر کوئی وقت پڑے تو خود کو مع رجسٹرار کے اسکی صفائی
میں وہ پیش کر سکیں۔ مرزاپور میں ایک ہی شخص جج اور رجسٹرار رہتا ہے۔ تمام ممالک
مغربی و شمالی میں یہی دستور ہے۔ اس جج کو جیلوں کی بڑی فکر تھی۔ کئی مقدمات
میں جیل جانے والوں کو اس نے سپرد فوجداری کیا تھا۔ اور اس لیے اخبارون
میں اسکی بڑی تعریف ہو رہی تھی۔ دو ہی چار روز میں جھیرہ کا کلکٹر بارس رئیس کی
تقریب میں مرزاپور آیا۔ بنگال میں کلکٹر ہی رجسٹرار بھی ہوتا ہے۔ مرزاپور کے جج نے
جھیرہ کے کلکٹر سے شیخ نصیر کے معاملہ کا تذکرہ کیا اور ساتھ ہی محرر رجسٹری کی بے دستگی
بھی بیان کر دی۔ کلکٹر کے ذریعہ سے یہ خبر جھیرہ میں مشہور ہوئی۔ شیخ نصیر بھی واقف
ہوا۔ کلکٹر کو یہ انتظار تھا کہ نصیر کچھ شکایت کرے تو کارروائی کی جائے۔ بیچارہ نصیر

اس حیص بیص مین تھا کہ کچھ کرے یا نہ کرے اور کرے تو کیا کرے۔

غرض یہ خبر مجاہد نے بھی سُنی اور مجاہد کے ذریعہ سے متین تک پہنچی۔ متین نے اپنی بی بی سے کہا۔ عورتون کا دل جیسا بودا اور کمزور ہوتا ہی ظاہر ہی۔ بیچاری فہیمہ یہ سنکر دو چار روز تک زیادہ ملول رہی۔ پھر غم رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا۔ فہیمہ کو جائداد نہ پانا تو چندان ناگوار نہ ہوا۔ لیکن اسکے دل سے مان باپ بھائی اور میکے کے تمام لوگون کی محبت جاتی رہی اور غور کیا جائے تو یہ بہت بڑا نقص نضیر کے خاندان مین پیدا ہوا۔ دل میں متین آزردہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو مگر ظاہر مین خوش معلوم ہوتا تھا۔ مجاہد سے اُسنے کہا یہ کہ مین تو یہ انتظام پسند کرتا ہون لیکن ذرا اور پہلے ہوتا تو بہت اچھا ہوتا۔ فہیمہ جب بیاہ کے آئی تھی اُسوقت معلوم ہوجاتا کہ اُسکے میکے والون نے اس سے قطع تعلق کرلیا ہی تو اور اچھا ہوتا خیر اب بھی جو ہوا اچھا ہوا۔ الخیر فی ما وقع۔"

مجاہد۔ نہین صاحب چُپ بیٹھنے کی بات نہین ہی۔ قوم سے یہ خیالات فاسد دور کرنے چاہیین جب سے لڑکیون نے اپنے شرعی حصے لینے شروع کیے اور انگریزی عدالتین لڑکیون کے حقوق کی پامالی گوارا نہیں کرتین تب سے نیتون مین کچھ عجیب طور کا فتور پیدا ہوگیا ہی۔ بھائیون نے ارادہ کرلیا ہی کہ وہ اپنے والدین کو ترغیب دیکر جیتے جی بہنون کو محروم کرادین۔

متین۔ پھر اسکا علاج تو سوا اسکے اور کچھ نہین ہی کہ جہاں نکاح کے وقت دولھا سے تعداد مہر بڑھانے کی فرمائش کیجاتی ہی وہان دولھن کے باپ سے یہ اقرارنامہ بھی لکھا لینا چاہیے کہ "مین جسکو آج اپنی لڑکی قرار دیکر بیاہتا ہون کل اُسکو لونڈی نہ بناؤنگا یعنے اپنے شرعی ترکہ سے محروم کرنے کو کوئی کتبہ کسی وارث کے حق میں کبھی نہ لکھون گا"

مجاہد۔ یہ تمھارے کہنے کی بات نہیں ہی۔ زمانہ خود اسکا مقتضی ہورہا ہی عنقریب یہ باتیں بھی نکاح کے وقت معرض گفتگو میں آئین گی۔ لیکن اسوقت جو معاملہ پیش ہی وہ دیکھو۔

متین۔ جو ہوا اچھا ہوا۔ جانے دیجیے۔ کون دردِ سر خریدے۔

فہیمہ۔ ٹیڑھی باتیں کیوں کرتے ہو؟ سیدھے سیدھے کیوں نہیں کہتے؟ کیا تم چاہتے ہو کہ میں حرد ب سے لڑوں؟

متین۔ نہیں نہیں تمھیں جو کچھ چاہئے لو خرچ میں دونگا۔ اور خیر تو چپکی بیٹھی رہو۔

فہیمہ۔ اپنا نفع کون نہیں چاہتا؟ لیکن ڈر یہ ہے کہ ابا جان مجھے عاق کر دیں۔

متین۔ اپنے ترکے سے تمھیں محروم کر چکے۔ اب اور کس طرح تمھیں عاق کریں گے۔

فہیمہ۔ کہیں ناخوش ہو کر میرے حق میں بددعا کریں تو میری عاقبت خراب ہو جائے۔

متین۔ کہیں کسی کی بددعا سے بھی عاقبت خراب ہوتی ہے۔ عاقبت خراب ہوتی ہے اپنے بُرے اعمال سے۔

فہیمہ۔ باپ کو میں ناخوش کرونگی تو پھر اعمال اچھے رہ جائیں گے؟

متین۔ باپ کو کسی ناجائز طریقے سے ناخوش کرو تو بیشک بُرا ہے۔ اور اگر تمھارے جائز طریقے سے وہ ناخوش ہو جائیں تو تمھارا کیا قصور ہے۔

فہیمہ۔ ابا جان کا مال تھا انھوں نے جسکو چاہا دیدیا۔ مجکو اسمیں عذر کرنا کب جائز ہے۔

متین۔ ضرور جائز ہے۔ مجاہد کو مسائل شرعی زیادہ معلوم ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ تمھارے باپ نے یہ فعل ناجائز کیا۔ تم کو اپنے ترکے سے بے وجہ محروم کرنا شرعاً اُنکے اختیار سے باہر تھا۔

فہیمہ۔ اور بھی دو چار مولویوں سے دریافت کر لو۔ ایک مجاہد کے کہنے پر لڑنا مناسب نہیں ہے۔

متین۔ یہ تو پیچھے سوچنے کی بات ہے۔ میں بے سوچے سمجھے کب کرنے لگا؟ اور میں کروں بھی تو عدالت کب سُنے گی اگر شرع کا فتویٰ میرے موافق نہوا۔

فہیمہ۔ بہرحال تم جسمیں راضی ہو میں بھی اُسی میں راضی ہوں لیکن دیکھنا کہیں سے کوئی بات ایسی نہ پیدا ہو کہ لوگوں کو ہنسی کا موقع ملے۔

متین۔ تم یہ شرط لگاتی ہو تو میں دخل نہ دونگا بے عقل تو ہمیشہ عمدہ کام پر ہنستے ہیں

فہیمہ۔ اچھا خفا نہ ہو۔ جو تمہارے جی میں آئے کرو۔ جو تم کروگے وہ عین میری مرضی اور خوشی ہے۔

متین اسکے جواب میں کچھ بڑبڑاتا ہوا باہر چلا آیا جسکا ماحصل یہ تھا کہ آج تم اتنے دنوں کے بعد سمجھیں کہ شوہر کو راضی اور خوش رکھنا عورتوں پر لازم ہے تو مجھے کیا مسرت ہوگی تمہاری نافرمانی کی وجہ سے میری عمر کا عمدہ حصہ تو تلخی اور ناخوشی میں بسر ہوا۔ تمہارے باپ کی یہ سفاوت ظاہر نہ ہوتی تو معلوم نہیں کب تک تمہارا جہل مرکب قایم رہتا۔

باب ١٠

عدالت کا دروازہ اور کاغذوں کا شغل

متین اور مجاہد میں مشورہ ہونے لگا اور بالآخر یہ صلاح قرار پائی کہ وکیلوں سے اسمیں مشورہ کرنا چاہیے۔ مجاہد متین کو ساتھ لیکر چند وکیلوں کے پاس گیا۔ سب نے جواب دیا کہ اس ہبہ سے باپ گنہگار ضرور ہوا۔ لیکن ہبہ نامے کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ مجاہد وکیلوں سے کہکر چلا آیا "آپ سب صاحب سوچتے رہیے میں پھر آکر تکلیف دونگا" دوسرے دن محمد صفی بارسٹر کے مکان پر سب جمع ہوئے۔ وکیلوں کو تو اپنی فیس سے غرض ہوتی ہے معقول فیس ملی سب کے سب وقت معین سے کچھ پہلے آپہنچے۔

مجاہد نے کہا کہ میں ثابت کرونگا کہ [illegible] سے اپنا قبضہ شیخ نصیر نے نہیں اٹھایا۔ تحریر سے انکا منشا سوا اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ اُنکے مرنے پر [illegible] تمام دوسرے ورثا کو محروم کرکے اُنکے ترکہ پر قابض ہو جائے۔ [illegible] مسٹر صفی [illegible] اگر آپ ثابت کر دینگے تو ہمیں ڈگری کرا دینے کا ذمہ دار ہوں۔ مسٹر صفی [illegible] [illegible] میں کچھ دنوں [illegible]

پھر خود ہی سرکاری ملازمت ترک کرکے چلے آئے اور اب وکالت کا پیشہ کرتے ہیں اور بڑی عزت حاصل کی ہے۔ مسٹر صفی کے کہنے سے تسکین کو بھی تقویت ہوئی۔ جب ایک لائق قانون دان نے مجاہد کی رائے پسند کی تو مجاہد کے خیالات میں اور بھی زور پیدا ہوا۔ مجاہد سیدھا نصیر کے پاس پہنچا اور نصیر سے کہا کہ آپ پر فہیمہ کی طرف سے نالش دایر ہونے والی ہے۔

نصیر۔ کیسی نالش ہے؟

مجاہد۔ جب سمن آئیگا تو معلوم ہو جائیگا کیسی نالش۔

نصیر۔ ارے بھئی! کچھ کہو تو سہی۔ فہیمہ مجھ پر کیوں نالش کردے گی؟

مجاہد۔ بے وجہ نہیں باوجہ۔ میں نے آپ کو کتنا سمجھایا کہ اپنے نانا کی روش پر نہ چلیے۔ اب قوم میں وہ جہالت اور زمانہ میں وہ تاریکی نہیں ہے جو پہلے تھی۔ لیکن آپ نے نہ مانا۔ جب ایک طرف فہیمہ برقعہ پوش یا ڈولی میں بیٹھ کر عدالت میں حاضر ہوگی اور دوسری طرف آپ کھڑے ہونگے تب معلوم ہوگا۔ قیامت میں تو فضیحتی ہوتی ہی ہے کچھ دنیا میں بھی دیکھ لیجیے گا۔

نصیر۔ ارے میاں کچھ کہو گے بھی یا معما ہی بولتے رہو گے۔

مجاہد۔ آپ نے اپنی کل جائداد کلیم کے نام ہبہ کرکے رجسٹری کرادی۔ سلیم اور فہیمہ کو آپ اپنی اولاد نہیں سمجھتے یہی مقدمہ ہے اور کیا ہے۔

نصیر۔ آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ آپ سے کوئی بات چھپی نہیں ہے اور نہ میری سب کا حال پوشیدہ ہے۔ میں بالکل اپنی رائے سے پھر گیا تھا۔ لیکن آنت ارضی وسماوی سے کیا چارہ۔ خدا کا غضب ہے۔ حاضری عدالت کے لیے میں نے کلیم کو اپنا مختار مقرر کرنا چاہا۔ سب رجسٹرار میرے مکان پر آئے۔ میں نے مسہل لیا تھا۔ چلنے پھرنے کی قوت نہ تھی اور مختار نامہ کی سخت ضرورت تھی۔ سب رجسٹرار گھر پر بلوائے گئے۔ مجھے کیا خبر تھی کہ مختار نامہ ہبہ نامہ ہو جائیگا۔ جب سے میں نے سنا ہے میرے ہوش بجا نہیں ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ مجھ سے فریب کیا گیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا دغا بازی کی گئی ہے

ہبہ نامہ کے جعلی یا اصلی ہونے کی بحث عبث ہی۔ ان جاہل فریب باتون مین قیصر کا
تعلق میکے والون سے پھر قایم رہیگا جسکے چھوٹنے کا مین مدت سے متمنی ہون۔

مجاہد۔ خیر تمھاری خانگی مصلحت کچھ ہی ہو لیکن مین نالش کے پہلو پر غور کرتا ہون تو
یہی اچھا معلوم ہوتا ہی کہ باپ اور بیٹے کی سازش بیان کی جائے اور اگر یہ پیرا اختیار کیا جائے
کہ بیٹے نے جعل بنا لیا تو بہت خطرناک ہی نفیر کا کوئی اعتبار نہین اگر عدالت کے سامنے
اُسنے کہدیا کہ ہبہ نامہ جعلی نہین ہی اصلی ہی تو پھر مقدمہ ختم ہو جائیگا اور اچھا خاصہ مقدمہ
خراب ہو جائیگا۔ محض نفیر کے کہنے سے جعلی کہنا بھی عقل کے خلاف ہی۔ جعلی کہکر فوجداری مین
مقدمہ چلانا بظاہر خوشنما ہوگا لیکن وہ بات حاصل نہ ہوگی جو مین چاہتا ہون۔ یعنی عوام پر
یہ ظاہر ہو کہ ہبہ نامہ شرع کے خلاف وصیت یا ہبہ کیا جائے تو عدالت سے باطل قرار
پائے گا عدالت دیوانی ہی مین نالش کرنے سے ممکن ہی غرض نفیر کی موافقت یا مخالفت
کام کی نہین ہی مقدمہ لڑنا چاہیے۔ مسٹر صفی نے بھی کہا تھا کہ مقدمہ لڑنے پر مصالحت ہو جائے
تو کچھ عجب نہین۔ لیکن یہ خیال بھی ہو کہ مقصد کی تائید نہیں ہوتا۔ مین تو یہ چاہتا ہون
کہ قوم کے لیے ایک عمدہ نظیر پیدا ہو جائے اور یہ جب ہی ممکن ہی کہ مقدمہ عدالت دیوانی
مین دائر ہو اور ہائیکورٹ یا پریوی کونسل تک پہنچکر اسکا فیصلہ نظیر قرار پائے۔

مسکین۔ مین مقدمہ ہی چاہتا ہون جب سے کہ مین نفیر کی [illegible] ادا کی
سکو طمع نہین ہی۔ پھر بھی مقدمہ لڑنا مجھے پسند ہی۔

ادھر عیار اور کلیم مین یون گفتگو ہو رہی تھی۔

کلیم۔ ہبہ نامہ تو لکھ گیا۔ لیکن جب سے یہ راز کھلا ہی میرا دل دھڑک رہا ہی۔

عیار۔ یہ تمھارا وہم ہی۔ دستاویز رجسٹری ہو گئی۔ اب تمھارا باپ بھی تمھارا دست نگر ہی
وہ ذرا چون نہیں کرسکتا۔

کلیم۔ آج ابا جان کو خبر ہوئی ہی۔ غصہ مین بھرے بیٹھے ہین دیکھیے کیا ہوتا ہی

عیار۔ تم بالکل صاحبزادے ہو۔ تم کیا سمجھے تھے کہ باپ کو کبھی خبر نہ ہوگی اور جب ہوگی
تو وہ یہ کہین گے کہ اچھا ہوا کہ گھر ہی کا [illegible] گھر ہی مین تو کیا حیرت ہی۔ اب فکر یہ کرو کہ

تم سے وہین - اور تمھارے اختیار مین رہین جو تم چاہو اُنسے کہلوالو۔

کلیم - ایک صورت یہ ہے کہ مین دستاور گولی کھا لیتا ہون اور طبیب جو صاحب کو آئے اُس کے سے مشہور کرا دیتا ہون کہ مجکو ہیضہ ہوگیا ہے۔ میری حالت غیر دیکھ کر جب شفقت پدری کو ور ہوگا تو اُنکا غصہ فرو ہوجائیگا اور پھر وہ میرے اختیار مین ہونگے

عیار - پھر تم نے وہی صاحبزادون کی سی باتین کین - یہ دولت کا معاملہ ہے دنیا مین یہ سب سے زیادہ پیاری ہے - شیخ نصیر کو اسوقت تمھاری موت بہت زیادہ خوش کرنے والی ہوگی - تم ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ تمھیں بیمار دیکھ کر وہ پریشان ہونگے تم ایسے بیٹے نے جب باپ سے یون دغا کی ہو تو اب تمکو باپ سے کچھ بھی امید خیر نہ رکھنا چاہیے - ترکی کی تاریخ تم نے پڑھی ہے سلطان سلیمان ایسے نیک نام بادشاہ پر یہ الزام ہے کہ اُسنے دو بیٹون کو اس شبہ میں قتل کرا دیا کہ وہ اسکی بادشاہت لیا چاہتے تھے - خود ہندوستان مین دیکھو - اکبر ایسا نیک نام بادشاہ اپنے بیٹے جہانگیر کے مقابلہ مین فوج بھیجنے پر مجبور ہوا - جہانگیر اپنے بیٹے خسرو کو قید میں رکھ کر اُسکی ہلاکت کا باعث ہوا - شاہجہان نے اپنے بیٹے عالمگیر کے مقابلہ میں دارا شکوہ کو سپہ سالار بنا کر بھیجا - اسے سب جانتے ہیں - شاہجہان کے ساتھ اسکے بیٹے عالمگیر نے جو کچھ کیا وہ بھی سب پر روشن ہے - دنیا کی تعلقات وہیں تک ہین جہانتک معاملہ باقاعدہ ہے - بیٹا باپ کا بدخواہ ہوا تو پھر باپ اُس سے محبت نہین رکھ سکتا - صاحبزادگی کا خیال دل سے دور کرو - استقلال اور ہمت کے ساتھ وہی طریقہ اختیار کرو جو نصیر کے باپون نے مانا کے ساتھ برتا تھا یا عالمگیر نے شاہجہان کے مقابلہ مین کیا تھا - نصیر کو نظربند کردو اور اُسپر یہ ثابت کردو کہ اگر نصیر نے ذرا انحراف کیا تو اُسکے لیے اچھا نہ ہوگا - مجاہد کے آدمی مخبری پر لگے رہتے تھے - مجاہد نے یہ خبر سُنی اور فوراً نصیر کے پاس پہنچا دی نصیر یہ سُنکر آگ بگولا ہوگیا اور اُسنے چار آدمی بھیجکر عیار کو بلوا بھیجا - عیار سے اُسنے کچھ گفتگو کی اور اُسکو ثابت ہوا کہ مجاہد نے خلاف واقعہ اُسکو اطلاع نہیں دی - ابھی تک بالکل حکومت نصیر کی تھی - تمام ملازم نصیر کو جانتے تھے - ذرا اشارہ ہوتے ہی عیار کی وہ گت

ہوئی کہ تمام عمر وہ بھولا نہ ہوگا۔ سپاہیون نے اتنے جوتے لگائے کہ اسکا تمام مُنھ سوج
گیا۔ وہ کسی طرح بحالت زار وہان سے اپنے گھر تک پہنچا اور پھر چھپرہ کا قیام ہی چھوڑ دیا۔
کمینہ طبیعت والے مار کھا کر کبھی کبھی درست ہوجاتے ہین۔ یہ شریف ہی کی شان ہے کہ
اُنسے جتنی ملایمت کی جائے وہ تواضع کرتے ہین اور اُنسے سختی کیجائے تو وہ بھی سختی کرتے
ہین۔ عیار جب مار کھا کر کلیم سے الگ ہوا تو کلیم بالکل تنہا رہگیا۔ باپ سے کسی قسم کی
مزاحمت کرنے کی اُسنے جرأت نہ کی لیکن نصیر اپنی حالت کی کمزوری سمجھا تا تھا اور کلیم
بھی وقت کا منتظر تھا۔ باپ بیٹون مین کوئی کھلی کھلی لڑائی ہونے نہین پائی تھی کہ فہیمہ
کی نالش کا سمن کلیم اور نصیر کے پاس پہنچ گیا۔

یہ مقدمہ بڑے اہتمام سے لڑا۔ نصیر اور نصیر کی بی بی کا اظہار لیا گیا۔ قانون اور
نظر کی کتابین تو اتنی پیش ہوئین کہ آج تک کسی مقدمہ مین اتنی کتابیں عدالت کے
سامنے نہ آئی ہونگی۔ جائداد متنازعہ چھپرہ اور پٹنہ دو ضلعون مین واقع تھی لیکن نظر
بمزید اہتمام مقدمہ پٹنہ کی عدالت مین رجوع کیا گیا اور مدعی علیہم کی طرف سے کوئی
عذر نہیں ہوا۔

مقدمہ کی پوری مسل یہان نقل کی جائے تو بیجا طوالت ہوگی۔ صرف تجویز کے
درج کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔

عدالت سب جج پٹنہ اجلاس سید فخر الدین سب جج

نمبر ۵۵ ۔ ۱۸۹۵ء ابتدائی نالش

تجویز

یہ مقدمہ نئے قسم کا ہے اور ساتھ ہی اسکے بہت دلچسپ اور اہم مسائل شرع محمدیؐ
پر مبنی ہے۔

چھپرہ کے ایک رئیس شیخ نصیر نے اپنی کل جائداد منقولہ اور غیر منقولہ اپنے بڑے
بیٹے کلیم کے نام ہبہ کردی۔ چھوٹے بیٹے سلیم اور اُس سے چھوٹی بیٹی فہیمہ کو بھی چند

چیزین ہبہ کی گئی ہین لیکن وہ اسقدر کم مالیت رکھتی ہین کہ اغراض مقدمہ کے لیے
سمجھنا چاہیے کہ سلیم کو باپ سے بہت کم ملا اور فہیمہ کو کچھ بھی نہین ملا یا یہ کہ اتنا کم ملا کہ
بمنزلہ نہ ملنے کے ہو۔ سلیم نے اب تک کوئی عذر نہین کیا۔ لیکن فہیمہ ہبہ کی منسوخی کا
دعوی کرتی ہو اور ڈگری استقراری باین مضمون چاہتی ہو کہ بعد مرنے شیخ نصیر کے تمام جائداد
مندرجہ ہبہ نامہ پر شرعی وراثت جاری ہو اور ہبہ نامہ کچھ مضر نہ ہو۔ عرضی مین کچھ اسکا
ذکر بھی ہو کہ ہبہ نامہ دباؤ ناجائز [illegible] کر لکھایا گیا ہو لیکن [illegible] دیتے وقت اسکا خیال نہین
کیا گیا اور [illegible] اسپر اصرار کیا گیا

مدعی کا مقدمہ [illegible] بیان اور ثبوت سے ظاہر کیا گیا ہو صرف یہ ہو کہ شیخ نصیر نے
چاہا کہ اسکے مرنے کے بعد [illegible] کوئی دوسرا وارث [illegible] ہو۔ وصیت اس
مضمون کی [illegible] ہوتی۔ [illegible] اسلیے اسنے اپنے [illegible] سے
[illegible] وصیت نامہ کے [illegible] ایک سازشی ہبہ نامہ لکھا دیا [illegible] فی الواقع [illegible] ہبہ سے
جائداد کا [illegible] قبضہ [illegible] نہین ہو۔

بعض جائداد ایسی ہو جو [illegible] ہبہ نامہ ہو لیکن وہ [illegible] کلیم [illegible]
عرضی مین کچھ اسکا تذکرہ نہیں ہو لیکن [illegible] بھی [illegible]
ہوتی ہو کہ جائداد موہوبہ مین کچھ جائداد [illegible] کی پیدا کی ہوئی بھی ہو۔ [illegible]
نصیر ہی کی ہو۔

امور تنقیح طلب یہ ہین

۱۔ ہبہ کے ذریعہ سے [illegible] قبضہ کا ہو جانیسے واہب بالکل قطع تعلق کرکے
الگ ہو گیا۔ اور موہوب لہ شئی موہوبہ پر قابض ہو گیا۔ یا یہ کہ اصل مقصود وصیت کرنا
یعنی مرنے کے بعد قبضہ دینا تھا۔ شرعی احکام کے اثر سے بچنے کے لیے سازشی
ہبہ نامہ لکھا گیا ہو۔

۲۔ جائداد موہوبہ مین کچھ جائداد خاص کلیم کی بھی شامل ہو؟ اور ہو تو کس قدر؟
امر اول کی تجویز شروع کرنے کے پہلے یہ [illegible] کرنا ضروری ہو کہ ہبہ نامہ کے فرضی

ثابت ہونے سے مدعی کو فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ میری راے ہے کہ - ہاں -
اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا کہ احکام قرآنی سے بچنے کے لیے اگر کوئی حیلا کی
جاے تو وہ اپنی حیلا کی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ آسانی سے اسے مقدمات شفع
میں سمجھ سکتے ہیں۔ بموجب احکام شرع محمدی کے حق شفع چند صورتوں میں پیدا
ہو سکتا ہے۔ انگریزی عدالتوں نے بھی اس حق کو مسلمانوں کے درمیان عموماً منظور
کیا ہے۔ حق شفع سے بچنے کے لیے سو روپیہ زرثمن کی جگہ پر اگر ہزار روپیہ زرثمن
لکھا جاے اور عدالتیں صحت زرثمن کی تحقیقات نہ کریں تو نالش شفع یقیناً بے سود ہوگی
ایسے ایمان دار آج کل بہت کم ہیں جو جھوٹ سے بچنے کے لیے راستی اس میں
کو روا نہ رکھیں - عدالتیں اس طور دیکھتی ہیں ایسی بھی ہوتی ہیں ساتھ مقدمے ایسے
ہوتے ہیں جن میں عدالتوں کو تجویز کرنا پڑتا ہے کہ زرثمن کم دیا گیا ہے اور شفیع کو دعوی
سے باز رکھنے کے لیے فریب زیادہ درج دستاویز کیا گیا ہے۔ بائع اور مشتری ایک قسم
بیع کرنا بیان کرتے ہیں۔ مضمون دستاویز اسکی تائید کرتا ہے۔ گواہان دستاویز بھی
کل زرثمن بیان کرتے ہیں مگر عدالت [illegible] دستاویز کیا [illegible] تمام شہادتوں
کے موازنہ کے بعد بائع اور مشتری دونوں کے بیان کو غلط تجویز کرتی ہے اور مضمون
دستاویز کے خلاف اصلی قیمت دریافت کرکے اسکے مطابق فیصلہ کرتی ہے۔
کئی مقدمات میں عبارت دستاویز کی نسبت [illegible] کہ [illegible] معاہدہ
دستاویز کا کیا نام رکھا ہے۔ یہ نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ عبارت دستاویز کے ربط سے
دستاویز کو کیا کہنا چاہیے اور اسی طرح اگر فریقین معاہدہ عبارت دستاویز کو فریب
دہی میں اور دستاویز کا نام بھی غلط قایم کریں تو وہ اصل پہچان کرکے عدالت ظاہر
کر سکتی ہے کہ فریقین نے فریب کیا ہے۔ مقصود فریقین یوں تھا اور دستاویز کو اغراض
مقدمہ کے لیے یوں سمجھنا چاہیے۔

قرآن اور حدیث سے وارث کے حقوق معین کیے گئے ہیں اور ہر ایک مسلمان کا
یہ فرض ہے کہ وہ [illegible] مسلمان ہو یہ سمجھے کہ خدا اور رسول کے حکم سے اچھا انتظام

وہ اپنے ترکہ کا نہیں کرسکتا۔ کسی مسلمان کا اپنے ترکہ کی نسبت بحق ورثا وصیت کرنا احکام قرآنی کو غیر مکتفی سمجھنا ہی اور اس طرح گویا اُسکی توہین کرنی ہی۔ لیکن بعض وقت فطرتی طبیعت کے علاوہ انسانی تعلقات بھی بہت کچھ ترقی کر جاتے ہین۔ شارع نے اس لحاظ سے مورث کو اپنے ترکہ کے ایک ثلث کی بابت غیر ورثا کے حق مین وصیت کرنے کا اختیار دیا ہی۔ اس بارے مین شرع محمدی اسقدر سخت ہی کہ کیسے ہی ضروری کام کے لیے کوئی وصیت کرنا چاہے۔ کارخیر ہی کے لیے وقف کرنا کیون نہ ہو۔ خانہ خدا کے لیے دینا ہو جب بھی وہ اپنے ورثا کو حصہ شرعی سے ایک ثلث سے زیادہ محروم نہین کرسکتا۔

لڑکیون کا میکے والون کی جائداد مین حصہ لینا کچھ دنون تک مختلف وجوہ سے عملی طور پر کم ہوگیا تھا۔ برٹش عدالتون کے بے طرفدارانہ انصاف نے اسکو پھر رونق دی اور یہان تک اسپر توجہ کی کہ چالیس پچاس برس کے بعد بھی بہنون نے حصہ پائے۔ بھائیون کا قبضہ کتنے ہی دن کا ہو مخالفانہ نہین قرار پایا۔ چند فیصلون کا مین حوالہ دیتا ہون انکے پڑھنے سے ہائیکورٹ کے ججون کے خیالات کا پتہ لگتا ہی۔

حشمت بیگم بنام مظہر حسین۔ انڈین لا رپورٹ الہ آباد جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۳۔ اسد علی مرزا بنام طائفن بی بی۔ انڈین لا رپورٹ کلکتہ جلد ۱۲ صفحہ ۳۲۸۔ عزت النسا بنام محمد تقی ویکلی نوٹس الہ آباد صفحہ ۱۳۲ ۱۸۸۶ء۔ گوہر دہن بنام حسرت ویکلی نوٹس صفحہ ۱۱ ۱۸۸۸ء۔ فضل بنام عمدہ ویکلی نوٹس صفحہ ۱۷ ۱۸۹۴ء

ان فیصلون کے پڑھنے کے بعد کچھ عجب نہین کہ بدنیت بھائیون کو شروع ہی سے اپنی بے زبان بہنون کا جھگڑا پاک کر دینا مناسب معلوم ہو اور وہ ترکیبین اختیار کی جائین جنمین سے ایک اسوقت میرے سامنے ہی۔ عدالتون پر ان دقتون کا رفع کرنا لازم ہی اور اسی لیے کسی قدر مزید اہتمام سے مین یہ تجویز لکھنا چاہتا ہون۔

غرض ورثا کے حق مین کسی طرح وصیت جائز نہیں ہی۔ اگر وصیت مطابق شرع کے ہوگی تو بیکار ہوگی۔ اور شرع کے خلاف حصص مقرر کیے جائین گے یعنے ایک کو زیادہ اور دوسرے کو کم دیا جائیگا تو صریح مخالفت احکام قرآنی سے

لازم آئے گی۔

شرع محمدی کا یہ مسئلہ متفق علیہ ہے جیسا کہ جسٹس امیر علی کی شرع محمدی طبع ثانی جلد ۱ صفحہ ۴۸۰ میں مندرج ہے "تمام مذاہب اہل اسلام (سنی) متفق الرائے ہیں کہ وصیت بحق ورثا کالعدم ہے" مگر رلا لکچرس ۱۸۷۴ء ازشاما چرن سرکار ۱۸۷۵ء جلد دوم صفحہ ۵۴ میں لکھا ہے "کوئی اپنی جائداد کی بابت بحق ورثا وصیت کرے تو ایسی وصیت جب تک اُسکے باقی ورثا رضامند نہ ہوں جائز نہیں ہے۔ ہدایہ کتاب الوصایا میں لکھا ہے "اگر کوئی شخص وارثوں کے حق میں وصیت کرے تو جائز نہیں ہے کیونکہ پیغمبر خدا کا قول ہے کہ "خدا نے تمام وارثوں کے حصے معین کر دیے ہیں۔ آگاہ ہو کہ وارث کے لیے وصیت نہیں ہے" ایک کو ترجیح دی جائیگی تو دوسرے کو اذیت پہنچے گی۔ اور ایسا جائز رکھا جائے تو قطع رحم لازم آتا ہے۔ اور علاوہ بریں حدیث مسبوق الذکر کے رو سے ایسا کرنا ظلم ہوگا۔

ولا تجوز لوارثہ لقولہ علیہ السلام ان اللہ تعالی اعطی کل ذی حق حقہ الا لا وصیۃ للوارث ولانہ یتاذی البعض بایثار البعض ففی تجویزہ قطیعۃ الرحم ولانہ حیف بالحدیث الذی رویناہ

کلیم نے یہ خواہش کی کہ نصیر کے مرنے کے بعد سلیم اور رضیہ کو ترکہ پدری میں کچھ بھی نہ ملے اور جو مسائل شرع محمدی لکھے گئے اُنکو سب جانتے ہیں۔ کلیم خود بھی لکھا پڑھا واقف کار شخص ہے اور اُسکے صلاح کار تو ایک سے ایک بڑھ کر قانون دان ہونگے میں سمجھتا ہوں کہ کلیم نے انھیں امور پر نظر کر کے بجائے وصیت نامہ کے ہبہ نامہ لکھوایا۔ ممکن ہے کہ نصیر وصیت نامہ لکھنے کو زیادہ پسند کرتا ہو لیکن ضعف پیری کی وجہ سے وہ اپنی خواہش پر کاربند نہ ہو سکا۔ واسنا جائز کی نسبت میں کچھ لکھا نہیں چاہتا۔ فریقین [illegible] [illegible] ہے اور وہ ثابت ہوا ہے جیسے یہ بخوبی ثابت کیا گیا ہے کہ نصیر کی [illegible] تھی۔ سلیم نے اُسکو باور کرایا کہ وہ جیتے جی [illegible] نہیں کیا جائیگا [illegible] ہے کہ نصیر پر مستورات بعض ہے اور کلیم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

نصیر پر [illegible] باپ پر [illegible] نہیں ہے کہ [illegible] ہمارے کچھ [illegible]

اگر اس خاص معاملہ مین اُسکی شہادت جب اپنی [illegible] وہ کلیم کے خلاف ہو نظرانداز نہیں کی جا سکتی
کلیم [illegible] بیان [illegible] ہیمہ کی [illegible] مدعیہ کی تائید مین ہی۔ کلیم کی بی بی اور خاندان کی لڑکیون
کے اظہار [illegible] لیے مدعیہ نے درخواست کی تھی لیکن پھر سبب [illegible] کہ وہ اُس سے دست بردار
ہوگئی۔ معلوم ہوتا ہی کہ مدعیہ نے اپنے خاندان کے اعزاز کا خیال کیا۔ اسکی شریف النفسی
سے بھی مین متاثر ہوا لیکن نہ ایسا کہ روداد سے باہر چلا جاؤن۔ یہ عورتیں اظہار دیتین
اور مفید مدعیہ بیان کرتین جب بھی مقدمہ کی یہی حالت رہتی۔ فریقین کے والدین سے
زیادہ اور کسکی شہادت اس مقدمہ مین زیادہ کارآمد ہو سکتی ہی جب وہ کلیم کے خلاف ہی
مین مدعیہ اور اُسکے صلاح کارون کی دانشمندانہ پیروی کو پسند کرتا ہون کہ اُنھون نے
انھین دو گواہون کے بیان پر مقدمہ ختم کرنا چاہا جبکہ سچ تو لینے بغیر چارہ نہ تھا۔

مدعیہ نے اپنے مقدمہ کو فریب کی بنیاد پر چلانا چاہا ہی۔ یعنے اُسکے بیان مین نصیر کا
مقصد یہ ظاہر کیا گیا ہی کہ وہ چاہتا تھا کہ جیتے جی خود قابض رہے اور اُسکے مرنے پر تنہا کلیم
اُسکے کل ترکہ کا مالک ہو قابض ہو۔ ایسی وصیت جائز نہ ہوتی اسلیے ہبہ نامہ کا فارم اختیار
کیا گیا ہی۔ فی الواقع قبضہ بدستور نصیر کا ہی اور جیتے جی قبضہ کا چھوڑنا وہ چاہتا بھی نہین۔
اگر مقدمہ صرف اتنے ہی بیان سے رجوع ہوتا کہ ہبہ کے رو سے کلیم نے قبضہ نہین پایا جب
بھی مدعیہ کی غرض حاصل ہو جاتی اُسکے اغراض کے لیے صرف اتنا ہی بیان کافی ہوتا مگر
حالات مین ضرور فرق ہی۔ ایک تو یہ ہی کہ ہبہ ہوا ہی نہین اور دوسرے یہ کہ ہبہ ہوا لیکن قبضہ
نہ ملنے سے بے اثر رہا۔ لیکن نتیجہ قانونی دونون کا یکسان ہی جیسا کہ مین آگے بیان کرونگا اور
اسلیے مین اپنی تجویز مین دونون پہلوؤن کو ساتھ ساتھ رکھون گا۔

اسوقت جو کتابین شرع محمدی کی ہندوستانی عدالتون مین رائج ہین اُنکے رو سے
ہر شخص کو ہبہ کرنے مین کسی قسم کی قید نہین ہی۔ صرف وصیت کے ساتھ یہ قید ہی کہ ورثا کے
حق مین کالعدم ہی اور غیر ورثا کے حق مین ایک ثلث تک جائز سمجھی گئی ہی مرض موت کا ہبہ و صدقہ
اور مرنے کے بعد وقف کا نفاذ مقصود ہو تو وہ بھی وصیت ہی بس اسقدر مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ باپ کو
اپنی اولاد کے حق مین اپنی جائداد کا غیر مساوی طور پر ہبہ کرنا ایسا امر نہین ہی کہ بے تکلف

شرعاً جائز سمجھ لیا جائے اسلئے کراہت تحریمی ہے تو کوئی کلام نہیں [illegible]
ہے اسمین علما کا اختلاف ہے۔

مدعیہ کا مقدمہ تو یہ ہے کہ ہبہ ہوا ہی نہین یا زیادہ سے زیادہ آسانی فیصلہ کے لیے مان لو کہ ہوا لیکن قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے کالعدم رہا مدعیہ کا مقدمہ یہ نہین ہے کہ ہبہ ہوا اور قبضہ دیا گیا۔ جب بھی وہ کالعدم ہے بلکہ مین سمجھتا ہون کہ اگر ایسا ہوتا یعنے باپ ہبہ کرتا اور تسلیم کو تا لفظ کرا دیتا جب بھی مدعیہ دعوی کر سکتی تھی۔

گو اسوقت یہ بحث پیدا نہین ہے۔ مگر احکام شرع محمدی پر پیسید لنظر پڑنے سے کہہ لیے ضرور ہے کہ ہبہ بحق اولاد کہانتک جائز ہے کیونکہ اپر بھی سرسری نظر پڑ جائے۔

نعمان اصلا انصار رسول اللہ سے تھے انکے باپ بشیر نے انکو ایک غلام دینا چاہا چونکہ پیغمبر خدا نے اصول اسلام اپنی صحت سے سب کے دلون مین جما دیا تھا اسلیے اس ہبہ کے جواز مین آن سب کو شبہ ہوا اور انھون نے چاہا کہ پیغمبر صاحب کے پاس چل کر انکو گواہ کرین اور اس طرح دریافت کرلین کہ اس ہبہ مین کوئی نقصان تو نہین ہے پیغمبر صاحب نے شنکر ہبہ کو ناجائز بتایا اور نعمان کو جو غلام بشیر سے ملا تھا وہ بشیر کے پاس واپس آگیا۔

حدیث کی عبارت یہ ہے

ان اباہ اتی بہ الی رسول اللہ صلعم فقال انی نحلت ابنی ہذا غلاما کان لی فقال لہ رسول اللہ صلعم اکل ولدک نحلتہ مثلہ قال لا قال فارجعہ فی روایۃ قال رسول اللہ صلعم اتقوا اللہ واعدلوا فی اولادکم صحیح بخاری المجلد الثالث	نعمان کے باپ نے رسول اللہ صلعم کے پاس آکر کہا کہ مین نے اپنا ایک غلام نعمان کو دیا۔ رسول اللہ صلعم نے کہا کیا اپنے تمام لڑکون کو تم نے ایسا ہی غلام دیا ہے۔ نعمان کے باپ نے جواب دیا کہ نہیں۔ پیغمبر خدا نے کہا کہ واپس لے لو۔ اور ایک روایۃ میں کہا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد مین عدل کرو۔ صحیح بخاری المجلد الثالث کتاب الھبہ۔

حدیثین بالفاظ اور بمعنی دونون طرح منقول ہوئی ہیں۔ راویون کا حافظہ اکثر

بعضون کو صرف معنی کا خیال رکھتا تھا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اصل راوی نے کبھی الفاظ روایت کی اور کبھی بہ معنی۔ مختلف وقتون مین مختلف سننے والون کے ذریعے سے اختلاف شروع ہوا۔ جب حدیثون کی تدوین کا وقت آیا تو جمیع اقوال بغرض احتیاط قلمبند کر لیے گئے۔ غرض پیغمبر خدا کے منہ سے جو الفاظ نکلے اُنکو مختلف کتب احادیث مین یون لکھا ہے۔

نام راوی یا کتاب	عبارت	ترجمہ
تمام کتب احادیث مین	فقال رسول اللہ صلعم اتقوا اللہ واعدلوا فی اولادکم	رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد مین عدل کرو
شیخین یعنے صحیح بخاری اور صحیح مسلم	فارددہ یا فارجعہ	رسول اللہ صلعم نے کہا ہبہ واپس لے لو۔
مسلم	فلا تشہدنی فانی لا اشہد علی جور	رسول اللہ صلعم نے کہا مجھے گواہ نہ کرو کہ مین جور و ستم کا گواہ نہ بنون گا
جامع صحیح مسلم و سنن نسائی	فاشہد علی ہذا غیری لیس یصح ہذا وانی لا اشہد الا علی حق	اس امر مین میرے سوا کسی دوسرے کو گواہ کرو یہ صحیح نہین ہے۔ مین حق ہی پر گواہ ہو سکتا ہون
صحیح مسلم	اعدلوا بین اولادکم فی النحل کما تحبون ان یعدلوا بینکم فی البر	ہبہ مین تم اپنی اولاد کو برابر سمجھو جیسا کہ تم چاہتے ہو کہ وہ سب تمھاری اطاعت برابر کریں
احمد	ان لبنیک علیک من الحق ان تعدل بینہم فلا تشہدنی علی جور اتحب ان یکونوا الیک فی البر سواء قال بلی قال فلا اذا	تمھاری اولاد کا یہ حق ہے کہ تم اُنکے ساتھ عدل کرو دیکھو تم ظلم پر گواہ نہ کرو۔ تم چاہتے ہو کہ وہ تمھاری اطاعت برابر کرین۔ بشیر نے کہا ہان آنحضرتؐ نے فرمایا تو تم عدل نہ کرو گے تو وہ اطاعت نہ کریں گے
سنن نسائی	فاشہد علی ہذا غیری	میرے سوا کسی اور کو گواہ کرو۔
"	فکرہ ان یشہد	اپنا گواہ ہونا آنحضرتؐ مکروہ سمجھے۔
"	الا سویت بینہم	گویا اپنی اولاد مین تم نے برابری کا خیال نہین رکھا

نام راوی یا کتاب	عبارت	ترجمہ
ابن حبان	سَوّوا بینہم	اولاد میں مساوات کا خیال رکھو۔
موطا امام مالک	فارتجعہ	واپس کرلے
عبد الرزاق	لا اشہد الا علی حق	میں گواہی نہیں دیتا لیکن حق پر
سنن ابی داؤد	ان لہم علیک من الحق ان تعدل بینہم کما ان لک من الحق ان یبروک	لڑکوں کا یہ حق ہے کہ تم اُنکے ساتھ عدل کرو جیسا کہ تمکو یہ حق ہے کہ وہ تمہاری اطاعت کریں

اِن تمام اقوال مختلفہ پر لحاظ کرکے جو نتیجہ علمائے متقدمین نے نکالا ہے وہ یہ ہے۔

صاحب رائے	عبارت	ترجمہ
حافظ ابن حجر	کلہا ترجع الی معنی واحد وقد اشتمل علی الامر بالتسویۃ والنہی عن المخالفۃ والتصریح لعدم صحۃ الہبۃ التی لا تسویۃ فیہا وانہا من الجور والتنبیہ علی البطلان بالفحوی۔	سب کا ایک ہی مفہوم ہے یعنے مساوات کا حکم اور اسکے خلاف کرنے کی مخالفت اور تصریح اس امر کی کہ جہاں مساوات نہ ہو تو وہ جائز نہیں ہے اور ظلم ہے اور اُس کے بطلان کا حکم فحوائے عبارت سے عیاں ہے۔
شوکانی رح	اذا لم تفد ہذہ الادلۃ المنع فلا ندری ای دلیل یفیدہ	اگر اِن دلیلوں سے منع نہیں سمجھا گیا تو معلوم نہیں پھر کون سی دلیل سے منع سمجھا جائیگا۔
امیر حسین در شفاء الاوام	دل ذلک علی وجوب المساوات والعدل لانہ اوردہ مورد الامر والامر یقتضی الوجوب	اس سے مساوات اور عدل کا وجوب نکلتا ہے کیونکہ یہ امر کی جگہ پر آیا ہے اور امر مقتضی ہے وجوب کا
امام احمد بن سلیمان در اصول الاحکام	دلّ علی انہ لا یجوز الا التسویۃ بین الاولاد	اس سب سے یہی نکلتا ہے کہ اولاد میں سوا تسویۃ کے یعنے اُنکے حقوق مساوی رکھنے کے سوا اور کچھ جائز نہیں ہے۔

امام احمد بن سلیمان نے ایک قول ابن عباس کا نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔

...وا... بین اولادکم فی العطیہ فلو ...ت مفضلا فضلت البنات	دینے مین اپنی اولاد کے ساتھ مساوات کا خیال رکھو۔ اگر ایک کو ترجیح دینے کا اختیار ہوتا تو مین لڑکیون

کو ترجیح دیتا۔

...مین یہ لکھنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہی کہ جتنی باتین اوپر بیان کی گئین وہ سب ...علما کے نزدیک مسلم ہین جو کچھ انمین اختلاف ہی نتیجہ نکالنے مین ہی۔ بعض کہتے ہین کہ تسویہ (یعنی سب اولاد کو برابر دینا) مناسب ہی اور اُسکا ترک کرنے والا گنہگار ہی اور بعض کا قول ہی ...گنہگار تو ہی ہی لیکن ہبہ بھی کالعدم ہی۔ تسویہ مطابق حصص شرعی کے ہونا چاہیے ...مطابق ...کے ہونا چاہیے۔ دوسرے لفظون مین مساوات برحسب ...مورث ہونا چاہیے یا برحسب رؤس۔

...محمد کہتے ہین۔

...اختلف فی ہذا مین العلماء انما اختلفوا فی کیفیۃ التسویۃ فذہب ابو یوسف الی التسویۃ بین الذکر والانثی... وقال محمد یجب ان ...بینہم علی حسب المواریث للذکر ...الانثیین ...وجہ ...تحقق المال علی ہذا السبیل	مساوات کی ضرورت مین علما کا اختلاف نہین ہی۔ جو کچھ اختلاف ہی کیفیت مساوات مین ہی۔ ابو یوسفؒ کا مذہب ہی کہ باپ بخشش مین پسر اور دختر کو برابر رکھے۔ اور محمدؒ نے کہا نہین۔ واجب ہی کہ علی حسب المواریث انمین مساوات کی جائے یعنے پسر کو دو حصے دیے جائین اور دختر کو ایک حصہ اور وجہ اسکی یہ بیان کی کہ اگر باپ مرجائے اور کچھ دے نہ جائے

تو ...ورثا اسی طریقے سے ترکہ ...پائین گے۔

...ان تمام اقوال پر نظر کر کے میری ذاتی راے یہ ہی کہ ہبہ مین مساوات واجب ہی ...اور جب ہبہ بین بغیر کسی وجہ شرعی کے مساوات بین الاولاد نہ ہو وہ باطل اور کالعدم ہی ...ب ہبہ کرنے والا گنہگار اور سخت گنہگار تو تمام علماے اسلام کے نزدیک ہی لیکن اس ...امر مین اختلاف ہی کہ وہ باطل ہی یا نہین۔ بعض علما کے نزدیک وہ ضرور باطل ہی ...اور شرعی حکم سے کالعدم ہوسکتا ہی اور یہی راے میری بھی ہی۔

جس وجوہ سے مین نے یہ راے قایم کی ہے اُنکی تصریح ذیل میں ہے۔

جب آنحضرت نے فرمایا۔

| لیس تصح ہذا | "یہ صحیح نہین ہے" تو پھر عدم جواز ہبہ غیر مساوی مین کیا شبہ رہ گیا۔

| لا اشہد الا علی الحق | "مین سواے حق کے دوسرے کسی امر کا گواہ نہین ہوسکتا" جسکا مطلب صریح یہ ہوا کہ یہ حق نہین ہے حق ہوتا تو مین گواہ ہوتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو حق نہین ہے باطل ہے۔

| لا تشہدنی علی جور | "جور پر مجکو گواہ نہ کرو" جور کے باطل ہونے مین کسی کو کلام نہین ہے۔

| ان لبنیک علیک من الحق ان تعدل بینہم | "لڑکون کا تجھ پر یہ حق ہے کہ تو انمین عدل کرے" جب عدل لڑکون کا حق ہوا تو باپ پر واجب ہوا۔ اور باپ کا جو فعل حق اور وجوب کے خلاف ہوگا وہ باطل ہوگا۔

| فارجعہ یا اردوہ | "واپس لے لو" اگر ہبہ غلام کا بمحرومی دوسرے لڑکون کے جائز ہوتا تو آنحضرت کسی طرح ہبہ کے واپس لینے کا حکم نہ دیتے۔ ہبہ شرعاً باطل تھا جب ہی اسکی واپسی کا حکم دیا۔

| اتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم | "اللہ سے ڈرو اور اپنے لڑکون مین عدل کرو" اللہ کے ساتھ یہان عدل کو عطف کیا ہے۔ یعنے اللہ سے ڈرنا جس طرح واجب ہے اسی طرح لڑکون مین عدل کرنا واجب ہے۔ احکام شرعیہ سے فقہی مسائل اخذ کرنے والے سمجھ سکتے ہین کہ اس قول مین کتنا زور ہے۔

حدیث مین نعمان کا بیان بھی منقول ہے۔ اُسنے کہا۔

| فرجع ابی فی تلک الصدقۃ | "پھر میرے باپ نے وہ صدقہ واپس لے لیا" اصطلاح شرع مین ہبہ نحل اور عطیہ اور کبھی کبھی صدقہ ایک ہی شی ہے۔ بشیر الصار سے تھے عربی زبان خوب سمجھتے تھے۔ انھون نے ہبہ کو ناجائز سمجھ کر غلام واپس لے لیا۔

سالف سے ایک قول منقول ہے کہ آنحضرت نے دو مرتبہ کہا

لکنی لا افضل احداً فلا افضل البنات "میں کسی کو ترجیح نہیں دیتا اسلیے لڑکیوں کو ترجیح نہیں دلیکتا" اس سے تفضیل کی نفی اور بطلان کی دلیل صریح واضح ہے۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ جو اسے میں نے ظاہر کی ہے وہ میری رائے ہے۔ نعمان بن بشیر کی حدیث سے اور شرع محمدی کے اعتدال اور اصول پر نظر کرکے بہت سے اکابر نے یہی رائے ظاہر کی ہے کہ اولاد میں ہبہ کے وقت مساوات کا خیال رکھنا واجب ہے اور جس ہبہ میں مساوات مین الاولاد نہ ہو وہ کالعدم اور باطل ہے۔

میں یہاں پر علامہ محمد ابن اسمعیل امیر یمانی کی کتاب سبل السلام فی شرح بلوغ المرام مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی سنہ ۱۳۰۱ صفحہ ۴۸ کا ترجمہ نقل کرتا ہوں

باب الھبۃ۔ الحدیث الاول (عن النعمان بن بشیر ان اباہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال ان نحلت ابنی ہذا غلاماً کان لی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکل ولدک نحلتہ مثل ہذا فقال لا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارجعہ وفی لفظ فانطلق الی الی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیشہدہ علی صدقتی فقال افعلت ہذا بولدک کلہم قال لا قال فاتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم فرجع ابی فرد تلک الصدقۃ متفق علیہ وفی روایۃ لمسلم قال فاشہد علی ہذا غیری ثم قال ایسرک ان یکونوا الک فی البر سواء قال بلی قال فلا اذن) الحدیث دلیل علی وجوب المساواۃ بین الاولاد فی الھبۃ وقد صرح بہ البخاری وہو قول احمد واسحق وآخرین

باب ہبہ۔ حدیث اول۔ نعمان بن بشیر سے روایت ہے اسکا باپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اپنے اس بیٹے (نعمان) کو اپنا یہ غلام دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اپنی تمام اولاد کو تم نے یوں ہی دیا ہے؟ بشیر نے کہا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہبہ واپس لے لو" اور ایک روایت میں نعمان کا بیان ہے کہ" میرا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا کہ آنحضرتؐ کو اس ہبہ پر گواہ کرے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا ایسا ہی ہبہ تمام اولاد کے حق میں تم نے کیا ہے؟ میرے باپ نے کہا نہیں۔ آنحضرت نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے حق میں عدل کرو۔ پھر میرا باپ الٹا آیا اور وہ ہبہ پھیر لیا۔ اسپر سب کا اتفاق ہے۔ اور مسلم کی ایک روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میرے

وانها باطلة مع عدم المساواة وهو الذي
يفيده الفاظ الحديث من امره صلى الله عليه
وسلم بارجاعه ومن قوله اتقوا الله وقوله اعدلوا
بين اولادكم وقوله فلا اذن وقوله لا استهد
على جور واختلف في كيفية التسوية فقيل بان
تكون عطية الذكر والانثى سواء وهو ظاهر قوله
في بعض الفاظ عند النسائي الا سويت بينهم وعند
ابن حبان سووا بينهم والحديث ابن عباس
سووا بين اولادكم في العطية فلو كنت مفضلا
احدا لفضلت النساء اخرجه سعيد بن منصور
والبيهقي باسناد حسن وقيل التسوية ان يجعل
للذكر مثل حظ الانثيين على حسب التوريث و
ذهب الجمهور الى انها لا يجب التسوية بل تندب
واطالوا في الاعتذار عن الحديث وذكر في الفتح
عشرة اعذار كلها غير ناهضة وقد كتبنا في ذلك
رسالة جواب سوال اوضحنا فيها قوة القول
بوجوب التسوية وان الهبة مع عدمها باطلة

سوا کسی اور کو گواہ کرو۔ اور پھر فرمایا تمکو اچھا معلوم
ہوگا اگر سب اولاد بدرجہ مساوی اطاعت کرے بشیر
نے کہا ہان۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم عدل نہ کروگے تو
وہ اطاعت بھی نہ کریگی تو اصل حدیث کی
عبارت ہوئی۔ اسپر علامہ یمانی رحمہ اللہ تعالی شرح
لکھتے ہین کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ
کرنے میں تمام اولاد کو مساوی درجہ مین رکھنا واجب ہے
اور بخاری نے بھی ایسی ہی صراحت کی ہے احمد و اسحق
وغیرہ کی بھی یہی راے ہے اور یہ بھی پیدا ہے کہ جس ہبہ مین
مساوات بین الاولاد نہو وہ باطل ہے الفاظ حدیث دیکھو
آنحضرتؐ کا حکم دیا کہ ہبہ واپس لے لو اور پھر فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اولاد
کے درمیان عدل کرو۔ آپکا فرمانا تو وہ اطاعت بھی کرینگے
آپکا ارشاد کہ مین ظلم پر گواہ نہیں ہوتا ان سب سے یہی پیدا
ہے۔ ہان مساوات کی صورت مین البتہ اختلاف ہے بعضون نے
کہا مرد اور عورت کو برابر دینا چاہیے کیونکہ حدیث کے
الفاظ صریح یہی معنی رکھتے ہیں مثلاً نسائی کے نزدیک
عبارت یہ ہے کیا تو نے اولاد میں مساوات نہیں رکھی۔ ابن
حبان کے نزدیک آنحضرت کا قول یہ ہے کہ اولاد مین مساوات رکھو۔ ابن عباس کی حدیث یون مشہور
ہے کہ اپنی اولاد میں تسویہ (برابری) رکھو۔ اگر کسی کو مین فضیلت دیتا تو عورتون کو فضیلت دیتا۔
سعید بن منصور اور بیہقی نے باسناد حسن یہ نقل کیا ہے اور بعضوں کی راے ہے کہ تسویہ یون ہونا چاہیے
کہ مرد کو حالت ہبہ مین دو عورتون کے برابر دیا جائے جیسا کہ توریث کی حالت مین حصہ ملتا ہے
اور بہت سے لوگون کی یہ راے بھی ہے کہ تسویہ واجب نہین ہے بہتر ہے۔ حدیث میں انھون نے
تاویلین کی ہیں اور دس حجتین لکھی ہیں جنمیں ایک بھی معقول نہین ہے۔ مین نے اس بات مین

ایک رسالہ بطور جواب وسوال لکھا ہی اور وجوب توصیح سے ثابت کیا ہی کہ وجوب تسویہ کی رائے قوی تر ہی اور جس ہبہ مین تسویہ نہو وہ باطل ہی - ترجمہ ختم ہوا -

یہ بھی واضح رہے کہ دیگر بلاد اسلام مین ہبہ بین الاولاد بین غیر مساوات محبت کے کم ہوتے ہونے کی وجہ سے ہوگی اور علما نے اسی خیال سے اسکو غیر ممدوح یا باطل ٹھہرایا ہوگا - ہندوستانی مسلمان جو اپنی لڑکیون سے محبت رکھتے ہیں - لڑکون سے ناخوش رہتے ہین اور پھر یہ چاہتے ہین کہ لڑکے اُنکا ترکہ پائین اور لڑکیان نہ پائین وہ عورتون کے حقوق کو جو قرآن مین مقرر ہیں خلاف عقل سمجھتے ہیں اور اس طرح خدا کے کلام کو خلاف حکمت جانتے ہیں اور خدا کو حکیم مطلق نہیں سمجھتے - انکو ضد ہی کہ اُنکے خاندان مین وراثت قرآن مجید کے مطابق جاری نہ ہو - اگر یہ صورت اُس علما کے سامنے پیش ہوتی تو وہ ہبہ کے باطل ٹھہرانے ہی پر اکتفا نہ کرتے بلکہ واہب کے مرتد (دین اسلام سے پھرنے والا) ہوجانے کا بھی فتوی سناتے

شرع محمدی جس اصول پر مبنی ہی اسکا مقتضا یہی ہی کہ ایسی ہبہ مین مساوات واجب ہو - جن گھرون مین باپ اپنی اولاد کے ساتھ مساوات کا خیال نہین رکھتا وہان اولاد بھی باپ کی اطاعت دل سے نہین کرتی - علما نے لکھا ہی کہ یہ ترجیح منزل کی خرابی کا باعث ہوگا " مین کہتا ہون کہ صرف اتنا ہی نہین بلکہ بھائیون مین اور بھائی بہنون مین اور اُنکی اولاد مین ہمیشہ کے لیے باہم ایک دوسرے سے نفرت پیدا ہوجاتی ہی اور رفتہ رفتہ اس سے قومی نفاق کی بنیاد قایم ہوتی ہی اور پھر نہایت خراب اثر مترتب ہوتے ہین ہندوؤن کی حالت بلکہ اچھی ہی جہان لڑکیان جانتی ہین کہ وہ شاستراً محروم ہین - لیکن مسلمانون مین جب یہ تسلیم کیا جاتا ہی کہ باپ کے مرنے پر لڑکیان ضرور پائین گی - باپ کو یہ اختیار نہین ہی کہ وصیت کے ذریعہ سے اُنکو محروم کرے تو لڑکیان ایک حق اپنا پیدا سمجھتی ہین - اب اگر باپ کو اجازت دیجائے کہ وہ دوسرے ورثا کے حق مین ہبہ کرکے اپنی لڑکی کو محروم کرے تو اسکے خواہ مخواہ لڑکی کو شکوہ کا موقع ہوگا امید ہی پیدا ہوجانے سے تو شکوہ کا موقع ہوتا ہی - شکوہ اکثر نفرت اور عداوت تک منجر ہوتا ہی - باپ کو وصیت سے روک کر یون ہبہ کی اجازت دینا گویا اسکو جھوٹی کاروائی کرنے کی اجازت دینا ہی - اور یہ اور بھی بُرا ہی - غیر مساوی ہبہ کے عدم جواز

کا حکم نہ ہوتا جب بھی یہ قیاس ہونا چاہیے تھا کہ ہبہ غیر مساوی مصالح شرعی کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے لیکن یہان تو صریح حدیث نبوی موجود ہے نہ اسمیں تاویل کی گنجایش ہے اور نہ کچھ بھی پس و پیش کا موقع ہے۔

ہائیکورٹ کلکتہ مین ایک بڑا لایق مسلمان جج موجود ہے اور یہ مقدمہ غالباً بصیغۂ اپیل انھین کے سامنے پیش ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ جب اہم مسائل شرعیہ پر مین نے اسقدر محنت و مشقت گوارا کی ہے وہ رایگان نہ جائیگی اور مجھے امید ہے کہ بمبئی ہائیکورٹ مین اگر یہ مسئلہ کسی صورت سے چھڑا تو وہان بھی ایک بڑا ذی علم مسلمان جج موجود ہے۔ ایسے ایسے لایق آزاد و صائب الراے ریفارمر ان باتون پر غور کیے بغیر نہ رہینگے۔ ان لوگون کا فیصلہ قانون کا حکم رکھتا ہے۔ انھین کے فیصلے جج میڈ لا کہلاتے ہین۔ گورنمنٹ نے شرع محمدی کو مسلمانون کے درمیانی معاملات مین زندہ رکھنے کا ارادہ مصمم کرلیا ہے۔ اور اسوقت گورنمنٹ کی طرف سے انھین دونون مسلمان ججون کی گردنون پر تمام ہندوستان کے مسلمانون کے مقصفیہ حقوق کا گویا بار ہے۔ یون تو تمام جج برابر ہین۔ لیکن مسئلہ شرع مین جو مدد ان صاحبون سے کی جاسکتی ہے دوسرون سے نہین ہوسکتی۔ یہ اپنے منصب کو سمجھین تو اپنے وقت کے قاضی ابو یوسف اور امام محمد بن حسن ہین جان سے یہ شرعی مسائل کو سمجھتے ہین وہ بہت زیادہ قابل قدر اور تمام مسلمانان ہند کی شکر گزاری کا باعث ہے۔ ان لوگون سے امید ہے کہ عورتون کے حقوق کی پامالی کسی طرح گوارا نہ کرینگے۔

میری اسقدر تحریر رایگان نہ سمجھی جائیگی۔ ان تحریرون سے معلوم ہوگا کہ مسلمانون مین ہبہ اور وصیت کی کیا نوعیت ہے۔ لڑکون کے حقوق کیا ہین۔ والدین کے حقوق کیا ہین۔ جب تک ان تمام امور سے واقفیت نہ ہوگی کوئی شخص واقعات پر صائب راے نہین قائم کرسکتا۔

اب مین امور ذیل کی تجویز شروع کرتا ہون۔ میری تجویز کا مدار شیخ نصیر اور اسکی بی بی حلیمہ خاتون یعنے فریقین کے والدین کے اظہار پر ہے اور فی الواقع تمام مسل مین یہی دو شہادتین ہین۔ ان شہادتون سے عرضی دعوی کے بیان کی پوری تائید ہوتی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ

کلیم نے اپنے حق مین کل جائداد کی وصیت چاہی۔ شیخ نصیر اسپر راضی تھا لیکن کلیم نے اس حالت کو کمزور سمجھ کر انکار کیا۔ پھر تھوڑے دلون کے بعد یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔ لیکن تاریخ ہبہ سے کسی قسم کا فرق انتظام مین نہین آیا۔ نہ نصیر نے اپنا قبضہ اُٹھایا اور نہ کلیم نے کبھی قبضہ پایا۔ بلکہ شیخ نصیر کی بی بی نے کہا کہ "جیتے جی بھلا قبضہ شیخ نصیر کا کیون کر جاتا رہیگا۔ تحریر کا تو یہ منشا ہی کہ شیخ نصیر او رمیرے مرے پر تنہا قبضہ شیخ کلیم کا رہے" میں تجویز کرتا ہوں کہ نصیر نے کلیم کو مطابق ہبہ کے قابض نہین کرایا۔ اور ہبہ کے ساتھ قبضہ لازم ہی۔ اسکے لیے شرعی احکام بہت صاف ہین۔

نام کتاب	عبارت	ترجمہ
فتادی عالمگیری کتاب الہبہ باب ثانی	ولا تیم حکم الہبۃ الا مقبوضۃ ویستوی فیہ الاجنبی والاولاد اذ کان بالغاً ہکذا فی المحیط	حکم ہبہ کا بغیر قبضہ کے پورا نہیں ہوتا اجنبی اور اولاد بالغ دونون اسمین برابر ہین ایسا ہی محیط مین ہی
ہدایہ کتاب الہبہ	لنا قولہ علیہ السلام لا یجوز الہبۃ الا مقبوضۃ	آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح قول موجود ہی "ہبہ بغیر قبضہ کے جائز نہین ہی"
شرح محمدی از جسٹس امیر علی جلد ا صفحہ ۷۹	فی الواقع ہبہ قانوناً موثر نہین ہوتا جب تک کہ قبضہ اُسکے مطابق نہ ہو اور اس بارے میں موہوب لہ اجنبی ہو یا واہب کا پسر بالغ ہو دونون کا یکسان حکم ہی۔	
شرح محمدی از شاما چرن مطبوعہ ۱۸۷۳ء جلد دوم صفحہ ۲۲	ہبہ قانوناً بے اثر ہی جب تک شی موہوبہ پر قبضہ نہ ہوا اور اس بارے مین اجنبی کا اور واہب کی اولاد کا اگر وہ بالغ ہو ایک حکم ہی۔ شاما چرن صفحہ ۲۲ طبع ٹگور لا لکچر ۱۸۷۳ء طبع شدہ جلد دوم	

یہین شرح محمدی کا یہ مسئلہ بھی جان لینا چاہیے کہ اگر کوئی شخص اپنے نابالغ پسر یا نابالغ دختر کو کوئی شی ہبہ کرے تو نابالغ کو قبضہ دینا ضرور نہین ہوتا۔ اولاد بالغ ہو جب بھی قبضہ دینا لازم ہوتا ہی۔ اولاد کو کس طرح قبضہ دیا جائیگا اسکو بھی سمجھ لینا چاہیے۔ باپ کے ساتھ اگر بیٹا رہتا ہو تو اُسکو شی موہوبہ کا قابض نہین سمجھین گے۔ ہان باپ سے بیٹا الگ

رہتا ہو۔ باپ اسکو کوئی شئے دیدے اور خود اُس سے بالکل دستکش ہو جائے تب
البتہ کہا جائیگا کہ بیٹا قابض ہے۔ فرض کیجیے کہ جائداد غیر منقولہ پر باپ کا مدار رزق ہے اور بیٹا
بھی اُس سے بذریعہ باپ کے پرورش پاتا ہے۔ باپ نے ایک ہبہ نامہ بیٹے کے نام
لکھدیا اور خود بدستور اُسی جائداد سے پرورش پاتا رہا کسی طرح کا فرق باپ بیٹے
کی طرز بود و باش میں نہیں آیا تو اس سے ہرگز یہ متصور ہو ... پر بیٹے کا قبضہ نہ سمجھا جائیگا اگر اس
قبضہ کو بھی قبضہ کہیں گے تو پھر یہ مسئلہ کہ نابالغ بیٹے کی حالت میں باپ کا قبضہ کافی
ہوگا اور بالغ بیٹے کی صورت میں بیٹے کو خود قابض ہونا چاہیے بے معنی ہو جائیگا۔*

منصفہ بالا تقریر کی تائید کے لیے کسی نظیر کی ضرورت نہیں ہے شرع محمدی اس بارے
میں بہت صاف ہے اور معمولی سمجھ کا آدمی بھی اسکو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ لیکن احتیاطاً میں
مدراس کے ایک فیصلہ کا حوالہ دیتا ہوں جو ابھی حال میں انڈین لا رپورٹ سلسلہ
مدراس جلد ۹ میں بصفحہ ۳۴۳ شایع ہوا ہے۔ بوا صاحب اپیلانٹ بنام محمد رسپانڈنٹ
اس سے معلوم ہوگا کہ ایکٹ انتقال نافذ ہونے پر بھی مسلمانوں کے درمیان
شرع محمدی کے مطابق ہبہ کے مسائل فیصلہ پاتے ہیں۔ اس مقدمہ میں ایک عورت
نے اپنا مکان اپنے بھانجے کو ہبہ کر دیا تھا۔ وہی بھانجے کی پرورش کرتی تھی اسلیے وہ
بعد ہبہ کے مکان موہوبہ سے باہر نہیں نکلی اُسی میں رہی۔ بحث پیدا ہوئی کہ واہبہ اپنے قبضہ
سے دست بردار ہوئی اور موہوب لہ قابض ہو گیا؟ جج ضلع نے بصیغہ اپیل اول ہبہ کی
تائید میں لکھا۔

"واہبہ اور موہوب لہ کی رشتہ داری پر لحاظ کر کے اور اس امر پر لحاظ کر کے"
"کہ واہبہ ہی موہوب لہ کی پرورش کرتی تھی واہبہ کا مکان میں رہنا یہ اثر"
"نہ پیدا کریگا کہ واہبہ کا بالکل مکان موہوبہ سے قطع تعلق کر لینا نہ سمجھا جائے"
"میرے نزدیک شرع محمدی کے مطابق ہبہ جائز ہے"

ہائیکورٹ نے بصیغہ اپیل ثانی یہ تجویز منسوخ کر کے فیصلہ کیا۔

"مسئلہ شرع محمدی بابت ہبہ یہ ہے کہ ہبہ صحیحاً ہونا چاہیے۔ اسکو صریح اور غیر مشتبہ"

ہونا

* یہ تقریر مصنف کتاب کی اپنے سے لکھی ہے اصل فیصلہ میں اسکا حوالہ نہیں ہے۔

"ہونا چاہیے۔ اور واہب کی نیت یون ظاہر ہونی چاہیے کہ شئی موہوبہ سے وہ"
"بالکل الگ ہوجائے۔ اگر شئی موہوبہ پر وہ کوئی حق مالکانہ نافذ کرتا رہیگا توہبہ"
"باطل اور ناجائز ہوگا"
"استثنا صرف اسوقت ہی کہ مکان موہوبہ شوہر بی بی کو دیدے یا باپ اپنے نابالغ"
"لڑکون کو دے۔ اس مقدمہ مین سوہبہ استثنیات مین داخل نہیں ہوتا"
"اور اسلیے ہمکو تجویز کرنا چاہیے کہ ہبہ کے جائز قرار دینے مین ججّ ضلع نے"
"غلطی کی۔"

ماحصل میری راے کا یہ ہی کہ امر اول بحق مدعیہ فیصلہ ہونا چاہیے۔

امر دوم کی تجویز بھی مین مدعیہ کے موافق کرتا ہون۔ یعنی مین یہ تجویز کرتا ہون کہ کوئی جائداد شیخ کلیم کی نہین ہی جو کچھ اسکے نام ہی اسم فرضی ہی۔ شیخ نصیر کے روپیہ سے جائداد خریدی گئی اور اب تک شیخ نصیر کا اسپر قبضہ ہی۔

مواضع قاضی پور۔ مسعود پور۔ مان پور۔ اور چک برہان مختلف وقتون مین کلیم کے نام سے خریدے گئے۔ مگر یہ شہادت سے ثابت ہی کہ بذریعہ عطیہ یا بذریعہ کسب کبھی کلیم کو یہ استطاعت نہین ہوئی کہ وہ زرثمن ادا کرنے کے قابل ہوتا۔ کل زرثمن نصیر نے ادا کیا۔ اور اب تک وہ نصیر ہی کی جائداد سمجھے گئے۔

مواضع چک حسن پور۔ حسین پور۔ اور عالم نگر کی نسبت دستاویزون سے اور شہادت لسانی سے بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ جو دستاویز شیخ نصیر کے نام تھا اُسی کے اصل اور سود کے عوض مین یہ مواضع بیع ہوئے۔ اور بجاے نصیر کے تنہا کلیم کا نام درج بیعنامہ ہوا۔ اور یہ وہ زمانہ ہی کہ کلیم بالغ اور ہوشیار تھا۔ کاروبار میں اپنے باپ کا ہاتھ بٹا سکتا تھا۔ اور اس معاملہ مین شاید کلیم نے باپ سے راے بھی لی ہوگی اور اپنے نام بیعنامہ لکھوالیا ہوگا۔

بہرحال اسمین شک نہین کہ یہ ساتون مواضع شیخ نصیر کے روپیہ سے خریدے گئے۔ شیخ کلیم نے نہ کوئی جزو زرثمن کا ادا کیا اور نہ اسمین ادا کرنے کی قابلیت تھی۔ روداد سے اسقدر ثابت ہی کہ کلیم نے چھوٹے چھوٹے دو ہاتھی جہیز مین پائے تھے جنکی قیمت تخمینہ

بڑھتی گئی اور چندرہ سولہ برس کے بعد وہ بارہ ہزار کو پہنچے - اور وہ روپیہ سود پر قرض دیا گیا - اب اُسکا سود بڑھتے بڑھتے چالیس ہزار تک پہنچا ہے اسکا دستاویز کلیم کی بی بی کے نام ہے - ابھی تک کوئی جائداد اس سے خریدی نہیں گئی اور یہ وہ دستاویز اس دعوی میں شامل ہے - جو چیز بہ مشکل کلیم کی کہی جا سکتی ہے وہ صرف دستاویز ہے -

تحریر ختم کرنے کے قبل مین اسقدر لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہندوستان مین اسم فرضی دستاویز ہونے کا بہت بڑا دستور ہے - ناعاقبت اندیش اشخاص کبھی تو بے پروائی سے اپنے اعزہ کے نام یا خاص اپنے بیٹے کے نام جائداد خرید کر لیتے ہیں اور کبھی بوجہ اپنے نام کی جگہ پر اپنے کسی دوست یا عزیز کا نام درج کاغذ کرا دیتے ہیں ان معاملات میں ایسی ہی ملکیت قایم رکھنا منظور ہوتا ہے - صرف اپنے نام کی جگہ پر دوسرے کا نام ہونا پسند کیا جاتا ہے - اس قسم کے معاملات کو یہاں کی اصطلاح مین اسم فرضی بولتے ہین اور انگریزی مین اسکو بنامی Benami کہتے ہیں اس انوکھے دستور کے متعلق - لارڈ ہاب ہاوس پریوی کونسل کے جج بمقدمہ ادمان پرشاد بنام گندھرپ سنگھ صفحہ ۲۳ نقرہ دوم مین لکھتے ہین کہ "ہم سب کو یہ بخوبی معلوم ہے کہ ہندوستان مین جائداد کو دوسرے کے نام اسم فرضی کرنے کا دستور بہت زیادہ عام ہو رہا ہے - محض دستاویز کا قاعدہ سے مرتب ہونا اور بظاہر دوسرے کی طرف جایداد کا منتقل ہونا واقعی انتقال کی کوئی ایسی عمدہ شہادت نہین ہے جیسی کہ یہ اور ملکون مین متصور ہوتی ہے - اور تھوڑی شہادت اس امر کے ثابت کرنے کو کہ یہ فرضی کارروائی ہے کافی ہو سکتی ہے - لیکن ظاہری حالت کو جو باطل کرنا چاہیے اوسے کچھ دکھانا بھی چاہیے جس سے اس معاملہ کا فرضی اور غلط ہونا ثابت ہوتا ہو" بہر حال جو جائداد کلیم کے نام ہے اسکی نسبت اسم فرضی ہونے کی شہادت مسل مین موجود ہے اور امر دوم بھی مین موافق مدعیہ کے فیصلہ کرتا ہوں -

(ندین لا رپورٹ سلسلہ کلکتہ جلد ۵ فیصلہ پریوی کونسل بصیغہ بنامی بعد حضور ڈپٹی کمشنر اودھ)

نتیجہ میری تجویز کا یہ ہے کہ تمام جائداد مندرجہ عرضی دعوی اسوقت شیخ نصیر کی ہے اور آیندہ کوئی عارضہ جدید لاحق نہ ہوا تو بعد مرنے شیخ نصیر کے وہ تمام اُسکا ترکہ متصور ہو کر اُسکے ورثا

مین حسب احکام شرع محمدی تقسیم کیے جانے کے لایق ہوگی۔ ہبہ نامہ کچھ مضر نہ ہوگا

دستخط مجوز بخط انگریزی مثبتہ ۱۵/۱۲ ۹۵ء

فیصلہ صادر ہوتے ہی تمام دھوم مچ گئی۔ کلیم کا منہ چھوٹا سا ہوگیا۔ کلکتہ کے نامی بیرسٹر نے جب یادداشت اپیل لکھنے کی گنجایش نہ دیکھکر کاغذات واپس کردیے اسوقت کلیم کو معلوم ہوا "الحق یعلوا ولا یعلی" لیکن مجاہد کو اپیل نہ داخل ہونے کا بڑا افسوس رہا۔ وہ چاہتا تھا کہ مقدمہ عدالت اپیل تک جائے۔ ممکن ہو تو پریوی کونسل تک پہنچے۔ اور نظیر ہوکر انڈین لا رپورٹ مین چھپے۔ اپنی کامیابی کی اسکو پوری امید تھی وہ عدالت اپیل سے ڈرتا نہ تھا بلکہ یہ سمجھتا تھا کہ اپیل تک پہنچکر یہ مقدمہ تمام ہندوستان کی بے زبان پردہ نشین شریف زادیون کے حقوق کی حفاظت کے لیے سپر کا کام دیگا اور یہی اسکی غرض تھی۔ صرف فہیمہ کے نفع یا نقصان کا اسکو خیال نہ تھا۔ اپنی تمام ملکی ماؤن اور بہنون کے لیے اسنے یہ بار سر پر اٹھایا تھا۔ مجاہد کو جو خوشی حاصل ہوئی اسکا بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ متین اور فہیمہ سے کہین زیادہ اسکو مسرت ہوئی اسنے دو ہزار روپیہ ساکین مین تقسیم کیے اور اس طرح اس کامیابی پر خدا کا شکریہ ادا کیا۔

نصیر کی حالت ناگفتہ بہ ہے جب وہ عدالت کے سامنے اظہار دینے کھڑا ہوا تو مجاہد نے یہ آواز بلند کہا کہ خود باپ کی غلط کاریون کا نتیجہ ہے کہ آج وہ اپنی اولاد کے جھگڑون مین گواہی دینے کے لیے بلایا گیا ہے۔ ایک مرتبہ خدا کے سامنے بھی گواہی دینی ہوگی اور وہی گواہی مشکل ہوگی۔ نصیر نے گواہی دی اور ایمان کی سچی کہی کہین سے اسکو خفت نہین ہوئی لیکن پھر بھی اسکو یہ خیال ضرور ہوا کہ شروع سے کلیم کی بیجا کارروائیون کو بین روکتا ناجائز فعل کی طرف اسکی ہمت نہ بڑھنے دیتا تو آج یہ دن دیکھنے مین نہ آتا۔ اسمین شک نہین کہ نصیر ایک غیور شخص تھا۔ اور مولوی صاحب کی صحبت نے اسکو پکا دیندار بنا دیا تھا۔ عدالت کے سامنے کھڑا ہونا اسکو بہت ہی کھلا۔ اپنے گھر کے جھگڑون کا عدالت مین جانا اسکے لیے سخت ندامت کا باعث ہوا۔ وہان سے آکر وہ تپ ولرزہ مین مبتلا ہوگیا اور دو مہینے بھی نہ گزرے تھے کہ اس دار فانی سے کوچ کرگیا۔ اسکے بعد ہی اسکی بی بی شوہر کا

ساتھ دینے کو تیار ہو گئی۔

نصیر کی ابتدائی حالت کچھ ہی ہو لیکن اُسکا خاتمہ ایسا اچھا ہوا کہ ہر مومن کا خدا ایسا ہی انجام بخیر کرے۔ اپنے معاصی سے یکا تائب ہوکر اسلام کا سچا شہید بنکر اسنے دنیا سے کوچ کیا۔ خدا مغفرت کرے۔

شیخ نصیر مر گئے۔ لیکن قصہ ختم نہیں ہوا۔ شیخ نصیر کے بعد انکی جائداد باقی رہی تو کچھ اسکا حال بھی سن لینا چاہیے۔ شیخ نصیر کے مرنے پر متین اور فہیمہ نے شیخ نصیر کی جائداد میں حصہ لینا پسند نہیں کیا۔ متین تو اپنی عالی حوصلگی کی وجہ سے اور فہیمہ اسلیے کہ باپ کی موت نے اسے جائداد سے متنفر بنا دیا۔ وہ سمجھی کہ جس جائداد نے میرے باپ کی جان لی اس سے واسطہ رکھنا کراہت ہے۔ وہ کہتی تھی کہ اگر باجان کو اضطرار نہ ہوتا تو جان لینے والے صدمہ کی صورت انکے سامنے کبھی نہ آتی۔ اظہار و فہیم اور درد کے باہمی نزاع کی غیرت نے انکی جان لی اور سب نزاع اسی جائداد کی بدولت تھی۔

اب فکر یہ ہوئی کہ جائداد کیا کی جائے۔ متین کی رائے تھی کہ مدرسہ یا شفاخانہ کے لیے وقف کر دی جائے۔ اور فہیمہ کہتی تھی کہ کلیم ہی کو واپس کر دی جائے۔ لیکن مجاہد نے ایک اور صورت نکالی جس پر سب نے عمل کیا۔ جس سے پچاس برس پہلے گورکھپور ایک شہر ہے جہاں مولانا محمد یحیٰی ایک نہایت متبرک شخص رہتے ہیں۔ حسب اور نسب کے اعتبار سے بھی طبقہ شرفا میں اعلیٰ جگہ رکھتے ہیں۔ عدالت نسبت کے وکیل ہیں۔ اور انجمن اسلام گورکھپور کے سکریٹری ہیں۔ انکے تقدس اور راستبازی کی داستان اگر لکھی جائے تو ایک دفتر چاہیے۔ بالفعل انھون نے اپنی بیوہ لڑکی کا عقد ثانی کر کے ملک میں بڑی شہرت حاصل کی ہے۔ ممکن ہے کہ غیر بلاد کے لوگ اسپر ہنسیں۔ یا بیوہ ... پر تعجب کریں اور خود ہندوستان کے باشندے قہقہہ لگائیں کہ بیوہ لڑکی کے عقد کرنے میں کسی کا ممدوح ہونا ایسا ہی ہے جیسا اپنے بچون کو دانہ کھلانے اور پانی پلانے میں ... اسلیے یہ لکھنا موقع نہیں ہے کہ ہجرہ کی تیرھوین صدی میں بیوہ لڑکیون کا

نکاح ثانی ہندوستان میں سخت معیوب اور مذموم ہوگیا تھا۔ شرفا کے طبقہ میں اور بالخصوص اس حصہ ملک کے شرفا میں جہاں مولانا محمد نبی تھے بیوائون کے عقد ثانی کا ناپسند کرنا ہی شرافت کا بڑا معیار سمجھا جاتا تھا۔ یہ کوئی گذشتہ زمانہ کا ذکر نہیں ہے اب بھی شریفوں میں جو شرع کی نظر میں رذیلوں سے بھی بدتر ہیں بیوائون کا عقد ثانی سخت جرم سمجھا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں مولانا نے سنت نبوی کو زندہ کرنے کی جرأت کی تو یہ سمجھنا چاہیے کہ بڑے جہاد کی ہمت کی۔

۵۔ جولائی ۱۸۹۶ء کو مولانا محمد نبی کی دختر نیک اختر کا عقد ہوا۔ تمام اخبارون میں اسکا چرچا ہوا اسکی خوبیون میں ابوالفضل عباسی کا رسالہ محسنہ الارامل پانچ ہزار جلد چھپ کر شائع ہوا۔ قوم میں جان آچلی ہے۔ ان افعال کے قدردان بھی موجود ہیں نکاح کے وقت تو مولانا کو بھی پس و پیش تھا لیکن بعد کو اتنے خطوط تہنیت کے آئے کہ مولانا کو قوم کی طرف سے پھر کچھ کھٹکا نہ رہا۔ مولانا موحد ہی موحد رہ گئے ورنہ حالت بجا اسکی تقلیبا اس طرح ہوئی کہ دو تین مہینہ میں گویا ہوا کا رخ ہی بدل گیا۔ گورکھپور سے چھپرہ کچھ دور نہیں ہے قریب ہی مجاہد متین اور نعیمہ کو بھی مولانا کی لڑکی کے عقد ثانی کی خبر پہنچی۔ ۲۶ جولائی ۱۸۹۶ء کو مولانا محمد نبی دیوانی کچہری میں ایک مقدمہ کی پیروی میں مصروف تھے کہ قاصد نے ایک رجسٹری شدہ لفافہ اسکے ہاتھ میں دیا اور دستخط کرا کر رخصت ہوا مولانا کو مقدمہ سے کوئی چار بجے چھٹی ملی۔ گاڑی لگی ہوئی تھی وہ سوار ہوئے اور لفافہ گاڑی میں کھولا تو اسکے اندر ایک رجسٹری شدہ دستاویز نکلا۔

ہبہ نامہ

میں نعیمہ زوجہ مولوی محمد متین ساکن چھپرہ

یہ دستاویز ہبہ نامہ بحق محسنہ خاتون بنت مولانا محمد نبی وکیل عدالت دیوانی ضلع گورکھپور تحریر کرتی ہون تشریح اور شرائط ذیل میں درج ہیں۔

ا۔ میرے باپ شیخ نصیر کی طرف سے اُسکے علم بالاعلمی میں ایک ہبہ نامہ اُنکی تمام جائداد کا بحق اُنکے ورثا شیخ نعیمہ۔ مولوی سلیم اور مجھ نعیمہ کے لکھا گیا۔

٢- جو جائداد مجکو ملی تھی وہ بہت ہی کم مالیت کی تھی - مین نے اپنے شوہر مولوی محمد متین
اور بہی خواہ قوم مولوی مجاہد کے مشورہ سے اپنے باپ اور بھائی پر نالش کی اور بالآخر
تاریخ ۵ دسمبر سنہ ۹۵ع کو میرے حق مین ڈگری اس مضمون کی صادر ہوئی کہ ہبہ نامہ کالعدم ہی
شیخ نصیر کے مرنے پر تمام جائداد مندرجہ ہبہ نامہ ترکہ شیخ نصیر متصور ہوگی اور اسکے ورثا مین
قابل تقسیم ہوگی -

٣- تاریخ ۱۶ مارچ سنہ ۹۶ع کو بغیر کسی وصیت یا دین کے شیخ نصیر نے قضا کی اور
اُنکے ترکہ مین جو حصہ میرا قرار پایا اُسکی تصریح ذیل مین ہی -

٤- میری ماں شیخ نصیر کے بعد فوت ہوئین - لیکن کوئی فرق میرے حصہ مین
نہین آیا انکی وجہ سے جو کمی میرے حصہ مین ہوتی وہ اُنکے بے وصیت اور بے
دین مرنے کی وجہ سے نہین ہوئی -

٥- جو حصہ مجکو ترکہ پدری مین پہنچا اب اسکو مین خود تصرف کرنا پسند نہین کرتی
چند وجوہ سے مجکو اس جائداد سے مستفید ہونا منظور نہیں ہی - لیکن اسکے ساتھ ہی
مین چاہتی ہون کہ کسی کار خیر میں یہ صرف ہو -

٦- محسنہ خاتون دختر مولانا محمد نبی مذکور مچھلی شہری نے جو عزت شرعی نگاہ مین
اسوقت مسلمان عورتون مین حاصل کی ہی اُسکی مسرت مجکو بیحد ہی اور مین اس مسرت
کا اظہار عملی طور پر کرنا چاہتی ہون اور یہ دکھانا چاہتی ہوں کہ ایسے مواقع پر قوم کو اچھے
کام کے رواج دینے والون کے ساتھ کیسا اعزازی برتاؤ کرنا چاہیے - مین تمام وہ
جائداد جو مجکو شیخ نصیر کے ترکہ مین ملی بی محسنہ خاتون کو ہبہ کرتی ہون - اب مجھے جائداد سے
کوئی واسطہ نہ رہا بی محسنہ خاتون کو مین تمام مالکانہ اختیار عطا کرتی ہون اور خود بالکل دست بردار
ہوتی ہون -

اسکے بعد جائداد موہوبہ کی تفصیل تھی

۲۲ جولائی سنہ ۹۶ع مقام جھیرہ

دستخط نسیمہ   گواہ شد محمد متین شوہر واہبہ   گواہ شد محمد مجاہد بن محمد حامد ساکن جھیرہ

مولانا پرانے زمانے کے آدمی دستاویز دیکھ کر بہت گھبرائے وہ نئے زمانہ کے ہوتے جب بھی متعجب ہوتے۔ معاملہ ہی اس طور کا تھا۔ بے شان وگمان جائداد کا ملنا اور جائداد بھی ایسی جو ایک چھوٹے سے راج کے برابر ہو۔ انگلستان میں اس طرح کے معاملے شاید ہوتے ہوں انگریزی ناولوں میں تو اس طرح کے تذکرے بہت چھپتے رہتے ہیں۔ خدا معلوم وہاں فی الواقع ہوتا بھی ہے یا نہیں۔ لیکن ہندستان میں تو یقیناً یہ بالکل ہی انوکھا معاملہ تھا۔ موہوب لہا کو خبر نہیں اور ہبہ نامہ رجسٹری ہو کر بذریعہ ڈاک اسکے پاس پہنچ گیا۔

کچہری سے گھر تک کوئی پانچ چھ مرتبہ مولانا نے وہ دستاویز پڑھی۔ فہیمہ اور نصیر کی لڑائی وہ اخباروں میں پڑھ چکے تھے تمام باتوں سے واقف تھے اسلیے دستاویز کی اصلیت میں انکو شبہ نہیں ہوا۔ پھر بھی بار بار وہ سوچتے تھے کہ اس نعمت غیر مترقبہ کا باعث کیا ہے بالآخر وہ سمجھے کہ لوگ اس سے بڑی بڑی جائداد کار خیر میں وقف کر دیتے ہیں۔ فہیمہ نے بھی ثواب کا کام سمجھ کر یہ ہبہ نامہ تحریر کیا۔ لیکن جدت معاملہ کے باعث مولانا کو حیرت ضرور تھی یقین ہوتا تھا اور پھر شک سے بدل جاتا تھا۔

مولانا نے طبیعت ایسی پائی تھی کہ وہ ان عطیات سے خوش ہونے والے نہ تھے وہ گھر پہنچے اور چپکے سے بیٹی کے ہاتھ پر وہ امانت رکھدی۔ محسنہ خاتون نے بھی دو مرتبہ دستاویز پڑھی اور مولانا سے پوچھا یہ کیا راز ہے۔

مولانا نے کہا کہ خدا نے تمھیں جائداد دی اسکا شکر ادا کرو۔

جب محسنہ خاتون کی سمجھ میں بات نہ آئی تو بالآخر مولانا نے کوئی آدھ گھنٹے تک سب قصہ نصیر اور اسکی بیٹی کا جہاں تک انکو اخباروں سے معلوم ہوا تھا کہہ سنایا۔

محسنہ۔ ابا جان اس جھگڑے کی جائداد کا لینا تو اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

مولانا۔ جھگڑا تو کچھ بھی نہیں ہے معقول منافع کی جائداد ہے اور تمام خرخشوں سے اب پاک ہو گئی ہے لیکن پھر بھی زمینداری بڑی زحمت ہے۔ اولاد کا خراب کرنا ہو تو انسان زمینداری حاصل کرے۔ اولاد کو بے کار اور اپاہج بنانا ہو تو اسکے لیے جائداد غیر منقولہ چھوڑ مرے۔ مجھکو تو زمینداری کا شوق نہیں ہے۔ تمکو اختیار ہے لو یا نہ لو۔

محسنہ۔ اچھا دیکھا جائیگا۔ جیسا آپ چاہین گے ویسا ہی ہوگا۔ جلدی کیا ہے۔؟ لیکن ایک بات میرے دل مین کھٹکتی ہے۔ اسی جائداد نے فہیمہ کو نصیر سے لڑایا۔ نصیر کی موت بھی اسی کے سبب سے ہوئی۔ جیسا ابھی آپ نے بیان کیا۔ مجکو اس منحوس چیز کے لینے میں کچھ تامل سا ہوتا ہے۔

مولانا۔ نحوست تو کوئی شے نہین ہے۔ بظاہر تم اس سے فارغ البال ہو جاؤگی اور ممکن ہے کہ چندے آرام سے رہو۔ لیکن اور عیوب اسمین ہین جنکی طرف تمھاری توجہ نہین ہے اور نہ اسوقت ہوسکتی ہے۔ میرے بتانے سے تمھاری سمجھ میں نہ آئیگا۔ تمھاری عمر زیادہ ہوگی تو تجربہ خود بتادیگا۔ آخر کچھ تو سبب تھا کہ مین نے سیکڑون ہزارون روپیہ ماہوار پیدا کیے لیکن رسیداری کی طرف کبھی توجہ نہین کی۔

یہ کہکر مولانا باہر چلے آئے۔ یہان منشی محمد نواز ثاقب بارلائبریری کے کلرک ماہواری چندے کی کتاب لیے ہوئے بیٹھے تھے۔ مولانا نے انکی صورت دیکھتے ہی آدمی کو اشارہ کیا۔ آدمی نے ایک روپیہ منشی جی کے سامنے رکھدیا۔ مولانا نے مسجد کا رخ کیا اور منشی جی باتین کرتے ہوئے پیچھے پیچھے چلے۔

منشی۔ آج ایک لفافہ لیے ہوئے آپ کو ڈاکیہ تلاش کرتا تھا۔ مین نے پوچھا کیا ہے؟ تو اُسنے کہا رجسٹری شدہ لفافہ ہے۔

مولانا۔ لفافہ تو مین نے پایا لیکن غضب کا لفافہ تھا۔

منشی۔ کیا گھر سے کوئی خط آیا؟ مولوی محمد حنیف کے مقدمہ کا کاغذ تو نہ تھا؟

مولانا۔ گھر کا کوئی خط نہین ہے۔ اور نہ مولوی محمد حنیف کے مقدمہ کا کاغذ ہے۔ عرصہ ہوا وہ اُنکے موافق فیصلہ ہوگیا۔ یہ نئے قسم کا کاغذ ہے۔ کچھ عجیب مضمون ہے۔ اپریل کا مہینا ہوتا تو مین اپریل فول سمجھتا۔ یا حالات سے واقف نہ ہوتا تو کبھی یاد نہ کرتا۔ آپ کو معلوم ہوگا۔ چھپرہ مین کچھ لوگ باہم لڑتے تھے۔ شرعی حق کی تکرار تھی۔ ذی حق کو خدا نے فتح دی۔ رسالہ محسنتہ الارامل تو آپ نے دیکھا ہوگا اسکی وجہ سے چھپرہ کے لوگ مجھ سے خوب واقف ہوگئے ہیں۔ مجھ سے اور میرے گھر والون سے اخوت اسلامی کی وجہ سے وہان کے

لوگ پہلے سے محبت رکھتے ہین۔ جیتنے والے فریق نے تمام جائداد متنازعہ کا ہبہ نامہ
میری لڑکی کے نام لکھ کرکے شان وگمان میرے پاس بھیجدیا ہی۔ مولوی مجاہد میرے
دوست ہین اور وہی اُس مقدمہ کے بانی تھے۔ یہ انھین کی نوازش ہوگی لیکن
دیکھیے خدا کو کیا منظور ہی جس شی سے مجکو تمام عمر نفرت رہی وہ میرے گلے کا ہار ہوا چاہتی
ہے۔

منشی۔ آپ اتنے بڑے عاقل اور زیرک ہوکر یہ فرماتے ہیں تو سخت تعجب ہی
مجکو جو کچھ گفتگو ہی اُس دستاویز کی صحت مین ہی۔ اگر دستاویز صحیح ہی اور اسکے صحیح سمجھنے کا
ذریعہ زیادہ تر آپ کو حاصل ہی تو چلیے شکرانے کا دوگانہ پڑھیے۔ آپ میرے مربی و مخدوم
ہیں آپکے فائدہ میں میرا فائدہ بھی ہی۔ میں بھی شکر کا سجدہ بجا لاتا ہون۔ کل کچہری
کھُلیگی یا رجسٹری میں میرے بھائی عبدالرحیم کو مقرر کروا دیجیے گا۔ مین اسی وقت
ساڑھے سات بجے کی ریل میں چھپرہ جاتا ہون۔ یہ معاملہ صحیح ہوا تو دور آمین آپکو تار
دونگا اور دیکھتے ہی میرے پاس دو سو روپیہ تار ہی پر روانہ کر دیجیے گا اور کل ہی یہان
میرے نام ایک مختار نامہ عام رجسٹری کرا دیجیے گا۔ مین وہان پہنچکر قبضہ تو کر لون۔ ہبہ کا
معاملہ بہت نازک ہوتا ہی۔ ایسا نہو واہبہ کی رائے پھر جائے اور بنا بنایا کھیل بگڑ جائے

مولانا۔ لاحول ولا قوۃ۔ تم بھی شیخ چلی کی سی باتیں کرتے ہو۔ جائداد محسنہ خاتون
نے پایا۔ انتظام کے لیے تم جانا چاہتے ہو تو اُنکے شوہر سے پوچھو؟ مین اس جھگڑے
مین نہین پڑنے کا۔ مین نے ہزارون روپیے وکالت مین پیدا کیے لیکن ایک گھر
بھی اپنے لیے نہین بنوایا۔ اور ہمیشہ کرایہ کے مکان مین رہا۔ مین نے قصداً کوئی مستقل
سرمایہ چھوڑنا پسند نہین کیا تاکہ میری اولاد میرے ترکہ پر تکیہ نہ کرے۔ پہلے مین اس ضلع مین
آیا۔ اور پھر میرے ذریعہ سے میرے تمام اعزہ یہان آگئے اور دو پوریا سے بستی تک پھیلے
یہ سب کماتے ہین کھاتے ہین۔ اعزہ کے ساتھ احسان کرتے ہین۔ علم حاصل کرتے
ہین۔ محنت اور شفقت کرتے ہین۔ تمام اقربا سے مین کہتا ہون کہ تم نے مستقل سرمایہ
چھوڑنے کی فکر کی اور تمھارا زور گھٹا۔ خیر یہ تو ظاہری باتین ہین۔ اصلی لطف جو ہمارے

خاندان مین ہی اُسکو کچھ ہمین لوگ خوب جانتے ہین ہم مین ایک بھی دوسرے کا حاسد یا بداندیش
نہین ہی۔ ہر ایک سہا ہے خود مسرور اور خوش ہی اپنے بیگانون کا بھی خیر خواہ ہی۔ ایک کو دوسرے
پر بھروسا ہی۔ ایک کو دوسرے سے تقویت ہی۔ سچی محبت اور خالص ارادت دلون مین
ہی۔ گو کہ بچی ہمارا دبیہ ارنے کا شوق دلون مین ہوتا تو یہ سب باتین جو ابھی مین کہہ گیا موجود
ہوتین۔ تم اس جائداد ملنے پر سجدہ شکر ادا کرنے کی صلاح دیتے ہو اور مین پنجوقتہ نماز
کے بعد بعد سے دعا کرتا ہون کہ خدایا تو مجکو میری اولاد کو میرے اقربا اور احباب کو رقبا
خدایا جو محبت ہمکو اس بہشت مین دیوے اُنکو کامل اور زیادہ کیجیو۔ اور دنیا سے ما ایمان اُٹھائیو
تعجب خیال کرو اس خاندان کا کیا حال ہوگا جسکو اتنی بڑی جائداد ملیگی۔ تم دیکھتے ہین
اُنکو خدا نے بہت کچھ سے کو دیتا ہی وہ خدا کی کیسی ناشکری کرتے ہین۔

منشی۔ ہر ایک کے خیالات جدا ہوتے ہین۔ میری رائے اب بھی وہی ہی جو مین نے
عرض کی۔ آپ کے خیالات کا کیا کہنا۔ خدا مومنون کو ایسے ہی خیالات عطا کرے۔ یہ لیکچر
اُنکے سننے سے جو اثر مجھپر ہوا وہ ناگفتہ بہ ہی معاف کیجیے گا۔ میرے تمام منصوبے بگڑ گئے۔
اب مین رخصت ہوتا ہون۔ کان پر پنسل رکھے ہوئے کل پھر بار لائبریری مین حاضر ہونگا

مولانا صاحب ۲ بجے رات کو اندر کے دالان مین سو رہے تھے کہ کسی کے پاؤن کی
آہٹ محسوس ہوئی اور وہ گھبراکر اُٹھ بیٹھے۔ دیکھتے ہین تو ننگے سر اور ننگے پاؤن محسنہ خاتون
دوڑتی ہوئی چلی آتی ہی۔ مولانا کی جا نماز بچھی ہوئی تھی آتے ہی اُسپر وہ مُنھ کے بل سجدے
مین گر پڑی۔ اوڑھنی جو سر سے کھسک گئی تھی مولانا نے برابر کردی۔ جب اُس لڑکی کے
ہوش ذرا بجا ہوئے۔ مولانا کی موجودگی سے ذرا تقویت پہنچی تو اُسنے کہا۔ ابّا جان مین نے
اسوقت ایک ایسا خواب دیکھا ہی کہ خدایا تیری پناہ۔ یہ کہکر پھر محسنہ خاتون سجدے مین گر پڑی
مولانا اور گھبرا گئے۔ تمام گھر کے چھوٹے بڑے یکجا ہو گئے۔ بی محسنہ خاتون کی خالہ جان آئی ہوئی
تھین۔ وہ محسنہ کو گود مین لیکر بیٹھین۔ قرآن کی حمائل اس لڑکی کے کلیجے کے پاس رکھی گئی
اور اُسنے اپنا خواب بیان کرنا شروع کیا۔

ابّا جان! مین ابھی ابھی نماز پڑھکر لیٹی تھی اور لیٹتے ہی نیند آگئی۔ آپ کی باتین

ذہن مین تھین - خواب مین وہی معاملہ پیش آیا - کیا دیکھتی ہون کہ ایک بہت بڑا لق و
دق میدان ہی - جسمین بہت سے لوگ گھبرائے ہوئے پھر رہے ہین - گویا کوئی بڑی
قیمتی چیز سبھون کی کھو گئی ہی - یا کوئی بڑا ہی پیارا لگر کام گیا ہی - کچھ عجیب سماں تھا - مین
خواب مین بھی وہی بدحواسی پاتی تھی - لیکن سبب معلوم نہ تھا - دو چار قدم آگے
بڑھنے سے قریب ہی داہنی جانب ایک باغ کا عالی شان پھاٹک نظر آیا مین - جدھر
جتنا ہی دیکھتی اور غور کرتی تھی سیر مین کی طرح اُتنا ہی لطف بڑھتا جاتا تھا مین دیکھتی تھی
اُسکی رونق آنا فانا ترقی کرتی جاتی تھی - اللہ اکبر کیا باغ تھا - اب تک میری نظر کے سامنے
پھر رہا ہی - جان دینے میں مجھے دریغ نہ ہوتا اگر اسکے مرنے مین وہ باغ ملجاتے - اُس باغ
مین مین نے دیکھا کہ ایک بہت عمدہ فوارہ جاری ہی اور اُسکے پاس ایک شخص مجاہد نام
کھڑا ہوا ہی - کسی نے اُنکا نام مجھکو نہیں بتایا خود بخود معلوم ہو گیا - خواب مین مجھکو حیرت تھی کہ مین
اُنکا نام کیونکر جانا - مین فوارہ دیکھنے باغ کی طرف لپکی - مجھے دیکھکر مجاہد نے کہا محمد بنی تجو
تمھاری بیٹی بھی آپہنچی " مجاہد کا یہ کہنا تھا کہ ایک درخت کے پیچھے سے آپ قدم بڑھاتے ہوئے
دروازے کی طرف لپکے - اور مین نے آپ کو دیکھکر اپنے قدم تیز کیے - دفعتاً بائین جانب سے
ایک ہولناک آواز میرے کان مین آئی - مین مڑکر دیکھتی ہون تو ایک بوڑھے شخص کو دو آدمی
گھیرے ہوئے کھڑے ہین - انمین سے ایک باغ کی طرف اس پیرمرد کو لانا چاہتا تھا اور دوسرا
دوسری جانب کھینچتا تھا جدھر خوب غور کرنے سے ایک نہایت تاریک گڑھا نظر آیا اور سیر مین
کی طرح جیسا مین نے ابھی بیان کیا اُس گڑھے کی وسعت اور عمق بھی آنا فانا بڑھتا گیا
اور ایک لمحہ کے بعد وہ عجیب خوفناک منظر بن گیا - آگ کا ایک شعلہ تھا جو بے انتہا دوری تک پھیلا
ہوا تھا اور نہ معلوم کتنے اسمین پڑے ہوئے شور و غل مچا رہے تھے - اُس بوڑھے کو جو شخص
گڑھے کی طرف کھینچ رہا تھا الامان اس درجہ مہیب صورت تھا کہ اُسکا دیکھنا ہی میرے نزدیک
سخت تری سزا ہی - رنگ اسکا سیاہ تھا - اور بدن کا چمڑا ہاتھی کے جسم سے زیادہ سخت تھا بڑا ہی
ہیبت ناک تھا - منھ دھڑ تنگ وزن مین بڑے ہاتھی سے بھی نکلتا ہوا دونون ہونٹ سرخ اور
ہاتھی کی سونڈ سے زائد دبیز - آنکھین مشعلون کی طرح روشن تھین اور ناک سے غلاظت

ہتی تھی سات کرنے میں منھ سے شعلے نکلتے تھے اور ایسی عفونت پھیلتی تھی کہ معاذاللہ۔ وہ
آدمی جو اُس بوڑھے کو باغ کی طرف کھینچتا تھا میں کیا عرض کروں کیسا پاکیزہ صورت تھا
رحمت مجسم تھا۔ اُس دیوزاد کی طرف دیکھ کر جب اس فرشتہ رحمت کی طرف میں نظر کرتی
تھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آنکھیں جلتی ہوئی آگ سے نکل کر برف کے کوزہ میں
آگئیں۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں لیکن اُس دیوزاد کی آواز سے دل ہلا جاتا تھا۔ خالہ
جان دیکھوا ب تک کلیجہ دھک دھک کر رہا ہے۔ ان دونوں فرشتوں میں خوب جھگڑا ہوا۔
رحمت کا فرشتہ بیرمرد کو دس قدم باغ کی طرف کھینچ لاتا تھا تو فرشتہ عذاب پانچ سات قدم
پیچھے کی طرف ہٹاتا تھا۔ بہرحال ہر مرتبہ وہ غریب بوڑھا آدمی کچھ نہ کچھ باغ کے قریب ہوتا جاتا
تھا۔ یہ حالت دیکھ کر میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور میں باغ کی طرف نہ جا سکی تھوڑی
دیر کے بعد مجھے یہ خوف ہوا کہ یہ دونوں فرشتے اس بوڑھے کو لیے ہوئے مجھ تک پہنچ گئے
تو میرا کیا حال ہوگا۔ دونوں ذرا قریب آگئے تو باتیں صاف سُنائی دیں۔ فرشتہ عذاب
و فرشتہ رحمت باہم جھگڑتے تھے۔ فرشتے کا لفظ میں اس لیے استعمال کرتی ہوں کہ
اتنے عرصہ میں مجھے خود بخود معلوم ہوگیا کہ دنیا سے میرا تعلق چھوٹا۔ میں میدان حشر
میں کھڑی ہوں۔ ایک طرف بہشت ہے اور دوسری جانب دوزخ ہے۔ اور اب میں اُس
عالم میں آگئی جسکا حال سنا سنا کر ابا جان رویا کرتے تھے اور میں خود بھی کتابوں میں پڑھ
پڑھ کر ڈرا کرتی تھی۔ فرشتہ عذاب کی حجت تھی کہ اس بوڑھے نے خدا کی امانت میں بڑی
خیانت کی ہے۔ خدا نے ایک معصوم لڑکی کی پرورش اسکے تعلق کی تو یہ اُس امانت کو
وبال جان سمجھا۔ جو دولت خدا نے اسکو اپنی بندی کے خرچ کے لیے دی اسے اپنی
سمجھ کر دوسرے مصارف میں صرف کرتا رہا اور آخر میں اس نے نیت کی کہ اسکے بعد بھی اسکی
لڑکی خدا کی دی ہوئی نعمت سے فائدہ نہ اُٹھائے۔ یہ کمبخت بڑا ہی بے ادب اور گستاخ
تھا اپنی لڑکی کو یہ غیر کی لڑکی سمجھا اور خدا کی دولت کو اسنے اپنی دولت سمجھا۔ خدا کے حکم کو
اسنے بیجا تصور کیا۔ اور اپنی غلط رائے کو بیجا سمجھا۔ دنیاوی دولت و ثروت تھوڑے
دنوں کے لیے امانتاً اسکے اختیار میں دیگئی تھی کہ اسکے مرنے کے بعد وہ امانت قرآن مجید کے

احکام کے مطابق حقداروں کے پاس پہنچ جائے یہ کافر نعمت اُس امانت کو خدا کی امانت نہیں سمجھا۔ اپنا مال سمجھکر اُسکے لیے قرآن سے اچھا دستور العمل بنانا چاہا۔ رحمت کے فرشتہ کی یہ حجت تھی کہ آخر وقت اسنے توبہ کر لی تھی اور توبہ بھی سچے دل سے۔ انسان ہوا وہوس مین پیدا ہوئے ہین۔ ہماری تمھاری طرح فرشتہ نہین ہین نہ انہین ملکوتی صفات ہین انکے معاصی پر نہ جاؤ۔ یہ دیکھو کہ مرتے وقت خدا سے انکا معاملہ کیسا تھا۔ مرنے کے بہت پہلے اسنے خلوص نیت سے توبہ کی اور مرتے دم تک یہ اپنے عہد پر قایم رہا۔ یہ مومن مرا اور جنت مین اسکو جانا چاہیے۔ ان دونون مین یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ فرشتہ عذاب مجھے دیکھکر میری طرف لپکا۔ فرشتہ رحمت نے سبب پوچھا تو اُسنے کہا کہ حسن اداد نسادنے اس بوڑھے کو تمام عمر پریشان رکھا وہ اب اس لڑکی کی طرف جزءاً منتقل ہوگیا ہی ذرا اس سے پوچھیا ہی کہ یہ اس امانت کو قاعدے سے رکھے گی یا یہ بھی اس بوڑھے کی طرح عمر بھر .. اور مرتے وقت ولی الرحمان ہوکر جو حہ ہم دونون مین جھگڑا پیدا کرگی یہ حالت دیکھکر میرا کلیجہ منھ کو آگیا۔ لیکن ابا جان مین اُس مسرت کا اندازہ نہین کرسکتی جو اسکے بعد ہوئی۔ وہ دیوزاد ابھی بات پوری بھی نہ کرچکا تھا کہ آپ باغ سے نکل کر میری طرف چلے۔ آپ کو آتا ہوا دیکھکر وہ عذاب مجسم اپنے مقام پر ٹھہر گیا۔ اور آپ مجھے باغ کے اندر کھینچ لائے۔ میرے پاؤن تو سوسو من کے ہو رہے تھے لیکن آپکے ہاتھ لگاتے ہی گویا انہین پہیے لگ گئے اور آنکھ جھپکتے ہی مین باغ کے اندر تھی۔ مین نے دیکھا کہ میرے پیچھے وہ بوڑھا شخص بھی فرشتہ رحمت کے ہاتھ مین ہاتھ دیے ہوئے لپکا چلا آ رہا تھا۔ پھاٹک کے اندر قدم رکھتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ فرشتہ عذاب کی دہشت سے میرا دل دھڑک رہا تھا جس مین اس سائبان مین آئی۔ آپ کے پاس بالتخصیص میرا آنا اسلیے تھا کہ دیکھون آپ کیا کررہے ہین

مولانا۔ بیٹا خواب خیال کی باتین چندان قابل لحاظ نہین ہوتین۔ گھبراؤ نہ تمھارا خواب اچھا ہی۔

محسنہ۔ ابا جان۔ مین تو یہ سمجھتی ہون کہ یہ خواب الہام غیبی ہی مین نے آپ کی بات نہ مانی اسلیے غیب سے مجکو ہدایت ہوئی۔ زمینداری نعمت خدا ضرور ہی لیکن اسکے جھگڑون مین

ایمان کی خیر نظر نہیں آتی۔

مولانا کو اتنا سننا بہت تھا وہ فوراً ہی لمپ جلا کر بیٹھے اور ایک خط میں پورا خواب لکھ کر شکریہ کے ساتھ وہ دستاویز واپس کی۔ چار بجتے بجتے خط پورا ہوا اور ایک معتبر ملازم کے حوالہ کیا گیا کہ وہ اسوقت سے جا کر ریل کے اسٹیشن پر بیٹھے اور جب ریل آئے تو سوار ہو کر چھپرہ چلا جائے۔

مولانا محمد بھی بڑے پکے مولوی ہیں۔ فقیہ ہیں محدث ہیں۔ ایک عالم میں جتنی باتیں چاہییں ہمیں موجود ہیں۔ سو دیشیوں سے انکو کوئی لطف نہیں ہے اور نہ اپنے شاگردوں کو یہ فقیروں سے ملنے دیتے لیکن اُس روز معلوم ہوا کہ کوئی کامل فقیر ہو تو مولانا صوفیانہ مذاق سے بے بہرہ نہیں ہیں کوئی سچا اہل دل مل جائے تو انکو اُس سے ملنے میں کوئی عار نہیں ہے۔ مولانا کے گھر کے قریب ایک بڑے کامل درویش توکل مجسم ٹھہرے ہوئے تھے۔ مولانا چھپرہ کا خط لکھ کر مسجد کو چلے تو تھوڑی دیر کے لیے شاہ صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نماز کے لیے وضو کر رہے تھے مولانا کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے آنے کا سبب پوچھا۔ مولانا نے تمام قصہ کہہ سنایا۔ شاہ صاحب نے مولانا کی بڑی تعریف کی اور ہبہ نامہ کا واپس کرنا بہت پسند کیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ زمینداری رکھنا خلاف شرع نہیں ہے لیکن اس زمانہ میں دس فیصدی ایسے ہیں جو زمینداری رکھ کر احکام شرع کی پابندی کر سکیں یوں تو دولت و حشمت یاد الٰہی کی بھلانے والی ہوتی ہی ہے لیکن سب سے خراب تمول وہ ہے جو زمینداری کے ذریعہ سے حاصل ہو۔ سب سے اچھے کاشتکار پھر محنت مزدوری یا تجارت سے روپیہ پیدا کرنے والے۔ دست غیب کی امید پر ملازمت کرنے والوں یا فرعون بے سامان ہو کر زمینداری رکھنے والوں کی صحبت سے خدا بچائے۔

مولانا کا خط جب چھپرہ پہنچا تو وہاں سب کی یہ رائے ہوئی کہ ہبہ نامہ مع خواب نامہ کے کلیم کے پاس بھیجدیا جائے۔ اور لکھا جائے کہ جو دگری تنسیخ نیلام کی عیسیٰ نے حاصل کی تھی اُس سے وہ دست بردار ہوتی ہے۔

انسان کے خیالات ہر وقت یکساں نہیں رہتے۔ اس خواب نامہ نے کلیم پر ایسا اثر کیا جسکی ذرا امید نہ تھی گویا قلب ماہیت ہو گئی۔ وہ لکھا پڑھا لائق اور خلیق تو پہلے ہی سے تھا۔ دل میں درد تھا اور آنکھوں میں مروت نہ تھی بس اتنا ہی عیب تھا۔ لیکن خدا تو مقلب القلوب ہے کلیم کا دل دفعتاً ایسا پھر گیا کہ خدا ہر گمراہ مسلمان کا اسی طرح خاتمہ بخیر کرے تو اچھا۔ خط پڑھ کر وہ تھوڑی دیر تک ساکت رہا

اور پھر قلم دوات اُٹھا کر فہیمہ کے نام چٹھی لکھی۔

بی فہیمہ سلمہا

ہونے والی بات ہو کر رہتی ہے۔ تقدیر میں جو لکھا تھا ظہور مین آیا۔ تمھارا کوئی قصور نہ تھا لیکن غور کرو تو مین بھی بے خطا تھا۔ بندہ مجبور محض ہے۔ ہدایت خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے جب وقت آیا تو مین اپنے تمام معاصی سے تائب ہو کر تمھاری طرف رجوع کرتا ہون۔ ابا جان کی جائداد مین جو حصہ میرا ہے وہ بھی مین تمھارے حوالہ کرتا ہون اور تمھارے حصے سے تو مجھکو کوئی تعلق ہی نہین۔ اب مین دنیا ترک کرتا ہون اور خدا سے لو لگاتا ہون۔ مین تمھارا بھائی ہون گرچہ فاسق اور فاجر ہون۔ عاقبت مین مجھے روسیاہ دیکھ کر تمھیں کیا ملجائیگا۔ تم میری خطائین معاف کرو گی اور مجھپر مہربانی ظاہر کرو گی تو خدا تم پر مہربان ہوگا۔

اپنے معاصی پر توبہ نصوح کرنے والا کلیم پُرازخطا۔

اسکے بعد کلیم صرف تین دن تک مسجد کے حجرے مین بند رہا اور تین دن کے بعد اُسکی نعش حجرے سے نکالی گئی۔ اب جائداد کی رہی سہی عظمت بھی فہیمہ اور رئیس کے دل سے جاتی رہی جس جائداد کے لیے متین نے اسقدر زحمتین اُٹھائی تھین وہ آج اُسکی نظرون مین اسقدر ذلیل ہے کہ جائداد نہ لینے کے جرم مین حبس دوام بعبور دریاے شور کی سزا اُسے دیجائے جب بھی وہ جائداد کی طرف رُخ نکرے۔

مولوی سلیم دلی مین براج رہے ہین ابھی تک وہ پھر کے نہین آئے یہان اتنے انقلابات ہوئے لیکن اس بندہ خدا نے ذرا بھی خبر نہ لی۔ استفسار حال کے لیے ایک خط بھی نہ بھیجا۔ مستغنا ہو تو ایسا ہو۔ اب نصیر کی جائداد پر بدستور کارندون کا قبضہ ہے۔ صرف کلیم کی ایک نوجوان بیوہ گھر مین ہے۔ تمام کارندے اُسی کے اختیار مین ہین۔ اور وہی شیخ نصیر کی کل املاک پر قابض ہے۔

عدت کے دن پورے ہوتے ہی قندھار کے ایک مولوی واعظ کہین سے جھپٹ پہنچ گئے۔ شیخ کمال الدین کے یہ مرید تھے اور اسلیے کلیم کی بیوہ کو پہلے سے جانتے تھے۔ مولوی مجاہد نہ کسی کے دوست ہین اور نہ دشمن ہین۔ اصلاح قوم سے سروکار ہے۔ اپنے کام سے انکو کام ہے۔ انھون نے جوڑ جنڈ لگا کر مولوی واعظ سے شیخ کلیم کی بیوہ کا عقد کرا دیا۔

اے خدا صدقے تیری رزاقی کے جسکو تو دیتا ہے یون دیتا ہے۔

شیخ نصیر کے قبضہ میں کچھ جائداد نعیم کی بھی تھی جسکو نعیم کا بیٹا جبار رہن کرکے مرگیا اور نصیر نے اپنی ماں کی طرف سے اسکا انفکاک کرالیا۔ نعیم جائداد کو بقاے نام کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ نصیر کے خیالات بھی تمام عمر ایسے ہی تھے اور اخیر میں جو تبدیلی ہوئی وہ ایک خاص حالت تھی۔ ان دونوں کی خواہشیں اولاد ذکور میں جائداد رہنے کی طرف اس طرح مائل تھیں کہ اولاد اناث کو دینا ناگوار تھا اور خدا کو یہ دکھانا منظور تھا کہ بندے مجبور محض ہیں نعیم اور نصیر جس جائداد کو اپنی سمجھتے تھے وہ اُنکی نہیں تھی محض اُنکی امانت میں تھی مولوی واعظ اسکے وارث ازل سے قرار پا چکے تھے اور اُنکے قبضہ میں اُسکو جانا لازم تھا نعیم و نصیر نے کتنا رد و بدل کیا لیکن مشیت ایزدی کے سامنے کچھ بس نہ چلا۔

مولوی واعظ کا جائداد پر قابض ہونا ہر اعتبار سے اچھا ہوا۔ ایمان دار اور نیک نیت مذہبی آدمی کے قبضہ میں وہ آئی تو خدا کی مرضی کے مطابق صرف ہوگی۔ لیکن عوام اپنے خیال میں جائداد کا غیر شخص کے قبضہ میں جانا بُرا سمجھتے ہیں۔ یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ انسان دُنیا میں تنہا آتا ہے اور یہاں سے پھر تنہا واپس جاتا ہے۔ زمین خدا کی ملکیت ہے کسی خاص شخص کی نہیں ہے۔ دنیاوی تعلقات کے ساتھ وہ انسان کو ملتی ہے لیکن جب کسی کو ملتی ہے حالت ناپائدار کے ساتھ ملتی ہے۔ کبھی اُسکی زیست ہی میں اور اُسکے مرنے کے بعد تو یقیناً اُس شخص کے قبضہ میں جا رہتی ہے جسکو خدا تمام انسان کے رب ہونے کی حیثیت سے مستحق سمجھتا ہے۔ وہ سخت احمق ہیں جو خدا کے انتظام میں اپنی راے لگاتے ہیں۔

اللہ کے فضل سے نصیر کا تو ایسا عمدہ خاتمہ ہوا کہ خدا اپنے تمام بندوں کے ساتھ ایسا ہی کرے خدا تمام مسلمان بھائیوں کو نصیر کی سی توفیق خیر دے۔ شیخ کلیم پر خدا جانے کیا گزری لیکن اخیر اخیر اسنے بھی وہ کام کیا جو بڑے بڑے لوگوں سے بمشکل ہو سکتا ہے۔ لیکن زبان خلق کو کیا کیا جائے اسوقت چہرہ کی تمام خلقت مولوی واعظ کو دیکھ کر کہتی ہے

مال موذی نصیب غازی

فاعتبروا یا اولی الابصار

تمام شد

کاتب الحروف محمد حسن سیلانی بخش شائق ولد منشی امام بخش صاحب مرحوم ابن منشی گوہر شاہ صاحب صفاء لکھنوی ۱۸۹۷ سورہ ۹۴

زاہدہ

ابو الفضل محمد احسان اللہ العباسی وکیل عدالت اعلیٰ ضلع گورکھپور کی پہلی تصنیف ہے لیکن اشاعت کے اعتبار سے سب سے پچھلی ہے مصنف نے [illegible] تاریخ الاسلام کے دیباچہ میں کیا ہے۔ مصنف کو مفسر اور مورخ بننے کی دھن میں ناول نویس مشہور ہونے کی پروا نہ تھی لہٰذا [illegible] کتاب کے شائع کرنے میں تامل تھا قوم کو قصہ کہانی کی طرف جو رغبت ہو چلا ہے بھلا اہل مطالعہ ایسی کھری پوتھی سے کب مستفید ہو سکتے ہیں۔ تاریخ الاسلام کی لوح پر ہم نے یہ کتاب داخل تصنیفات کر دی تھی۔ ممدوح کی تالیف و تصنیف سے حد درجہ دلچسپی عام کو جو اتنی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے کتاب چھپی نہیں اور لوگوں کے خطوط آنے لگے۔ بالآخر اشاعت کتاب کے لیے اجازت حاصل [illegible] ہم کامیاب ہوئے اور اس کتاب کو قوم کے سامنے پیش کرنے کا فخر ہم نے حاصل کیا۔ اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ زمانہ موجودہ کے مطابق نصیحت اور قومی اصلاح کی کوشش اس خوبی سے کی گئی ہے کہ کوئی ذی علم اسے حد سے زیادہ پسند کئے بغیر نہ رہیگا۔ نصیحت اور اخلاق کی باتوں سے قطع نظر کرکے نفس قصہ پر لحاظ کیا جائے تو وہ بھی بطور خود ایسا ہے کہ اچھے اچھے انگریزی ناولوں سے اگر مقابلہ کیا جائے تو اسکا پلہ بھاری رہے گا۔ عبارت سلیس اور صاف۔ ادائے مدعا کا طرز دلچسپ زبان سلیس اور بامحاورہ۔ قصہ ایسا دلچسپ کہ ختم کیے بغیر ناظرین کتاب ہاتھ سے نہیں رکھ سکتے۔ حکایت اور قصہ کے پیرایہ میں محمود یا ناول کا سبق دینا کچھ نئی بات نہیں ہے۔ دیگر اقوام کے علاوہ خود اکابر اسلام کی بہت سی تصانیف اسکی شاہد ہیں لیکن جو جدت اس کتاب میں ہے وہ یہ ہے کہ قصہ حد سے زیادہ دلچسپ ہے اور مذہب اور اخلاق کی تمام اہم باتیں موجودہ زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے اس طرح بیان کی گئی ہیں کہ دل پر اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ مذہب اسلام کے تمام ضروری مسایل اس اختصار کی کتاب میں ذکر کیے گئے ہیں اور پھر ہم کہتے ہیں کہ مذہبی مسایل کے ساتھ قصہ کا ارتقاء دلچسپ ہونا اس کتاب کا حصہ ہے۔ مضامین کتاب حسب ذیل ہیں۔

وضعداری۔ احسان کا بدلا احسان۔ ماں کی نصیحت۔ ماں کی محبت۔ بے ثباتی عالم۔ موت۔ عادت طبیعت ثانی ہے۔ رسم پردہ۔ تعلیم سے نجات۔ نئی تہذیب کا اثر۔ قانونی سزا کا اثر۔ وعظ و نصیحت۔ مشن سکول۔ نئی تعلیم۔ رسالت کی ضرورت۔ توکل۔ سنی السلام علیکم۔ مولانا۔ حیا۔ سحر خیزی۔ نماز صبح۔ مذہبی تعلیم۔ ہندوؤں کی عبادت۔ تصور قلب۔ حسن صورت۔ سماع۔ اثر صحبت۔ ضرورت مذہب۔ عبادت اہل اسلام۔ کرشمہ قدرت۔ عجیب کی بات سمجھنا۔ شرعی پابندی۔ تیجے کی شادی۔ عقد بیوگان۔ بیاہ۔ رنڈاپا۔ مسلمانی کیا شے ہے۔ الوہیت میں شرک۔ سیرت میں شرک۔ پیغمبر کی بیعت۔ ملکی رسم و رواج۔ خدا کا عدل و حکمت۔ کسی کو ذلیل نہ جانو۔ عورتوں کے حقوق دو۔ خدا سے ڈرو۔ حکمت عملی۔ دوراندیشی۔ ارکان مذہب کی توہین نہ کرو۔ مذہب میں بیجا ایجاد نہ کرو۔ شعار اسلام کیا ہیں۔ دلی محبت۔ تبدیل وضع۔ بے ثباتی حسن۔ مصلحان قوم کا ضعف۔ قومی تفریق۔ ہندوؤں کی رسم نہ سیکھو۔ تعلیم۔ عجیب و غریب دولت شرم ہے۔ فرائض والدین۔ فرائض اولاد۔ کشش عشق۔ اثر دعا۔ تصوف۔ کثرت ازدواج۔ زمانہ کفر۔ طلاق۔ نوکریت۔ مذاہب کا مقابلہ۔ وضو۔ نماز۔ تکبیر و تلقین۔ اجتہاد۔ حقیقت اسلام۔ تمدن۔ توحید۔ معاد۔ روح۔ کرامت۔ سخت لباس زنان۔ نتائج بدکاری۔ معاصی۔ توبہ۔ سجدہ۔ شکر۔ مہمانداری۔ تعزیہ داری۔ ارواح پرستی کا دھوکا۔ مصالح نکاح۔ مذہب و فلسفہ۔ قضا و قدر۔ جبر و اختیار۔ قرآن موافق عقل۔ قماربازی۔ سودخواری۔ بندوں کے حق غصب کرنا۔ کرامات اولیا۔ اوقات نماز۔ جمعہ۔ عیدین۔ حج۔ زکوٰۃ۔ اخوت اسلامی۔ غرضکہ شروع سے اخیر تک یہ کتاب نصیحت ہی نصیحت ہے۔ لیکن پھر ہم اس کتاب کی جدت کی طرف ناظرین کو متوجہ کرتے ہیں کہ حسن و عشق کی دلفریب حکایت میں یہ باتیں اس طرح موقع موقع سے بیان کی گئی ہیں کہ قصہ کی دلچسپی میں ذرا فرق نہیں آتا۔

زاہدہ کی نسبت جو رائیں معزز اور لائق اڈیٹران اخبار نے ظاہر کیں چند فقرے انمیں سے درج کیے جاتے ہیں

جامع العلوم۔ زاہدہ کا پلاٹ مکمل ہے۔ ہماری زبان میں مسلمانوں کے مذہب کی تعلیم دینے کا طریقہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا ہے۔

سول اینڈ ملٹری نیوز۔ نہایت ہی دلچسپ قصہ ہے۔ مسلمانوں کو قصہ کے پیرایہ میں دینی مسائل کی تعلیم دینے کا طریقہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ ایسا دلچسپ اور نتیجہ خیز ناول آج کل کی تصانیف میں ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ مصنف نے مشکل سے ادق مسائل کو کھیل میں حل کیا ہے۔

عین الہند۔ اتنا موثر قصہ جس میں واقعیت ظاہر کرنے کا لحاظ کیا ہو ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ یہ ایک محض دلچسپ کہانی نہیں ہے بلکہ اسکا ہر ہر فقرہ تہذیب اور شائستگی خیالات سے لبریز ہے۔ مذہبی لطف انگیز تقریریں نہایت متانت سے ادا کی گئی ہیں۔

شحنۂ ہند۔ ہم اس ناول کی جسقدر تعریف کریں بجا ہے۔ نہایت سیدھا سادا شستہ سلیس اور عمدہ ناول ہے اور ناظرین جسقدر کمی محسوس کریں گے جسقدر مطالعہ کرتے جائیں گے اسی قدر مطالعہ کا شوق بڑھتے گا۔

صدائے ہند۔ اگر مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے اپنی کتابوں میں مذہبی مسائل کو ناول کے پیرایہ میں بیان کرنے کا کمال دکھایا ہے تو زاہدہ کے مصنف نے بھی ذرا ہاتھ صاف کر دکھایا ہے اور اس خوبصورتی کے ساتھ کتاب ختم کی ہے جیسا کہ ایک مشاق اور قابل مصنف سے امید ہو سکتی ہے۔ کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب جادو کی پوڑیا ہے پڑھنے والے پر اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتی مسائل کی دلچسپی کتاب کو ختم کیے بغیر چھوڑنے نہیں دیتی۔

مشیر ہند۔ ایک طرف حسن و عشق کے راز و نیاز اور دوسری طرف تمام اہم اسلامی مسایل اس خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں کہ شاید ہی کسی نے کیے ہوں۔ مولوی احسان اللہ جیسے چند ناولسٹ اگر ہندوستان میں اور خصوصاً مسلمانوں میں پیدا ہو جائیں تو اسکو فال نیک سمجھنا چاہیے۔

ہمدرد۔ ایک فرضی قصہ کے پیرایہ میں مذہبی مسائل کی عمدگی ظاہر کی گئی ہے۔ اور بہت کافی طور پر عمدہ الفاظ اور معقول خیالات اور شائستہ فقرے استعمال کیے ہیں۔ علاوہ نفس قصہ کے بجائے خود ایک نہایت پر اثر اور دلکش ناول ہے۔

وکیل اخبار۔ قومی معاملات کی اصلاح کو ایسے عجیب طور سے بیان کیا ہے کہ جو اثر ایک فصیح البیان لکچرار کی تقریروں سے نہیں ہو سکتا ہی کے بعد بیہودہ باتوں ناولوں میں اس قصے کے دیکھنے سے ناظرین کے طبائع پر ہو جاتا ہے۔

قیمت۔ ایک جلد کے خریدار سے فی جلد عہ اور ۵ جلدوں کے خریدار سے فی جلد عہ ۲۰ جلدوں کے خریدار سے فی جلد ۱۲ ار مجلد فی جلد عہ۔ محصول ڈاک اور اخراجات ویلیو پی ایبل فی جلد ۴ار۔ درخواست نقد یا بذریعہ ویلیو پی ایبل کرلی جاتی ہے۔

منشی سیتلا بخش شایق دفتر الوقت گورکھپور مغربی و شمالی سے طلب فرمائیے